رودادِ اجتماعِ حیدر آباد

جماعتِ اسلامی ہند

[۱۹۵۲ء]

ترتیب

شعبۂ تنظیم

ترتیب

عرض ناشر ۱۰

رپورٹ کل ہند اجتماعِ حیدرآباد ۱۱

پہلی نشست ۱۲

دوسری نشست ۱۳

تیسری نشست ۱۴

چوتھی نشست ۱۷

پانچویں نشست ۱۷

چھٹی نشست ۱۸

ساتویں نشست ۲۲

آٹھویں نشست ۲۲

ادبی اجتماع ۲۳

نویں نشست ۲۴

تنقیدات وشکایات ۲۶

دسویں نشست ۳۳

گیارھویں نشست ۳۵

آخری نشست ۳۶

قیمین حضرات کا اجتماع ۳۸

ارکان شوریٰ اور قیمین کا اجتماع ۳۹

امیر جماعت کی افتتاحی تقریر ۴۲
ہمارے پروگرام کا مقصد ۴۴
دعوت کا اجمالی تعارف ۴۵
اختلافی نقاط ۴۶
رفقاء سے خطاب ۴۷
امیر جماعت کا ہمدردوں سے خطاب ۴۹
تجاویز اور مشورے ۵۵
انگریزی لٹریچر ۵۵
قیمین کے دورے ۵۵
ہندی زبان ۵۶
تعلیم بالغان ۵۶
جماعت کا مجوزہ طریقۂ تعلیم ۵۶
ذیلی درس گاہیں ۵۷
ماہانہ رپورٹیں ۵۸
کتابوں کی قیمتوں میں تخفیف ۵۸
مطالعہ کا نصاب ۵۹
ارکان کے طویل اجتماع کی ضرورت ۵۹
قرآن وحدیث کا مطالعہ اور نماز تہجد کا لزوم ۵۹
خطباتِ جمعہ ۶۰
دعوتی نصاب ۶۰
تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی ۶۱
تبلیغی جماعت کے اجتماعات اور ہماری دعوت ۶۱

اجتماع کا پروگرام ۶۱
آسان تفسیر ۶۲
مثالی بستیاں ۶۲
تربیت گاہ ۶۳
عمومی تحریک ۶۳
طلبہ کی تنظیم ۶۵
وفد کی تشکیل ۶۹
آیات واحادیث کے مجموعے ۷۰
جمعیۃ العلماء ۷۰
ہمہ وقتی ٹیم ۷۲
فتووں کی اشاعت ۷۲
جماعتی بینک ۷۳
مشترکہ کاروبار ۷۳
جماعت کی ترجمانی ۷۳
نقشہ حاضری ۷۴
سالانہ رپورٹ ۷۴
الیکشن ۷۴
انگریزی دارالاشاعت ۷۴
منصوبہ بندی ۷۵
راجستھان کے لیے کارکنوں کی فراہمی ۷۵
حلقوں کی مجالس شوریٰ ۷۶
ضلعی تنظیم ۷۶
امرائے حلقہ کا تقرر ۷۷

فرہنگ الفاظ ۷۷
خطبۂ مسنونہ ۷۷
آندھرا کے لیے ہم وقتی کارکن ۷۸
صنعتی ادارہ ۷۸
ارکان کا باہمی تعارف ۷۸
ارکان وہم دردوں کی نئی فہرست ۷۹
تیلگو زبان میں دعوت کا کام ۷۹
بھوپال میں مکتب کی ضرورت ۷۹
رکنیت کے لیے ایک شرط ۸۰
مرکز کے لیے موزوں جگہ ۸۰
علی گڑھ میں تربیت گاہ ۸۰
متاثرین ومتعارفین کی تربیت ۸۰
لٹریچر کی مفت اشاعت ۸۰
مقامی زبانوں سے واقفیت کی ضرورت ۸۱
بچیوں کی تعلیم ۸۱
سہ روزہ 'الانصاف' الہ آباد ۸۲
خصوصی اجتماعات کی تجاویز ۸۵
ارکان کے داخلہ واخراج کا اعلان ۸۵
اجتماع کے انتظامات ۸۵
اخلاقی خرابیوں کی اصلاح ۸۶
ملیالم دارالاشاعت ۸۶
مرہٹی دارالاشاعت ۸۷
ہندی رسم الخط ۸۷

انڈونیشیائی لٹریچر ۸۷
حیدر آباد میں درس گاہ ۸۸
اساتذہ کی تربیت ۸۸
اڑیسہ، مغربی بنگال اور آسام کا دورہ ۸۸
الانصاف ۸۸
حیاتِ نو حیدر آباد ۸۹
رپورٹ قیم جماعت ۹۰
۱- قومی کشمکش کے خاتمہ کی سعی ۹۱
قومی کشمکش دور کرنے کے طریقے ۹۳
عام انتخابات ۹۳
پبلک کے اثرات ۹۴
۲- مثالی معاشرہ ۹۶
دار المطالعے ۹۷
اسٹڈی سرکل اور مذاکراتی حلقے ۹۷
تعلیمی ادارے ۹۸
تعلیم بالغان ۹۹
تعلیم اطفال ۱۰۰
خواتین میں دعوت ۱۰۱
دیہات میں تحریک کا تعارف ۱۰۴
محنت پیشہ عوام اور ان کی انجمنیں ۱۰۷
غیر مسلموں میں ہماری جدوجہد ۱۱۰
غیر مسلموں میں تعارف کے طریقے ۱۱۰

غیر مسلم متعارفین اور متاثرین کی تعداد ۱۱۲
۳- ذہنی طاقت کی فراہمی و تنظیم ۱۱۲
فکری تیاری ۱۱۲
تحقیق و مطالعہ ۱۱۳
کتب خانوں کا قیام ۱۱۳
اسلامک ریسرچ سرکل ۱۱۳
ادبی حلقے ۱۱۴
اخبارات ورسائل ۱۱۵
عام اجتماعات اور جلسے ۱۱۶
شعبۂ تصنیف و تالیف ۱۱۶
۴- ہندی اور ملک کی مختلف علاقائی زبانوں میں دعوت کی اشاعت ۱۱۷
طبقہ واری کشمکش کے خاتمہ اور انسداد کی عملی صورتیں ۱۱۹
مرکزی کاموں کا جائزہ ۱۲۳
مرکزی ابتدائی درس گاہ ۱۲۳
توسیع ۱۲۴
کام کی رفتار ۱۲۴
ثانوی تعلیم ۱۲۵
ادارہ ثانوی تعلیم ۱۲۶
علوم جدیدہ ۱۲۶
عام زندگی ۱۲۸
مشکلات ۱۲۸
تربیت گاہ ۱۲۸

اشاعت کتب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۰
ماہ نامہ زندگی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۰
جماعت کی قوت اور اس کا دائرہ اثر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۰
داعیانِ حق کے اوصاف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۲
تعلق باللہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۵
انفاق فی سبیل اللہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۸
صبر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۱
سمع وطاعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۲
اصلاحِ ذات البین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۴
امیر جماعت کی اختتامی تقریر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

جماعت اسلامی ہند کا دوسرا کل ہند اجتماع حیدر آباد میں ۲۷؍نومبر تا یکم دسمبر ۱۹۵۲ء منعقد ہوا تھا۔ اس کی مفصل روداد ماہ نامہ زندگی رام پور، دسمبر ۱۹۵۲، جنوری ۱۹۵۳ کے مشترکہ شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں محترم امیر جماعت مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ کی افتتاحی اور اختتامی اجلاسوں میں کی گئی تقریریں، قیم جماعت مولانا محمد یوسف کی رپورٹ اور عمومی نشستوں میں پیش کی جانے والی تجاویز اور مشورے اور محترم امیر جماعت کی طرف سے ان کا جواب اور وضاحت بھی شامل تھی۔

اس روداد سے جماعت کے ابتدائی دور میں اس کی سرگرمیوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اس لیے کتابی صورت میں اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ اسی طرح بعد میں منعقد ہونے والے اجتماعاتِ عام کی رودادیں بھی شائع کی جائیں گی۔

رپورٹ کل ہند اجتماعِ حیدر آباد

(منعقدہ ۹ تا ۱۳؍ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ/ ۲۷؍ نومبر تا یکم دسمبر ۱۹۵۲ء)

تقسیم ملک کے بعد جماعت اسلامی ہند کا دوسرا کل ہند اجتماع ۲۷؍ نومبر تا یکم دسمبر ۱۹۵۲ء حیدر آباد میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کی نوعیت یہ تھی کہ جنوبی ہند (حلقہ جات حیدر آباد دکن، ارکاٹ، تمل ناڈو، میسور، مالابار اور بمبئی) کے تو جملہ ارکان کی شرکت ضروری تھی لیکن شمالی ہند (حلقہ جات دہلی، رام پور، کانپور، لکھنؤ، اودھ، الہ آباد)، مشرقی یوپی، بہار، بنگال، راجستھان اور وسط ہند) سے صرف قیمین حلقہ جات، مقامی امرا اور بعض دیگر نمائندوں کو شریک ہونا تھا۔ پھر ازروئے ضابطہ جن اصحاب کی شرکت ضروری تھی ان میں ایک معتد بہ تعداد ایسے رفقا کی بھی تھی جنہیں ان کی مختلف مجبوریوں کی وجہ سے شرکت اجتماع سے مستثنیٰ کرنا پڑا، تاہم ارکان، ہمدردان اور متاثرین وغیرہ جن کے قیام وطعام کا انتظام اجتماع گاہ ہی میں جماعت کے زیر اہتمام کیا گیا تھا ان کی مجموعی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی، جس میں ۵۶ شمالی ہند کے نمائندے تھے اور بقیہ شرکاء جنوبی ہند کے مختلف علاقوں سے تشریف لائے تھے۔ چند اصحاب سیلون (سری لنکا) سے بھی شرکت کے لیے آئے تھے۔ اجتماع گاہ میں جن خواتین کے قیام وطعام کا انتظام کیا گیا تھا ان کی تعداد ۳۰ تھی اور چند غیر مسلم حضرات بھی تھے، جن کے قیام وطعام کا انتظام قیام گاہ ہی میں جماعت کے زیر اہتمام تھا اور کچھ غیر مسلم ایسے تھے جو شرکت اجتماع ہی کے لیے حیدر آباد آئے تھے اور وہ اجتماعات میں برابر شریک بھی ہوتے رہے لیکن انہوں نے اپنے قیام وطعام کا انتظام اپنے طور سے علیحدہ کیا تھا۔

اجتماع گاہ اپنے محل وقوع کے لحاظ سے شہر کے تقریباً وسط میں تھی اور اس کے باوجود شہر کے شور وشغب سے محفوظ تھی اور بہ فضل خدا قیام کے لیے ایک موزوں عمارت دست یاب ہوگئی تھی، جس میں تمام شرکا بہ سہولت قیام کر سکے۔ اس عمارت سے بالکل ملحق ہی ایک وسیع پختہ میدان تھا جسے اجتماعات کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔

اجتماع کی کارروائی ۲۷/نومبر مطابق ۹/ربیع الاول ۱۳۷۲ھ بروز پنج شنبہ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی امیر جماعت اسلامی ہند کی افتتاحی تقریر سے شروع ہوئی۔ پانچ دنوں میں عام اور خاص کل چودہ نشستیں ہوئیں۔ خطابات عام میں حاضری کا اندازہ کم وبیش آٹھ دس ہزار تک کیا گیا، اور خاص جماعتی کارروائیوں سے متعلق نشستوں میں دو ہزار سے چار ہزار تک۔ غیر مسلم حضرات کی بھی ایک معتد بہ تعداد شریک اجتماع رہی۔ خواتین کی تعداد کا اندازہ خاص اور عام نشستوں میں بالترتیب دو سو اور چار سو ہے۔ نماز فجر کے بعد روزانہ کلامِ پاک کا درس ہوتا تھا، جس میں بہت سے تعلیم یافتہ اصحاب شہر کے مختلف حصوں سے شرکت کے لیے تشریف لاتے تھے۔ ان نشستوں میں اکثریت تعلیم یافتہ حضرات پر مشتمل تھی۔ درس قرآن باری باری سے مولانا صدرالدین اصلاحی، مولانا سید حامد علی اور مولانا صبغت اللہ نے دیا۔

پہلی نشست

یہ نشست ۲۷/نومبر بروز جمعرات سوا آٹھ بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک ہوئی۔ افتتاح مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی امیر جماعت اسلامی ہند کی تقریر سے ہوا۔ اس تقریر میں سب سے پہلے مولانا نے اس اجتماع کی نوعیت واضح کی اور پھر اس کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی اور چوں کہ اس اجتماع میں کچھ ایسے لوگ بھی شریک تھے جو جماعت کی دعوت کو سمجھنے کے لیے آئے تھے اس لیے ان کی رعایت سے جماعت کی دعوت کی مختصر توضیح بھی کی۔ آخر میں شرکاء اجتماع کو ان آداب وضوابط کی طرف توجہ دلائی جن کو اس طرح کے اجتماعات میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

امیر جماعت کی افتتاحی تقریر کے بعد محمد یوسف قیم جماعت اسلامی ہند نے گزشتہ اجتماعِ رام پور منعقدہ ۲۰، ۲۱ اور ۲۲/اپریل ۱۹۵۱ء سے لے کر اس اجتماع تک کے جماعتی

کاموں کی تفصیلی رپورٹ پیش کی، جس میں بتایا گیا تھا کہ اس دوران میں اپنے پروگرام کے تحت مختلف شعبوں میں کیا کچھ کیا جا چکا ہے اور بہ حیثیت مجموعی تحریک کس حد تک آگے بڑھ سکی ہے۔

دوسری نشست

یہ نشست ڈھائی بجے سے ساڑھے چار بجے تک یعنی ظہر اور عصر کے درمیان ہوئی۔ یہ نشست ہمدردان اور متاثرین سے ملاقات کے لیے مخصوص تھی۔ شروع میں امیر جماعت نے انفرادی ملاقاتوں کی اہمیت پر مختصراً روشنی ڈالی اور اپنی افتتاحی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے اس کی غرض وغایت کی وضاحت کی۔ آپ نے فرمایا:

''اس اجتماع میں شریک ہونے والوں میں کچھ ارکان ہیں، کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کو رکنیت کے لیے پیش کیا ہے، کچھ وہ لوگ ہیں جو جماعت کی دعوت سے تو متفق ہیں لیکن انہوں نے اپنے کو جماعت کے نظم سے منسلک نہیں کیا ہے، اور بہت کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو جماعت کی دعوت کو فی الجملہ سمجھ چکے ہیں اور اس کو دل سے پسند کرتے ہیں لیکن ابھی وہ اس کے بعض گوشوں کے سلسلے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں۔ ہم ان ملاقاتوں کے ذریعے یہ کوشش کریں گے کہ جو لوگ نظم جماعت سے وابستہ ہیں یا ہونے کے لیے تیار ہیں، ان کی صلاحیتوں کا قریبی جائزہ لیا جائے تا کہ ان کو دعوت کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید بنایا جا سکے۔ جو لوگ اتفاق و پسندیدگی کے باوجود آگے نہیں بڑھ رہے ہیں، ان کے موانع ومشکلات کو سمجھ کر ان کو دور کرنے کی کوشش کی جائے اور نئے لوگوں کو دعوت کے سمجھنے میں جو شکوک وشبہات پیش آ رہے ہیں ان کا ازالہ کیا جائے۔''

اس وضاحت کے ساتھ امیر جماعت نے ملاقات کرنے والے اشخاص کو چند ہدایات بھی دیں، جس کا مقصد ملاقاتوں کے پروگرام کو زیادہ سے زیادہ مفید اور کار آمد بنانا تھا۔ اس کے بعد امیر جماعت نے نمائندگان پریس کی خواہش کا جواب دیتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ اجتماع کے پروگرام کے علاوہ جس وقت بھی ان سے ملنا چاہیں مل سکتے ہیں۔ نیز قیم جماعت کی رپورٹ کا جو حصہ وہ نقل کرنا چاہتے ہیں اس کی نقل ان کو فراہم کر دی جائے گی۔

اس کے بعد مختلف حلقوں کے قیمین نے مختلف گروپ بنا کر ہمدردان و متاثرین سے ملاقاتیں کرنی شروع کر دیں۔ اسی دوران میں ایک نشست ارکان و امیدوار رکنیت کے باہمی تعارف کی بھی رکھی گئی اور اسلامک ریسرچ سرکل کا بھی اجتماع ہوا، جس میں تقریباً پچاس اصحاب نے شرکت کی۔ ان میں بیش تر طلبہ تھے۔

تیسری نشست

اسی روز بعد مغرب ساڑھے چھ بجے تیسری نشست شروع ہوئی، یہ نشست خطاب عام کے لیے خاص کی گئی تھی۔ سب سے پہلے امیر جماعت نے اپنی تقریر جو اپنی علالتِ طبع کے باعث پہلے سے بطور احتیاط قلم بند کر لی تھی پڑھ کر سنائی۔ مولانا نے اس تقریر میں ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے آزادیِ ہند سے اب تک کی صورتِ حال کا جائزہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ ملک اس وقت خوراک کی قلت، انتشار اور اخلاقی انحطاط جیسی اہم خرابیوں سے دوچار ہے اور ابھی تک امن و چین کا منہ نہیں دیکھ سکا ہے۔ جرائم کی تعداد تشویش ناک حد تک بڑھ چکی ہے اور اخلاقی انحطاط کی بڑھتی ہوئی رو سے تو وہ لوگ بھی آج گھبرا اٹھے ہیں جو انسانی زندگی میں اخلاق کی اہمیت اور قدر و قیمت کے قائل نہیں ہیں۔ آزادیِ ہند کے بعد سے یہ سارے مسائل ملک کے سامنے ہیں لیکن ان پانچ سالوں میں نہ صرف یہ کہ ان کا خاطر خواہ حل سامنے نہ آسکا بلکہ صورتِ حال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔

آزادی سے پہلے تو ہر خرابی کی جڑ غلامی اور انگریز کے غلبہ کو بتایا جاتا تھا اور یقین دلایا جاتا تھا کہ آزادی سے ہم کنار ہوتے ہی سارے دلدّر دور ہو جائیں گے، لیکن حالات تو کچھ ایسا ثابت کر رہے ہیں کہ شاید ہمارا سماج زنجیریں ڈھیلی ہونے کا منتظر تھا اور آزاد ہوتے ہی چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی، رشوت خوری اور اقربا پروری، قتل و غارت گری اور لوٹ مار، شراب نوشی اور زنا، جوا اور سٹہ وغیرہ جیسی تباہ کن خرابیوں کا ایک تباہ کن سیلاب امنڈ آیا ہے۔ ان انفرادی خرابیوں کے ساتھ اجتماعی خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ملک میں فرقہ واریت جڑ پکڑ رہی ہے، نسل و نسب کے امتیازات سر اٹھا رہے ہیں، صوبائی عصبیتیں ابھر ابھر کر سامنے آ رہی ہیں، زبان و تہذیب کے نام پر علیحدگی کے

رجحانات پرورش پا رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ انفرادی واجتماعی خرابیاں فوری توجہ کی مستحق ہیں، اگر یہ یونہی بڑھتی رہیں تو نہیں کہا جا سکتا کہ ملک کا آخری انجام کیا ہوگا۔

اس کے بعد ان مسائل کے حل کے لیے جو وسائل اختیار کیے جا رہے ہیں ان کی ناکامی اور اس کے اسباب پر تبصرہ کرتے ہوئے ملک کے مصلحین کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ انھوں نے گویا پہلے ہی قدم پر یہ طے کر لیا ہے کہ ہندوستان کی مصیبت صرف انگریزوں کا اقتدار تھا، باقی رہے ان کے علوم وفنون، ان کی تہذیب وتمدن اور ان کا نظام حکومت تو یہ سب چیزیں بس رحمت ہی رحمت ہیں اس لیے ان کو نہ صرف یہ کہ قائم رکھنا چاہیے بلکہ جہاں تک ممکن ہو ان کو ترقی دینا چاہیے حالاں کہ خرابی کی اصل جڑ یہی تہذیب ونظام ہو سکتا ہے۔

مغربی نظریۂ حیات پر تنقید کرتے ہوئے آپ نے واضح کیا کہ یہ کسی حقیقی علم وتحقیق پر قائم نہیں ہے بلکہ وہ ایک منتقمانہ ذہنیت کی پیداوار ہے جو غلط مذہبیت کے طفیل میں رونما ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے واضح کیا کہ خدا کو زندگی سے خارج کر دینے اور آخرت کی جواب دہی اور خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت کا انکار کر دینے کے بعد، انسان کا نقطۂ نظر اپنے انفرادی واجتماعی معاملات میں درست ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر اس دنیا کا کوئی خالق ومالک نہیں ہے جس کی رضا کا حصول ہماری جملہ انفرادی واجتماعی کوششوں کا مقصود ٹھہرے اور جب اس کا عطا کیا ہوا کوئی ضابطۂ اخلاق نہیں ہے جس کو سامنے رکھ کر افراد واقوام اچھائی یا برائی کا کوئی فیصلہ کر سکیں اور جب اپنے اعمال کی کسی دانا وبینا ہستی کے سامنے کوئی جواب دہی کرنی نہیں ہے، جس کا اندیشہ ہمیں با اخلاق بنا سکے تو پھر آپ ہی بتائیں کہ ہر فرد وقوم کیوں نہ زیادہ سے زیادہ دنیا کے مزے لوٹنے کی کوشش کرے، کیوں نہ وہ اخلاقی ضابطے اپنی پسند ومرضی کے مطابق بنائے اور کیوں نہ وہ اپنے اغراض کے لیے دوسروں کی حق تلفیاں کرے؟

اس کے بعد آپ نے واضح کیا کہ محض خوشی، کمال یا احساس فرض کے تصورات کے تحت آدمی کا با اخلاق بننا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ ان کے بارے میں ہر ایک کا نقطۂ نظر جداگانہ ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ ان تصورات کے مطابق کتنی ایسی چیزیں انسانی زندگی کا جزو بن چکی ہیں، جو بداہتہً غلط ہیں، مثلاً قوم پرستی کے تحت بے گناہوں کا قتل وغیرہ۔ آگے چل کر آپ نے فرمایا کہ

مذہب کی ان بنیادی باتوں کے انکار کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ انسان خیر وشر کا صحیح و متعین ماخذ معلوم کرنے اور اخلاق کی حفاظت کے صحیح اسباب ومحرکات سے بھی محروم ہوگیا ہے۔ ہر شخص اپنی عقل و ضمیر کا محکوم ہے اور اگر برائیوں سے کچھ بچتا ہے تو محض قانون واحتساب کے ڈر سے، لیکن قانون واحتساب کی حکومت زیادہ سے زیادہ ظاہر پر ہے اس لیے ان کی سختیوں کے باوجود برائیوں کی روک تھام نہیں ہورہی ہے، اس کی حقیقی روک تھام خوفِ خدا وآخرت ہی کے ذریعے ممکن ہے۔

ان توضیحات کے بعد آپ نے اس بات پر زور دیا کہ اس صورتِ حال کا علاج اسی وقت ممکن ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کو اس دنیا کا خالق و مالک اور اپنی پوری زندگی کا فرماں روا تسلیم کیا جائے اور عملاً ہر مسئلہ کو اسی کی ہدایت کے مطابق حل کیا جائے اور آخرت کی زندگی پر یقین کیا جائے۔ اس کے بغیر انسان غیر ذمہ دار آزاد جانوروں کی سطح سے بلند ہوکر ذمہ دار اور اخلاقی حدود کا پابند نہیں ہوسکتا۔ آپ نے دلائل کی روشنی میں واضح کیا کہ ان بنیادوں کو تسلیم کرلینے کے بعد موجودہ ملکی اور بین الاقوامی مسائل کس طرح حل ہوسکتے ہیں۔

اس کے بعد مولانا نے جماعت اسلامی کی دعوت اور اس کے طریقۂ کار کو پیش کرتے ہوئے اس کی امتیازی خصوصیات کو واضح کیا اور آخر میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو الگ الگ خطاب کرتے ہوئے ان کو ان کی مخصوص ذمہ داریاں یاد دلائیں۔

امیر جماعت کی تقریر کے بعد سید حامد حسین (حیدر آباد) کی ایک مختصر تقریر 'ایک صالح نظام کی ضرورت' کے موضوع پر ہوئی، جس میں یہ پیش کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کے مخصوص مسائل بھی اسلامی تعلیمات ہی کی روشنی میں حل ہوسکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آج مسلمانانِ عالم بالخصوص مسلمانانِ ہند کے سامنے تین مسائل ہیں جن کے صحیح حل میں ان کی اور پوری انسانیت کی فلاح مضمر ہے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وہ جس انتشار و جمود کا شکار ہوگئے ہیں اسے کس طرح رفع کیا جائے۔ دوسرا مسئلہ معاشی پریشانی ہے، جسے صحیح طور سے حل ہونا چاہیے۔ اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی نظریۂ تعلیم کے مطابق ان کی تعلیم وتربیت کا معقول انتظام کس طرح کیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے ان تینوں مسئلوں کے صحیح حل کا ایک اجمالی خاکہ پیش کرتے ہوئے حاضرین کو دعوتِ فکر دی۔ یہ نشست سوا چار بجے ختم ہوگئی۔ حاضرین آخر تک توجہ اور سکون کے ساتھ سنتے رہے۔

چوتھی نشست

چوتھی نشست ۲۸ ر نومبر ۱۹۵۲ء بروز جمعہ صبح ساڑھے آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک ہوئی۔ اس کی نشست نماز جمعہ کے خیال سے پندرہ منٹ پہلے شروع کرکے گیارہ بجے ختم کردی گئی تھی۔ سب سے پہلے ''داعیان حق کے اوصاف'' کے عنوان سے مولانا جلیل احسن ندوی کا مقالہ مولانا سید حامد علی نے پڑھ کر سنایا۔ اس مقالہ میں بتایا گیا تھا کہ دعوتِ حق کا کام تعلق باللہ کے بغیر ممکن نہیں اور اس کے لیے نماز کا اہتمام بے حد ضروری ہے۔ اس کے علاوہ انفاق فی سبیل اللہ اور صبر و استقامت، سمع و طاعت اور باہمی تعلقات میں خوش گواری پر زور دیتے ہوئے اس کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی گئی تھی۔

اس کے بعد تجویز اور مشوروں کا پروگرام شروع ہوا۔ ایک ایک تجویز پیش ہونی شروع ہوئی، معمولی اور غیر اہم تجاویز پر امیر جماعت اظہارِ خیال فرماتے چلے گئے اور جو تجاویز اہم تھیں ان پر دوسرے رفقاء کو بھی اظہارِ خیال کا موقع دیا گیا۔ تجاویز اور مشوروں کا یہ سلسلہ ۱۱ بجے تک جاری رہا اس کے بعد نشست ختم ہوگئی۔ بقیہ تجویزیں اگلے روز کی نشست اول میں پیش کرنے کے لیے اٹھا رکھی گئیں، تجاویز کا خلاصہ آگے پیش کیا گیا ہے۔ اس نشست کے ختم ہونے پر شرکاے اجتماع نماز جمعہ کی تیاری میں مصروف ہوگئے اور نماز جمعہ شہر کی بڑی مسجد 'مکہ مسجد' میں ادا کی گئی، جو اجتماع گاہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر واقع تھی۔

پانچویں نشست

اسی روز نماز جمعہ سے فراغت کے بعد ڈھائی بجے شروع ہوئی، اس نشست میں امیدواران رکنیت اور ہمدردان و متاثرین سے ملاقاتوں کا پروگرام تھا۔ مختلف حلقوں کے قیمین حضرات نے ہمدردان و متاثرین سے کل کی طرح ملاقاتیں کیں، آج امیدواران رکنیت سے خصوصیت کے ساتھ انفرادی ملاقاتیں کی گئیں۔ اسی دوران میں خواتین کا ایک علیحدہ اجتماع ہوا، جس کو مولانا محمد عزیر صائب مظاہری امیر جماعت آگرہ نے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ باہر سے خطاب کیا۔

سب سے پہلے آپ نے اس پر روشنی ڈالی کہ مرد اور عورت کی ذہنی و جسمانی خصوصیات اور صلاحیتوں میں کیا فرق و امتیاز ہے اور ان میں سے کس کی فطرت کس طرح کی ذمہ داریوں کا اس سے مطالبہ کرتی ہے۔ قدیم ترین زمانہ سے اب تک تمام جاہلی تہذیبیں عورت کی امتیازی خصوصیات کو نظر انداز کر کے کس طرح سوسائٹی میں ان کے صحیح مقام کی تعیین میں غلطی کرتی اور اسے افراط و تفریط کی طرف ڈھکیلتی رہی ہیں اور اس افراط و تفریط کے کیا خراب اثرات مترتب ہوتے رہے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے یہ بتاتے ہوئے کہ اسلام نے عورت کی فطرت کا پورا پورا لحاظ کرتے ہوئے اسے معاشرہ میں ایک متعین اور باعزت مقام بخشا ہے، ان ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا جو اسلام کی رو سے اس پر عائد ہوتی ہیں۔ نیز صحابیاتؓ کی بعض مثالوں سے واضح کیا کہ راہِ حق پر چلنے والی خواتین نے کیسی زبردست قربانیاں خدمت دین کے سلسلہ میں کی ہیں اور بعد میں آنے والی خواتین کے لیے کس قدر عمدہ اسوہ پیش کیا ہے۔ سب سے آخر میں آپ نے موجودہ حالات اور ان کے تقاضوں پر روشنی ڈالتے ہوئے خواتین کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں۔

چھٹی نشست

یہ نشست مغرب و عشاء کے مابین ساڑھے چھ بجے سے لے کر سوا آٹھ بجے تک ہوئی۔ آج بھی کل کی نشست کی طرح خطاب عام کا پروگرام تھا۔ سب سے پہلے امیر جماعت نے آج کے پروگرام کا اجمالی تعارف کراتے ہوئے اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد حسب اعلان مولانا سید حامد علی مدیر 'زندگی' نے 'ملک کے موجودہ مسائل اور ان کا غیر اسلامی اور اسلامی حل' کے موضوع پر ایک تقریر کی۔ آپ نے تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ یوں تو بہت سے مسائل ہیں جو اس وقت ہمارے ملک کو درپیش ہیں، لیکن جو مسائل بالکل بنیادی حیثیت رکھتے ہیں وہ فکری انتشار، اخلاقی ابتری، نسل و رنگ کے امتیازات، سیاسی پیچیدگی اور معاشی ناہمواری یہ پانچ مسئلے ہیں۔ رہے دوسرے مسائل تو وہ سب انہی پانچ مسئلوں سے پھوٹتے ہیں۔ آپ نے مذکورہ بالا ہر مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ موجودہ لادینی جمہوریت اور خدا بیزار

اشتراکیت ان کو حل کرنے سے کس لیے معذور ہیں اور دلائل کی رو سے واضح کیا کہ اسلام کس طرح ان مسئلوں کو نہایت حسن وخوبی کے ساتھ حل کرتا ہے۔

فکری انتشار کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ ملک اتحادِ فکر سے کس قدر محروم ہے۔ اتحادِ فکر پیدا کرنے والے اسباب کی نشان دہی کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ چوں کہ ہر انسان کے سوچنے کا ڈھنگ جداگانہ ہوتا ہے، اس لیے فکر کا اختلاف تو ایک فطری چیز ہے لیکن سوسائٹی کی تشکیل کے لیے بنیادی امور میں اتحادِ فکر پیدا کرنا ایک ناگزیر ضرورت ہے اور اس کے لیے لوگوں کے سامنے کوئی ایسی آخری سند (Final Authority) اور ایسے بنیادی مسلمہ اصول ہونے چاہئیں، جن کی طرف اختلاف کی صورت میں رجوع کیا جاسکے۔ اس مرض کا علاج کرنے کے سلسلے میں آپ نے لادینی جمہوریت اور اشتراکیت کی ناکامی پر تبصرہ کیا اور اسلام کے بارے میں دلائل کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ یہ سمجھایا کہ کس طرح ایک علیم وخبیر خدا اور اس کے بھیجے ہوئے ضابطۂ حیات کو تسلیم کرلینے سے یہ مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔

ملک کی اخلاقی حالت پر تبصرہ فرمانے کے بعد آپ نے واضح کیا کہ زندگی کی اعلیٰ تعمیر اور انسانی بہبود کے لیے اخلاقی اقدار کس درجہ ضروری ہیں۔ اخلاقی ابتری کے اسباب گناتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اس دنیا کی زندگی کو آخری زندگی سمجھ لینا، مادّی مفادات کو مقصود بنالینا، اخلاقی اقدار کو غیر مبتدل تسلیم نہ کرنا اور کسی ایسے ضابطۂ حیات کا اختیار نہ کرنا جو اخلاقی بنیادوں پر مرتب ہوا ہو اخلاقی ابتری کے بڑے بڑے اسباب ہیں۔ اس ابتری کے ازالے میں لادینی جمہوریت اور اشتراکیت کی تہی دستی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ جن نظاموں کی بنیاد ہی اس نظریہ پر ہو کہ زندگی بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور اخلاقی اقدار نہ غیر مبتدل ہیں اور نہ زندگی میں ان کی کوئی اہمیت ہے اس سے اس ابتری کے علاج کی توقع ہی کیا ہوسکتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اسلامی نظریات کی بنیاد پر اخلاقی اصلاح کی وضاحت فرمائی۔ آپ نے بتایا کہ اسلام انتہائی قوی دلائل کے ساتھ اس حقیقت کو ذہن نشیں کراتا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے جو دائمی اور ابدی ہے اور کامیابی دراصل وہی ہے جو اس ابدی زندگی میں حاصل ہو۔

اس کے بعد مولانا صدرالدین اصلاحی نے 'اسلامی نظامِ معیشت' کے عنوان سے ایک بسیط

مقالہ پیش کیا۔

اس مقالے میں آپ نے بتایا کہ انسان کے لیے روٹی کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے، کیوں کہ روٹی کی ضرورت انسان کی ایک قدرتی اور پیدائشی ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اصولی طور پر ابتدا سے دو ہی طریقے اختیار کیے جاتے رہے ہیں۔ ایک طریقہ تو عملاً یا عقیدتاً اس نظریہ پر مبنی رہا ہے کہ انسان ایک ترقی یافتہ حیوان ہے، اس کی کل زندگی بس یہی دنیوی زندگی ہے اور اس کی کامیابی نام ہے صرف اس بات کا کہ اس کی دنیوی خواہش پوری ہوں اور اس غرض کے لیے وہ مادّی حیثیت سے ارتقا کرتا چلا جائے۔ اس نظریے کے مطابق انسان کی سرشت چوں کہ از سر تا پا حیوانی ہے اس لیے اس کا اصل خمیر اگر کچھ ہوسکتا ہے تو صرف خود غرضی ہی ہوسکتا ہے، اور اس قسم کی ذہنیت رکھنے والوں کے دماغ سے جو فلسفۂ معیشت پیدا ہوگا وہ لازماً خود غرضی، تنازع اور بے درد کشمکش کا فلسفہ ہوگا۔ چناں چہ اسی فلسفۂ معیشت کے یہ عملی اور خارجی مظاہر ہیں جن کو جاگیرداری، سرمایہ داری اور اشتراکیت کے مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے کام کرنے والے کسی نظامِ معیشت سے معاشی عدل وفلاحِ عامہ کی توقع اصولاً غلط ہے اور عملاً کبھی نہ پوری ہونے والی کیوں کہ اس نظام کے اندر ذرائع معاش پر جو لوگ قابض ہوں گے ان کے سامنے سب سے اول و آخر صرف اپنی ہی خواہشیں رہیں گی اور دوسروں کو محض اتنی ہی معاش دینے پر تیار ہوں گے، جس کے دینے پر وہ مجبور کردیے جائیں یا پھر جس کی عطا و بخشش کی ان کی اپنی ہی مادّی مصلحتیں متقاضی ہوں۔ دوسرا طریقہ جو اسلام کا طریقہ ہے۔ اس نظریے پر مبنی رہا ہے کہ انسان حیوان سے بالاتر ایک مستقل نوع ہے، جس کے مسائل بالکل جداگانہ ہیں، جس کی قوتیں بالکل مختلف ہیں اور جو مادی خواہشوں اور ضرورتوں کے ساتھ ساتھ روحانی احساسات اور اخلاقی ضرورتیں اور مانگیں بھی رکھتا ہے۔ اس کی زندگی اسی دنیا تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے بعد بھی ہے اور یہ دنیوی زندگی اس کی کل زندگی کا ایک حقیر سا جزو ہے۔ اس کی کامیابی یہ نہیں ہے کہ اپنی مادی اور دنیوی خواہشوں کو خوب جی بھر کر پورا کرلے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس کی کل زندگی فائز المرام ہو، اور اس کے مادّی مطالبات کے ساتھ ساتھ اس کے اخلاقی اور روحانی مطالبات بھی اچھی طرح پورے ہوں۔ اس لیے اس کے لیے صحیح ارتقاء محض مادی ارتقا نہیں ہے، بلکہ انسانی ارتقا

ہے۔اور یہ انسانی ارتقا جس ذرائع پر موقوف ہے ان میں سے ایک بنیادی ذریعہ یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں زائد از ضرورت موادِ رزق پہنچ جائے وہ باقی لوگوں کی ضروریات زندگی کی فراہمی اپنا فریضہ قرار دیں، ورنہ ان کی انسانیت ارتقا نہ کرسکے گی اور وہ اپنی زندگی کے اہم تر حصے کو جو موت کے بعد شروع ہوتا ہے، ناکام بنالیں گے۔یوں گویا معاشرے کے حاجت مند افراد کی کفالت اگر وہ کریں گے تو خالص اپنے مفاد کے لیے کریں گے نہ کہ مفادِ غیر کے لیے۔ چناں چہ اس فعل کو قرآن کی زبان میں جس لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے وہ 'زکوٰۃ' کا لفظ ہے اور یہ لفظ تزکیے کے لفظ کا ہم اصل ہے اور تزکیہ کی قرآنی اصطلاح اور انسانی ارتقا کی اصطلاح دونوں ایک ہی حقیقت کی دو مختلف تعبیریں ہیں۔

اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ قرآن کا نظامِ معیشت جس اصل پر قائم ہے وہ خود غرضی کے برعکس عدل، احسان اور ایثار کی اصل ہے، اور جو معاشرہ قرآنی تعلیمات کا پیرو ہوگا اس کے اندر معاشی فضا بے درد کشمکش کی نہ ہوگی بلکہ عدل و ایثار کی ہوگی اور وہاں کوئی متنفس بھی اپنی ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے گا۔

اس کے بعد آپ نے واضح کیا کہ اگرچہ اسلام کا یہ نظریۂ حیات معاشی عدل کا پورا ضامن ہے۔اگر نوع انسانی کی فراہمیِ رزق کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے کہ اسے محض کھاتے پیتے لوگوں کے احساس فرض اور ان کی اخلاقی ذمہ داریوں ہی پر نہیں چھوڑ دیا ہے، بلکہ اِن اخلاقی ذمہ داریوں میں سے ایک ضروری حد پر ضابطے کی لکیر بھی کھینچ دی ہے۔یعنی ہر صاحب دولت مسلمان پر قانوناً یہ ضروری ٹھیرا دیا ہے کہ وہ اپنی کمائی اور اپنے اندوختہ کا ایک متعین حصہ لازماً حکومت کے حوالہ کرے تاکہ وہ حاجت مند افراد کی کفالت کرے۔اسی طرح اس نے کسبِ معاش کے ان تمام طریقوں پر قانونی پابندی لگادی ہے جن کے اختیار کیے بغیر دنیا میں سرمایہ داری کے عفریت پیدا ہی نہیں ہوسکتے۔اس سلسلے میں آپ نے اسلامی نظام معیشت کی ساری مثبت اور منفی دفعات کی تفصیل پیش کی اور بتایا کہ اسلامی نظام معیشت میں دو باتیں اساسی اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ضرورت مند افراد کی لازمی اور ابتدائی ضرورتوں کی فراہمی ریاست کے ذمہ ہے۔ دوسری یہ کہ افراد کی انفرادی ملکیت ایک تسلیم شدہ شے ہوگی، کیوں کہ اسلام کا پیش کیا ہوا نظام

تزکیہ، یعنی انسانی ارتقاء کا نظام اس کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ان دونوں نکات پر آپ نے تفصیل سے روشنی ڈالی۔ پھر اس کے بعد اس حقیقت کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا کہ اس نظام معیشت کی اصل قدر اور اہمیت کو پہچاننے کے لیے اس پورے نظام اسلامی کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے جس کا یہ نظام ایک جزو ہے۔ کیوں کہ اس کا سارا انحصار اسلامی نظام کے بعض دوسرے اجزا کے ہی اوپر ہے، بالخصوص اس کے نظام اخلاق پر اور ان مابعد الطبیعیاتی تصورات پر جو اس نظام اخلاق کی بنیادیں ہیں۔ آخر میں آپ نے اس سوال کا ذکر کیا جو اس بحث کو سننے کے بعد سامعین کے دلوں میں قدرتاً آپ سے آپ ابھر سکتا ہے۔ یعنی یہ کہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں ان اصولِ معیشت پر عمل درآمد کس طرح کیا جائے گا؟ اور بتایا کہ اس سوال کو حل کرنے کے لیے اصل ضرورت عملی بحثوں کی نہیں ہے، بلکہ ان مردانِ کار کی ہے جو اس نظام حیات کو جس کا یہ نظام معیشت ایک جزو ہے حق سمجھ کر اسے برپا کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔

ساتویں نشست

یہ نشست ۲۹ نومبر ۱۹۵۲ء سنیچر کو سوا آٹھ بجے سے بارہ بجے تک ہوئی۔ اس نشست میں سب سے پہلے وہ تجاویز پیش ہوئیں جو کل کی نشست میں پیش ہونے سے رہ گئی تھیں۔ اس کے بعد ان شبہات و اعتراضات کے ازالے کا پروگرام تھا جو مختلف مقامات کے رفقا کے سامنے مختلف لوگوں کی طرف سے پیش کیے جاتے رہے ہیں۔ تجاویز کی طرح شبہات و اعتراضات کو بھی ایک ایک کر کے پڑھا جاتا رہا اور امیر جماعت اس کے بارے میں اظہارِ خیال فرماتے رہے۔ شرکائے اجتماع کو اس بات کا حق دیا گیا تھا کہ امیر جماعت کے جس جواب پر انھیں اطمینان نہ ہو اس کے ضمن میں وہ اظہارِ خیال کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔

آٹھویں نشست

پونے دو بجے سے شروع ہو کر عصر تک یہ نشست رہی۔ سب سے پہلے امیر جماعت نے شرکاء اجتماع کو ان کی خواہش پر مقیمین حضرات اور شمالی ہند کے شریک اجتماع ہونے والے رفقا کا

تعارف کرایا۔

اس کے بعد موصوف نے اختتامی تقریر ارشاد فرمائی، جس میں خصوصیت سے ہمدردانِ جماعت کو مخاطب کیا گیا۔

اس خطاب کے بعد پروگرام کا وہ جز جو اَرکان کے علاوہ ہمدردان اور متاثرین وغیرہ کے لیے بھی عام تھا ختم ہوگیا اور ان کو اجازت دے دی گئی کہ وہ اگر چاہیں تو واپس جاسکتے ہیں۔

اس کے بعد اجتماع کی باقاعدہ نشست جو صرف ارکان کے لیے خاص تھی دوسرے روز منعقد ہوئی۔ شب میں حلقۂ ادب کا اجتماع ہوا جس کی مختصر کارروائی درج ذیل ہے۔

ادبی اجتماع

ادارۂ ادبِ اسلامی کا اجتماع زیرِ نگرانی جناب محمد شفیع مونس شب کو ساڑھے آٹھ بجے شروع ہوا اور گیارہ بجے تک چلتا رہا۔ کارروائی کا آغاز محمد شفیع مونس کے تعارفی کلمات سے ہوا۔ اس کے بعد اصغر علی عابدی نے ادارۂ ادب اسلامی کے مقصد اور اس کی خصوصیات پر ایک تقریر کی، جس میں بتایا کہ ادارۂ ادب اسلامی کا مقصد ادب میں اسلامی نقطۂ نظر کو اور زندگی کی ان قدروں کو پیش کرنا ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔ اسلامی ادب کے نام سے کسی کو غلط فہمی نہ ہونی چاہیے۔ ہمارے نزدیک اسلام زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور دوسرے شعبہ ہائے حیات کی طرح وہ ادب میں بھی رہ نمائی کرتا ہے۔ اس کی دی ہوئی ناقابل تغیر اخلاقی بنیادیں، اسلامی ادب کو قدامت پرستی اور جدت پرستی کی الجھنوں سے بہت اونچا بنا دیتی ہیں، فن اور تکنیک کے بارے میں ادارۂ ادب اسلامی کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ فن اور تکنیک سے اس کا کوئی جھگڑا نہیں، اصل چیز مقصد ہے۔ مسئلہ زبان کے بارے میں آپ نے کہا کہ اگرچہ ابھی تک ادارۂ ادب اسلامی کا بیش تر کام اردو ہی میں ہو رہا ہے، لیکن ہم ملک کی ہر ایک زبان میں اس عظیم مقصد کو پیش کرنا چاہتے ہیں، جس کے لیے ادارہ کام کر رہا ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ ہمارا مقصود کسی خاص زبان کی حمایت یا مخالفت نہیں بلکہ ادب کی ان صالح اسلامی قدروں سے روشناس کرانا ہے جن پر ایک اخلاقی زندگی تعمیر ہوتی ہے۔

تقریر کے بعد ادارۂ ادب اسلامی کی سرگرمیوں کی سالانہ رپورٹ پیش کی گئی۔ اور پھر تخلیقات نظم ونثر پیش کی گئیں۔ پیش کردہ تخلیقات کی مجموعی تعداد ۱۷ تھی جن میں ایک مقالہ تھا، پانچ افسانے اور خاکے، سات نظمیں اور چار غزلیں۔

اس کے بعد ان تحریروں پر تبصرہ کرنے کا پروگرام تھا لیکن یہ معلوم ہونے پر کہ حیدر آباد میں ان دنوں ۱۱ بجے کے بعد لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ممنوع ہے، یہ پروگرام نہ ہوسکا۔ آخر میں جناب محمد مونس نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے ہماری تحریروں کو نہایت دلچسپی اور سکون کے ساتھ سنا اور یہ اجتماع ۱۱ بجے ختم ہوگیا۔

نویں نشست

یہ نشست ۳۰/نومبر ۱۹۵۲ء کو ۹ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک ہوئی، درمیان میں دس منٹ کا وقفہ ہوا۔

۹ بجے سے وقفہ تک امیدوارانِ رکنیت اور ارکان جماعت کی الگ الگ نشستیں ہوئیں اور وقفہ کے بعد دونوں ایک ہی نشست میں شریک رہے۔ امیدواران رکنیت کی نشست میں ان کے تفصیلی تعارف اور متفرق امور پر تبادلۂ خیالات کا پروگرام تھا۔ ارکانِ جماعت کی نشست اس بات کے لیے خاص کی گئی تھی کہ ان کو ایک دوسرے کے خلاف جو شکایات ہوں یا وہ کسی پہلو سے کسی رفیق پر کچھ تنقید کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوں تو اس کو سامنے لایا جائے۔ یہ نشست امیر جماعت کی ایک مختصر تقریر سے شروع ہوئی، حمد وصلوٰۃ کے بعد آپ نے رفقا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ گزشتہ تین دنوں میں جو کچھ کارروائی ہوئی ہے اگرچہ اس کا بھی ہمارے مقاصد سے بہت گہرا تعلق تھا لیکن درحقیقت اس اجتماع کا جو سب سے اہم تر مقصد تھا، اس کا آغاز اب ہورہا ہے۔ اب تک جو کچھ کیا جاچکا ہے اس کا بڑا مقصد لوگوں کو اپنی دعوت سے روشناس کرانا تھا لیکن ہمارے اجتماعات کا سب سے اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ جماعت سے وابستہ ہوں وہ باہم مل جل کر تنظیمی اور دیگر جماعتی امور پر غور کریں، دعوت کی وسعت اور پھیلاؤ سے زیادہ اہم اور مقدم داخلی تنظیم و استحکام ہے بلکہ اسی پر وسعت اور پھیلاؤ کا دار و مدار ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ ہمہ تن

متوجہ ہوکر پیش نظر مسائل پر غور فرمائیں تاکہ کام وقت کے اندر حسن وخوبی کے ساتھ پورا ہوجائے۔

جیسا کہ آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ ماہ نامہ 'زندگی' میں اعلان کیا گیا تھا کہ رفقا ایک دوسرے کے خلاف جو شکایات رکھتے ہوں انہیں تحریری شکل میں قیم جماعت کے حوالے کردیں۔ ان شکایات کو ارکان جماعت کے سامنے پیش کرنے کے لیے ان کی ایک نشست ہوگی۔ چناں چہ اسی اعلان کے مطابق یہ نشست ہو رہی ہے۔ اس نشست کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ جماعت کے پیش نظر جو مقصد ہے اس کے حصول کے لیے رفقا کی باہمی یگانگت نہایت ضروری ہے۔ رفقا کو جب ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام کرنا پڑے گا تو یہ تو محال ہے کہ انہیں کچھ شکایتیں ایک دوسرے کے خلاف پیدا ہی نہ ہوں۔ لیکن ان شکایات کو استقلال نہیں ہونا چاہیے بلکہ ساتھ ہی ساتھ رفع ہوتے رہنا چاہیے خواہ یہ شکایات ذاتی نوعیت کی ہوں یا جماعتی۔ مگر شاید اس پروگرام کی اہمیت کو پوری طرح محسوس نہیں کیا گیا۔ اور غالباً اسی کا نتیجہ ہے کہ صرف تین چار شکایات ہی ہمیں موصول ہوئی ہیں۔ اگر رفقا کو ایک دوسرے کے خلاف فی الواقع شکایات اور غلط فہمیاں اس درجہ کم ہوں تو یہ بہت اچھا ہے لیکن اگر اس میں کسی طرح کے تکلف سے کام لیا گیا ہے تو یہ بہت بری چیز ہے۔ جماعتی زندگی میں محاسبہ اور ایک دوسرے پر آزادانہ تنقید جماعتی زندگی کی روح ہے۔ اس میں تکلف اور بے جا رعایت کا کوئی دخل نہ ہونا چاہیے۔ معمولی معمولی شکایات ہی آگے چل کر پھوڑا بن جاتی ہیں، جن کا علاج جماعتوں کے لیے دشوار ہوجاتا ہے۔ البتہ اس کے ساتھ ہی میں اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ کوئی تنقید بلا اعتراض اس وقت تک ہمیں کرنا مناسب نہیں ہے جب تک کہ اس کے بارے میں پوری تحقیق نہ کرلی گئی ہو اور واقعی اس کے لیے کوئی بنیاد نہ ہو، اور تنقید یا اعتراض کرتے وقت بہرحال شائستگی کو ملحوظ رکھنا چاہیے، بے وجہ کوئی دل آزار طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح جن لوگوں پر اعتراض کیا جارہا ہو ان کو اعتراض کرنے والوں کے بارے میں حسن ظن سے کام لینا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کا مقصد محض جماعتی مفاد ہے بے جا تنقیص یا تحقیر نہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں خود اپنے کو بھی آپ کی آزادانہ تنقید اور محاسبہ کے لیے پیش کرتا ہوں، اگر کسی کو مجھ سے ذاتی طور سے کوئی شکایت ہو یا کسی کو جماعت سے متعلق میرے کسی کام پر کوئی اعتراض ہو تو اس کو

بلا تکلف پیش کرنا چاہیے، بہر حال اس سلسلے میں جو چیزیں موصول ہوئی ہیں، انہیں نام بنام پیش کیا جاتا ہے اور جو شکایت جن صاحب کے خلاف ہے ان کے لیے موقع ہے کہ وہ اگر ضروری محسوس کریں تو صفائی پیش کریں۔

تنقیدات وشکایات

حلقہ بمبئی کے قیم نے ایک رکن جماعت کے بارے میں شکایت پیش کی کہ وہ حیدر آباد سے پونہ منتقل ہو گئے ہیں لیکن انھوں نے اب تک ان کو اس کی اطلاع نہیں دی۔ اس کا علم انہیں دوسرے ذرائع سے حاصل ہو سکا ہے۔ امیر جماعت نے اس شکایت کے بارے میں متعلق رکن سے دریافت کیا۔ ان کے جواب سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی رپورٹ سابق قیم کو اس اعتماد پر بھیجتے رہے کہ اب بھی وہ انھی کے حلقہ میں ہیں، مزید پوچھ گچھ کے بعد معلوم ہوا کہ بعض خاص اسباب کے تحت متعلق شخص کو یہ ٹھیک طور سے پتہ نہیں چل سکا کہ پونہ کا تعلق کس حلقہ سے ہے۔ اس پر امیر جماعت نے فرمایا کہ پونہ بمبئی کے حلقہ میں شامل رہے گا، حیدر آباد میں اسٹیٹ سے باہر کے جن علاقوں کو شامل کیا گیا ہے، ان کی صراحت پہلے سے موجود ہے۔ حلقوں کے حدود کا معاملہ بہت آسان ہے جو ملکی تقسیم ہے وہی جماعتی تقسیم ہے۔ اگر اس کے خلاف کہیں دعوتی کاموں میں سہولت پیدا کرنے کے پیش نظر کچھ ردو بدل کی جاتی ہے تو اس کی صراحت کر دی جاتی ہے۔ جو رفقا ایک مقام یا حلقہ سے دوسرے مقام یا حلقہ میں تبدیل ہوں ان کے لیے مرکز کی ہدایات کے مطابق ضروری ہے کہ وہاں مقامی امیر یا قیم حلقہ کو بھی اس سے مطلع کریں اور مرکز کو اس کی اطلاع دیں۔ ارکان کو حلقہ جات سے بہر حال واقف ہونا چاہیے اور اگر واقفیت نہیں ہے تو منتقلی کے بعد سب سے پہلے اسی کی فکر کرنی چاہیے۔ ایک آواز: قیمین کے پاس ایک دوسرے کے پتے ہونا چاہئیں۔ امیر جماعت: یہ ٹھیک ہے۔ قیمین حضرات اسے نوٹ کر لیں۔

ایک رکن جماعت نے مقامی امیر جماعت کے متعلق یہ شکایت کی کہ وہ جزیات دین پر زیادہ زور دیتے ہیں اور بعض اوقات موقع محل کے خلاف گفتگو کرتے ہیں، جس کا متاثرین پر برا اثر پڑتا ہے۔ امیر جماعت کے استفسار پر مقامی امیر جماعت نے جواب دیا:

ضعیف العمری کے باعث میں خودعرض کرنے والا تھا کہ مجھے اب مقامی امیر کی ذمہ داری سے سبکدوش کردیا جائے، میں خودتو محتاط ہی رہنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن غلطی انسان سے ہوتی ہے۔

امیر جماعت: اگر یہ شکایات درست ہیں تو رکن ہونے کی صورت میں بھی ان کو ذمہ دار نہیں رہنا چاہیے۔امیر جماعت نے مزید فرمایا کہ اگر کوئی غلطی ہوئی ہے تو وہ غیر ارادتاً غلطی ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ قیم حلقہ موصوف سے علیحدہ گفتگو کر کے انہیں بتادیں کہ جزئیات سے کس حد تک اور کس طرح تعرض کیا جاسکتا ہے۔

ایک صاحب نے ایک رکن جماعت کے بارے میں جو سیلون (سری لنکا) منتقل ہو گئے ہیں، لیکن اس اجتماع میں شرکت کے لیے آ گئے تھے، دریافت کیا کہ کیا ابھی تک ان کو رکن جماعت تسلیم کیا گیا ہے۔

امیر جماعت نے جواب دیا کہ ہمارے علم کے مطابق ان کا ارادہ وہاں مستقل قیام کا نہیں ہے اس لیے اب تک ان کو رکن باقی رکھا گیا ہے لیکن اگر فی الواقع وہ مستقل وہاں قیام پذیر ہونا چاہتے ہیں تو ظاہر ہے ان کے غیر ملکی ہونے کی بنا پر جماعت کے ساتھ ان کا رکنیت کا تعلق باقی نہیں رہ سکتا، البتہ اگر وہ چاہیں تو بطور اطلاع اپنی جماعتی سرگرمیوں سے مرکز کو مطلع کرتے رہیں۔

ایک رکن جماعت کے بارے میں ایک دوسرے رفیق نے کہا کہ ان کے بعض معاملات کے متعلق لوگوں کو شکایات ہیں۔امیر جماعت کے استفسار پر رکن مذکور نے جواب دیا کہ یہ شکایات بے بنیاد ہیں، چوں کہ اندازہ یہ ہوا کہ اس معاملہ کی تحقیق میں کافی وقت صرف ہوجائے گا اس لیے کہا گیا کہ دونوں حضرات اس معاملہ پر امیر جماعت سے علیحدہ بات چیت کرلیں اور اس گفتگو میں ان لوگوں کو بھی شریک کرلیا جائے جو اس سلسلہ میں کچھ معلومات رکھتے ہوں۔

ایک رکن جماعت: میں اپنے مقام پر تنہا ہوں، اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق تحریک اسلامی کا کچھ کام کرتا ہوں لیکن اس کی سخت ضرورت ہے کہ ہمارے قیم حلقہ اپنے دورے کے سلسلے میں وہاں بھی پہنچتے رہیں۔

قیم حلقہ: قیم جماعت نے گزشتہ سال جب دورے کا پروگرام بنایا تھا تو میں وہاں گیا تھا اور اس کے بعد بھی میں وہاں گیا اور جمعہ کے روز لوگوں کو خطاب کیا، لیکن افسوس ہے کہ میں مصروف

ہونے کی وجہ سے اس سلسلے میں زیادہ وقت دینے سے قاصر ہوں۔

امیر جماعت: قیمین حضرات کو جہاں تک ہو سکے حسب ضرورت دورے کرنے کی کوشش عمل میں لانی چاہیے۔ تحریک کے فروغ کے لیے اس کی سخت ضرورت ہے لیکن اس کے ساتھ مقامی کارکنوں کو بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ اگر ان کے یہاں کسی وجہ سے قیم حلقہ کا دورہ نہ ہو سکے تو اپنی سعی و جہد میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دیں۔

ایک مقام کے امیر نے ایک رکن جماعت کے بارے میں شکایت کی کہ ہفتہ واری اجتماعات میں پابندی کے ساتھ شرکت نہیں کرتے۔

ان صاحب نے جواب دیا کہ میں نے حال ہی میں قیم حلقہ کو مطلع کر دیا ہے کہ انشاء اللہ اب مجھ سے اس سلسلہ میں کوتاہی نہ ہوگی۔

امیر جماعت: رفقا کو یہ بات صفائی کے ساتھ سمجھ لینی چاہیے کہ نظم جماعت کی پابندی نہایت ضروری ہے اور ہمیں اس بات کا شوق نہیں ہے کہ لوگوں کو خواہ مخواہ جماعت میں بھرتی کیا جائے۔

ایک رکن جماعت نے بعض شرکائے اجتماع کے اس احساس کا ذکر کیا کہ امیر جماعت اور شمالی ہند کے رفقا نے بعض اوقات عام دسترخوان پر کھانا نہیں کھایا بلکہ ان کا دسترخوان الگ بچھایا گیا، جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ کھانے میں شاید کچھ امتیاز برتا گیا۔

امیر جماعت نے جواب دیا کہ میں اور شمالی ہند کے رفقا عام طور سے عام دسترخوان ہی پر کھانا کھاتے رہے ہیں۔ صرف دو وقت منتظمین کی خواہش پر انتظامی سہولتوں کی خاطر ان کے کھانے کا علیحدہ انتظام کیا گیا تھا لیکن جونہی یہ بات میرے علم میں لائی گئی کہ اس کو کچھ لوگ ناپسند کر رہے ہیں، منتظمین کو ہدایت کر دی گئی کہ علیحدہ انتظام کی ضرورت نہیں، چناں چہ اس کے بعد شمالی ہند کے رفقا بھی عام دسترخوان پر کھانا کھاتے رہے، الّا یہ کہ کسی نے کسی وقت کھانا ہی نہ کھایا، اور شمالی اور جنوبی ہند کے رفقا کے کھانوں میں اگر کوئی امتیاز برتا گیا ہے تو وہ صرف کھٹے اور میٹھے کا ہے اور اس حد تک کے امتیاز میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ تو یک گونہ ضروری تھا، جس کو بسا اوقات نظر انداز کیا گیا مگر اس پر شمالی ہند کے رفقا کو جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی شکایت نہیں ہے۔

گزشتہ اجتماع کے موقع پر بھی جو رام پور میں ہوا تھا جنوبی ہند کے رفقا کے لیے اس امتیاز کو روا رکھا

گیا تھا۔ درحقیقت اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے، یہ تو صورت حال کی توضیح ہوئی باقی اصولاً میں اسے عذر نہیں سمجھتا کہ بعض مواقع پر خود جماعتی ضروریات کے تحت کوئی شخص یا چند اشخاص دسترخوان پر نہ بیٹھ سکیں اور ان کے کھانے کا انتظام الگ سے کیا جائے۔

اس کے بعد ایک رکن جماعت کے بارے میں یہ شکایت پیش کی گئی کہ انہوں نے ناظم اجتماع کی اجازت کے بغیر اپنے کھانے اور سونے کا انتظام اجتماع گاہ سے باہر کیا۔

جواب میں انہوں نے بتایا کہ ان کو ٹھہرنے کی ایک ایسی جگہ ملی تھی جہاں ہوا زیادہ تھی جس کے وہ عادی نہیں ہیں، نیز کھانا بھی ان کے ذوق کے مطابق نہیں تھا اور اس کے سلسلے میں انہوں نے ناظم اجتماع کو توجہ بھی دلائی تھی لیکن جب اس کا کوئی ازالہ نہیں کیا گیا تو مجبوراً انہوں نے ایسا کیا۔

ایک رکن جماعت: ناظم اجتماع نے اگر توجہ نہیں کی تھی تو امیر جماعت کو مطلع کرنا چاہیے تھا۔

امیر جماعت: اس واقعہ کے علم میں آنے سے مجھے بہت زیادہ افسوس ہوا۔ اجتماع کے موقع پر رفقاے جماعت کو یہ سوچنا ہی نہیں چاہیے کہ ان کی حیثیت مہمان کی ہے، سب کو مل کر اجتماع کے انتظامات کرنے ہیں، ایک دوسرے کے کاموں میں تعاون و اشتراک ہونا چاہیے۔ اور اگر کسی کو کوئی تکلیف بھی پیش آئے تو اسے خوش دلی سے برداشت کرنا چاہیے، جن تکالیف کا تذکرہ کیا گیا ہے اگر وہ میرے علم میں آتیں تو ان کا فوری ازالہ کیا جاتا، تاہم اگر مجبوری ہی تھی تو کم از کم اتنا تو ضرور ہونا چاہیے تھا کہ وہ اجتماع گاہ کو ناظم اجتماع کی اطلاع و اجازت کے بعد چھوڑتے۔ نظم کو بہرصورت برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ بہرحال قیام و طعام وغیرہ کے سلسلے میں شکایات آگے ایک مخصوص نشست میں زیر بحث آئیں گی، اس لیے ان کو اسی موقع کے لیے اٹھا رکھا جائے اس نشست میں صرف شخصی شکایتیں پیش کی جائیں۔

اس کے بعد ایک رکن جماعت نے خطاب عام کے پروگرام کی ترتیب کے سلسلے میں اعتراض کیا کہ اس میں مقامی پبلک کے ذوق و رجحان اور استعداد کا پورا لحاظ نہیں کیا گیا۔ امیر جماعت نے تفصیل سے بتایا کہ پروگرام کن باتوں کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا گیا تھا اور اس کی کیا افادیت مطلوب تھی، اس توضیح پر اظہار اطمینان کیا گیا۔ ایک دوسرے رکن جماعت نے خیال ظاہر کیا کہ شکوک وشبہات کے ازالے کے لیے پروگرام میں کافی گنجائش رکھنی چاہیے تھی۔

امیر جماعت: جس قدر شکوک ہیں، ان کے ازالے کے لیے محض ایک ہی اجتماع کافی نہیں ہوسکتا، پھر شکوک کے ازالہ کے لیے بھی یہ مناسب سمجھا گیا کہ دعوت کی اصولی توضیح اسی طرح کردی جائے کہ اس سے خود بخود بہت سے شبہات کا ازالہ ہوجائے، چناں چہ ایسا ہی کیا گیا ہے اور اہم شبہات کو خاص طور سے پیش نظر رکھ کر ان کے ازالے کی بھی کوشش کی گئی ہے گو ان شبہات کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ میں نے خود اپنی تقریر میں اس کا کافی لحاظ کیا ہے۔

ایک آواز: دعوت زیادہ بلندی سے پیش کی جاتی ہے، جس سے عام لوگ پوری طرح مستفید نہیں ہو پاتے۔

امیر جماعت: مجھے اس کا احساس ہے لیکن اس مرتبہ تو شاید اس شکایت کا موقع نہیں ہے۔ اب تقریروں اور مقالوں کو کافی عام فہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی تاہم بہت سی باتیں ایسی ہیں جو خواص ہی کے سمجھنے کی ہوتی ہیں ان میں عوام کی زیادہ رعایت کی ہی نہیں جاسکتی۔

ایک آواز: دوسرے روز کے خطاب عام کے موقع پر امیر جماعت کی عدم موجودگی بری طرح محسوس ہوئی۔

امیر جماعت: ضرورتاً مجھے جانا پڑا اس لیے آخر تک نہ بیٹھا۔ اس کا مجھے بھی افسوس ہے۔ اس کے بعد دس منٹ کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد جب دوبارہ ارکان جمع ہوئے تو امیر جماعت نے ایک مختصر تقریر میں یہ بتایا کہ باہمی شکایات کے ازالہ کے بعد اب ہماری کارروائیوں کا سب سے اہم حصہ شروع ہورہا ہے، ہمیں نظم جماعت کے داخلی مسائل کے بارے میں غور وفکر کرنا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ اس طرح کے مسائل زیر بحث آئیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آپ کے سامنے جماعت کی مالیات کا نقشہ پیش کردیا جائے۔ یوں تو بیت المال کا حساب مجلس شوریٰ میں پیش ہوتا ہی رہا ہے لیکن یہ ایک ایسی چیز ہے جسے عام ارکان کے علم میں بھی آنا چاہیے۔ اس لیے اصولاً بھی اس کو یہاں پیش کرنے کی ضرورت ہے اور اس بنا پر بھی اس کی ضرورت ہے کہ آپ آئندہ جن تجاویز پر غور کریں ان میں جماعت کی مالی حالت کا پورا لحاظ کرسکیں۔

اس کے بعد امیر جماعت نے مولوی عبدالحی مدیر 'الحسنات' کو اشارہ کیا کہ وہ بیت المال کے حسابات پڑھ کر سنا دیں، چناں چہ انھوں نے ان کی تفصیلات پڑھ کر سنائیں اور جن باتوں کی

توضیح طلب کی گئی ان کی وضاحت خود انہوں نے یا ضرورت پیش آنے پر امیر جماعت نے کی۔ اس کے بعد اجتماع کی یہ نشست دس منٹ کے لیے ملتوی ہوگئی۔ وقفہ کے بعد امیدوار رکنیت بھی شریک کر لیے گئے۔ سب سے پہلے ان کا تعارف کرایا گیا۔ اس کے بعد امیر جماعت نے رفقا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ایک عرصہ سے یہ احساس ہے کہ عام طور سے ہمارے رفقا اپنی مقامی جماعتی ضرورت کو مرکز کے مقابلہ میں مقدم رکھتے ہیں۔ غالباً یہ مرکزی بیت المال کے بارے میں بہت زیادہ خوش گمانی رکھنے کا نتیجہ ہے۔ لیکن اب جب کہ بیت المال کی صحیح صورت سامنے آ گئی ہے، میں سمجھتا ہوں آپ سب کا احساس یہی ہوگا کہ مرکز کی ضروریات زیادہ اہم ہیں اور ان کو بہر صورت مقامی ضروریات پر مقدم رکھنا چاہیے۔ سب نے اقرار کیا کہ ایسا ہی ہے۔

امیر جماعت نے مزید فرمایا کہ مرکز کے سامنے جو ضروریات ہیں وہ آپ کے علم میں ہیں۔ ان میں ایک مزید اضافہ سالانہ اجتماع کے مصارف کا بھی ہے، جیسا کہ آپ نے حسابات میں ملاحظہ فرمایا ہے، پہلے اجتماع کے موقع پر بھی جو رام پور میں ہوا تھا۔ ہزار روپے کا خسارہ رہا ہے، اس اجتماع کے حسابات ابھی مرتب ہو کر سامنے نہیں آئے ہیں لیکن اندازہ یہ ہے کہ اس سال بھی کافی خسارہ رہے گا۔ ظاہر ہے اس کا انتظام ہمیں جماعتی طور سے ہی کرنا ہے اس لیے اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک رکن جماعت: مرکز اپنی ضروریات کو اپنے قریبی رفقا کے سامنے پیش کرنے میں بھی کچھ زیادہ وقار کا خیال رکھتا ہے۔ لوگوں کو عام طور سے ان کا علم ہی نہیں ہونے پاتا۔ مالیات پر اس کا بھی اثر پڑتا ہے۔

امیر جماعت: ضروریات تو اکثر پیش کی جاتی رہی ہیں اور ان میں جس حد تک صراحت ممکن ہو سکتی ہے اس کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اگر اس پر بھی رفقائے جماعت ہماری دقتوں کو نہ سمجھ سکیں تو پھر اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

ایک رکن جماعت: رفقا سے میں کہنا چاہتا ہوں کہ اس سے زیادہ مرکز سے اور کچھ سننے کی توقع نہ رکھیں۔

سوال: کیا جماعتیں قیم حلقہ کی وساطت کے بغیر مرکز کو روپے بھیج سکتی ہیں۔

امیر جماعت: اگر مقامی جماعتیں اپنی مقامی ضروریات کے ساٹھ فیصدی حصہ میں سے وساطت کے بغیر مرکز بھیجنا چاہیں تو براہِ راست بھی بھیج سکتی ہیں اور مرکز کے لیے خصوصی اعانتیں بھی براہِ راست بھیجی جاسکتی ہیں، ہم نہ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ سب کچھ مرکز ہی کو دے دیں اور نہ یہی کہ سب کچھ مقامی ضروریات ہی پر صرف کر دیا جائے، ضرورتوں کی اہمیت کے لحاظ سے صرف میں اعتدال وتوازن پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک تجویز: اگر کسی خاص مد یا عنوان کا نام لے کر رفقا کو اعانت کی طرف توجہ دلائی جائے تو وہ زیادہ آسانی سے متوجہ ہو سکتے ہیں۔

امیر جماعت: ہمارے سامنے ایک دو مدیں ہوں تو ایسا ہوسکتا ہے، لیکن جب مدات بہت سی ہیں تو پھر ایسا ہی کرنا مناسب ہے کہ ایک مد مرکز کی خصوصی اعانت کی قائم کر دی جائے۔

قیم جماعت: مقامی جماعت کی ایک سو روپے آمدنی میں سے صرف چالیس روپے بیت المال حلقہ میں آتا ہے اور پھر اس رقم کا صرف ۲۰ فیصدی حصہ مرکز جاتا ہے، اس طرح مرکز کے حصہ میں صرف آٹھ روپے آتے ہیں۔ قیمین کو مرکز کی ضروریات کو زیادہ مقدم رکھنا چاہیے اور بقیہ رقم لازماً مرکز کو بھیج دی جایا کرے۔

ایک رکن جماعت: لوگ اپنے اپنے مقامات پر واپس جا کر مرکز کی فوری ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعانت فرمائیں اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اس پر توجہ کریں، دوسرے لوگوں کو بھی جو جماعت سے حسن ظن رکھتے ہوں، دینی ضروریات کے تحت توجہ دلائی جاسکتی ہے۔

امیر جماعت: مقامی امراء اور قیمین ہر تین ماہ اور چھ ماہ کے بعد اپنی بقایا رقمیں حسب ضابطہ لازماً حلقہ اور مرکز کو روانہ کر دیا کریں اور قیمین اس کی پوری نگرانی کریں۔

جماعت سے باہر کے لوگوں کو جو ہم سے حسن ظن رکھتے ہوں ان کو دینی ضروریات کی طرف توجہ دلائی جاسکتی ہے لیکن اس میں اپنے معروف طریقہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اس کے بعد حلقہ جات سے آنے والی رقوم کے حسابات پڑھ کر سنائے گئے۔

اس کے بعد حلقہ مدراس کے لیے ہمہ وقتی قیم کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ امیر جماعت نے وضاحت کی کہ جنوبی ہند میں دعوت کے کام کے مواقع بہت زیادہ ہیں لیکن مدراس کے تینوں

قیمین میں کوئی بھی ایک اپنی گونا گوں مصروفیتوں کی وجہ سے کام کے لیے زیادہ وقت نہیں دے سکتے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں حلقوں کو ملا کر ایک حلقہ بنا دیا جائے اور اس کے لیے ایک ہمہ وقتی قیم مقرر کیا جائے، اسی کے ساتھ دار الاشاعت کا مسئلہ بھی ہے۔ تمل لٹریچر کی مانگ بہت ہے اور اس سے بیت المال کو کچھ آمدنی بھی ہو سکتی ہے لیکن اس وقت ذمہ داروں کی مصروفیت اس کی ترقی میں بھی مانع ہے۔ امیر جماعت نے اس سلسلے میں یہ بھی واضح کیا کہ ہمہ وقتی قیم کے تقرر میں مرکز بحالات موجودہ بہت تھوڑی مالی اعانت کر سکتا ہے اس کا بار زیادہ تر اس حلقہ کے رفقا ہی کو اٹھانا چاہیے اور یہ بات معقول بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب لوگ اپنی معاشی مصروفیات کی وجہ سے دعوت و تبلیغ کے لیے زیادہ وقت نہیں دے سکتے تو ان کو اس کام کے لیے رقمی امداد فراہم کرنی چاہیے۔

تقریر سننے کے بعد علاقہ کے رفقا نے غور و مشورہ کے لیے کچھ تھوڑی مہلت چاہی، جس کی ان کو اجازت دے دی گئی۔

اس کے بعد 'حیات نو' کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ اس کے بارے میں جو کچھ طے کیا گیا اس کا خلاصہ تجاویز کے حصہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

دسویں نشست

یہ نشست بعد نماز عشا منعقد ہوئی۔ سب سے پہلے مدراس کے رفقا نے اپنے ہمہ وقتی قیم کی تجویز کے سلسلے میں اپنے غور و مشورہ کا نتیجہ بیان کیا، جو یہ تھا: وہ اس مد کے لیے تھوڑی رقمیں جمع کریں گے، لیکن چوں کہ یہ رقم پیش نظر ضرورت کے لیے بہت ہی ناکافی ہے اس لیے سر دست اس تجویز کو کچھ دنوں کے لیے ملتوی کر دیا جائے۔

ایک آواز: تاخیر سے اس حلقہ میں تحریک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

امیر جماعت: اس مسئلہ کو سر دست یہیں ختم کر دیا جائے، مجلس شوریٰ کے بعد اس کے بارے میں کوئی آخری رائے قائم کی جائے گی۔ بہر حال جہاں تک ضرورت کا سوال ہے مجھے اس کا بخوبی احساس ہے اس لیے آپ لوگ ایسے نام تجویز کریں جو ہمہ وقتی قیم کے لیے موزوں ہو سکتے

ہوں تا کہ جب اس کا فیصلہ کیا جائے تو قیم کے تقرر میں آپ کے مشوروں سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ چناں چہ کئی نام پیش کیے گئے جو نوٹ کر لیے گئے۔

اس کے بعد امیر جماعت نے وہ تجویز پیش کیں جو دستور میں ترمیم و اضافہ سے متعلق رفقا کی طرف سے موصول ہوئی تھیں۔

ان کو پیش کر کے امیر جماعت نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ ایک ایک تجویز پر الگ غور کیا جائے، اصولاً یہ طے کرنے کی ضرورت ہے کہ دستور میں ترمیم کی ضرورت ہے یا نہیں اور کیا دستور کی بعض وضاحت طلب باتوں کی وضاحت کر دینے اور طریق کار کے بارے میں کچھ نئی باتوں کے طے کر لینے سے جو بہر حال دستور کا جز و نہیں ہو سکتیں کام نہیں چل سکے گا۔ جو ترمیمیں موصول ہوئی ہیں ان میں سے کسی کا بھی منشا یہ نہیں ہے کہ دستور کی بنیادی باتوں میں کوئی ترمیم ہونی چاہیے، بعض ترمیمیں ایسی ہیں جن کا منشا محض اتنا ہے کہ بعض خاص خاص الفاظ کو عام فہم الفاظ سے بدل دیا جائے تا کہ ان کا مفہوم سمجھنے میں سہولت ہو۔ ظاہر ہے اتنی بات کے لیے دستور میں ترمیم کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا ورنہ ہمیں روزانہ ہی دستور میں ترمیم کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ کچھ تجاویز جماعت کے طریقِ کار کے ضمن میں کچھ نئے اضافوں سے متعلق ہیں۔ ان میں بعض تجاویز تو ایسی ہیں کہ وہ پہلے سے دستور میں موجود ہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ وہ بہت واضح نہیں ہیں اسی لیے اگر ان کی توضیح کر دی جائے تو ان تجاویز کا منشا پورا ہو سکتا ہے اور کچھ تجاویز یں ایسی ہیں جو طریق کار سے متعلق ہیں اور ان کے سلسلے میں ہمیں بہر حال غور کر کے کچھ طے کرنا ہے لیکن طریقہ کار میں تو حالات کے مطابق اپنے اصولوں کے تحت اکثر رد و بدل کی ضرورت پیش آتی رہے گی اس لیے اس طرح کی چیزیں دستور سے علیحدہ ہی رہنی چاہئیں، بہر حال جن امور کی وضاحت یا طے کرنے کی آپ ضرورت سمجھ رہے ہوں ان کو نوٹ کر کے جلد قیم جماعت کے پاس بھیج دیں، مجلس شوریٰ کے مشورے سے ان کے بارے میں طے کر کے اعلان کر دیا جائے گا۔

اس سلسلے میں میں رفقا کو اس طرف بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری تحریک جس مرحلہ سے گزر رہی ہے اس میں قانونیت اور ضابطہ بندی کی طرف زیادہ رجحان کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے، کام میں نظم و ضبط کے لیے بلاشبہ اصول و ضوابط کی ضرورت ہے لیکن ان کو ضرورت کے تابع رکھنا

چاہیے اور ضرورت کا فیصلہ کرتے وقت اپنے حالات کو سامنے رکھنا چاہیے۔ دوسری جماعتوں کے اصولوں اور ضابطوں کو جو ہم سے مختلف حالات میں کام کر رہی ہوں، سامنے رکھ کر اپنی ضرورت کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے بعد 'الانصاف' کا مسئلہ زیر بحث آیا، بحث کا خلاصہ تجاویز کے ضمن میں آگے درج ہے۔

گیارہویں نشست

یہ نشست یکم دسمبر ۱۹۵۲ء نماز فجر کے تھوڑی ہی دیر بعد شروع ہوگئی، اجتماع کی یہ نشست اگرچہ ارکان و امیدوار رکنیت کے لیے خاص تھی لیکن اس میں ایک غیر مسلم جومیٹ پلی ضلع کریم نگر سے شرکت اجتماع کے لیے آئے تھے ان کو بھی ان کے شوق پر شرکت کی اجازت دے دی گئی۔ یہ اس سے پہلے کی کارروائیوں میں بھی بالعموم شریک ہوتے رہے تھے۔ ان کے تعارف میں یہ بتایا گیا کہ یہ تیلگو زبان کے علاوہ اردو سے بھی بہ خوبی واقف ہیں اور جماعت کا لٹریچر شوق اور دلچسپی کے ساتھ پڑھ رہے ہیں۔

اس کے بعد جناب سید عبدالقادر منیجر مرکزی مکتبہ نے رفقائے جماعت سے خواہش کی کہ وہ مقامی عام مکتبوں اور مدارس و مکاتب کے پتے ان کے پاس بھیجیں تاکہ جماعتی لٹریچر اور درسیات کے فروغ و اشاعت میں ان سے مدد لی جا سکے۔

امیر جماعت نے بھی لوگوں کو توجہ دلائی کہ دونوں فہرستیں یا تو روانگی سے پہلے دے دی جائیں یا لوگ گھر جا کر فوراً بھیج دیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مکتبہ جماعت کی مالیات کے سلسلے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس کی ترقی کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہیے۔ مقامی جماعتوں کو یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ اگر عام مقامی مکتبوں کا تعلق براہِ راست مرکزی مکتبہ سے ہو گیا تو اس کا جماعت کے مقامی مکتبوں پر کوئی اثر پڑے گا، جماعت کے مقامی مکتبوں کا عام مقامی مکتبوں سے اب بھی بہت تھوڑا تعلق ہے اس لیے ان کے مرکز سے متعلق ہونے میں ان کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ ایک ہی جگہ پر کئی مکتبے قائم ہو جائیں گے تو یہ تو اچھی بات ہوگی اور اس میں مقامی جماعتی مکتبوں کا کوئی نقصان بھی نہیں ہے کیوں کہ ہر مکتبہ کا اپنا علیحدہ میدان ہے

اور بالفرض اس سے ہمارے مقامی مکتبوں کو کوئی نقصان بھی پہنچے تو ان کو اسے بہ خوشی گوارا کرنا چاہیے، کیوں کہ ان کے ذریعے ہمیں اپنی کتابوں کی اشاعت کرنی ہے اس لیے جس حد تک بھی ان کا تعاون واشتراک حاصل ہو سکے اس کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور اگر اس طرح کے مکتبوں کے قیام سے مقامی جماعتی مکتبوں کے بجائے مرکزی مکتبہ کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو اس سے ان کا کوئی نقصان نہیں ہے کیوں کہ مرکزی مکتبہ کا فائدہ انہی کا فائدہ ہے۔

اس کے بعد ادارۂ ادب اسلامی، حیدر آباد کی زیر تجویز غیر اقامتی درس گاہ، مقامی زبانوں میں لٹریچر کے ترجمے اور ان کے دار الاشاعت نیز بعض دیگر تنظیمی مسائل زیر بحث آئے اور ان کے سلسلے میں بعض تجاویز پاس ہوئیں جو آگے اجتماعِ ارکان میں تجاویز کے ذیل میں درج ہیں۔

اس کے بعد امیر جماعت نے کہا کہ اجتماع کی کارروائیاں خدا کے فضل سے ختم ہو چکی ہیں اب میں چاہتا ہوں کہ لوگ اجتماع اور اس کے انتظامات کے سلسلے میں اپنے تاثرات کا اظہار کریں تاکہ اپنی کوتاہیاں اور نقائص سامنے آجائیں اور ہم دوسرے مواقع پر ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ آپ نے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ کوئی بات محض سطحی اور جذباتی طور سے نہ پیش کی جائے بلکہ وہی شکایات پیش کی جائیں جن کے لیے واقعی کوئی بنیاد ہو اور شکایات پیش کرتے وقت ان موانع ومشکلات کو بھی پوری طرح پیش نظر رکھا جائے، جن سے منتظمین دوچار تھے اور جس طرح ان کا لحاظ کرنا ضروری ہو، لحاظ کیا جائے۔

اس کے بعد مختلف لوگوں نے مختلف شعبہ جات کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کیا، اس کے بعد ان شعبوں کے منتظمین کو موقع دیا گیا کہ وہ ان شکایات کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ عام طور سے محسوس کیا گیا کہ ان کے جوابات سے لوگوں کو بڑی حد تک اطمینان ہو گیا، کچھ باتیں باقی رہ گئیں جن کے سلسلے میں امیر جماعت نے فرمایا کہ وہ اپنی آخری تقریر میں اظہارِ خیال کریں گے۔

آخری نشست

آخری نشست بعد نماز ظہر ڈھائی بجے منعقد ہوئی۔ اس میں امیر جماعت نے اپنی آخری

تقریر کرتے ہوئے اجتماع کے انتظامات کے باب میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور رفقائے جماعت کو ہدایات دیں۔

اس (اختتامی تقریر) کے بعد امیر جماعت نے فرمایا کہ اب تمام پروگراموں سے بحمد اللہ ہم فارغ ہو چکے ہیں اور اب اجتماع کی کارروائی ختم ہو رہی ہے لیکن قبل اس کے کہ میں اس کے ختم ہونے کا اعلان کروں ایک ضروری بات مجھے اور عرض کرنی ہے۔

اس موقع پر بحمد اللہ جنوبی ہند کے اکثر رفقا اور شمالی ہند کے مختلف حلقوں کے نمائندے اور ذمہ دار حضرات تشریف فرما ہیں، اس موقع پر صرف جماعت کی سابقہ روایات کے تحت ہی نہیں بلکہ اپنی صحت کی خرابی کی بنیاد پر بھی جس کا سلسلہ ایک عرصہ سے قائم ہے میں جماعت کی امارت سے اپنا استعفا پیش کرتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ اسے منظور کر کے میرے اوپر احسان فرمائیں گے اور میرے بجائے کسی اور رفیق کو ان ذمہ داریوں کے لیے منتخب فرمائیں گے جن کا در حقیقت میں اپنے کو اہل بھی نہیں پاتا۔

اس پر متعدد رفقاے جماعت نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے تو کبھی بھی خواہش نہیں کی تھی۔ اب بھی آپ سے بہتر ہمارے اندر کوئی شخصیت نہیں ہے اس لیے آپ ہی سے اس ذمہ داری کو سنبھالے رکھنے کی درخواست کرتے ہیں۔ ہم آپ کی صحت کے لیے دعا کریں گے، اللہ آپ کی مدد فرمائے گا۔

کچھ اور رفیقوں نے امیر جماعت کی خدمات کو سراہتے ہوئے کچھ کہنا چاہا لیکن موصوف نے ان کو مزید کچھ کہنے کی اجازت نہیں دی کہ یہ ناپسندیدہ بات ہے۔ اس سلسلہ میں ایک رفیق نے بحالی صحت کی دعا کے ساتھ ایک نائب امیر منتخب کرنے کی تجویز بھی پیش کی تا کہ امیر جماعت کے کاموں کا بار ہلکا ہو سکے، اس کی تائید ایک اور صاحب نے بھی کی۔ مرکز کے ایک رفیق نے فرمایا کہ ایک نائب کیا کئی نائبین کا تقرر بھی اصل مشکل کا حل نہیں ہے، اصلی ضرورت اس کی ہے کہ امیر جماعت اپنے کام کرنے کے جذبہ پر کنٹرول کریں۔ ایک اور رفیق نے اظہار خیال کیا کہ اسے امیر جماعت کی صواب دید پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ کسی سے نیابت کا کام لیں، اس پر کہا گیا کہ باقاعدہ تقرر کا ایک نفسیاتی اثر پڑتا ہے۔ اس گفتگو کے بعد امیر جماعت نے فرمایا کہ اس وقت یہ مسئلہ زیر غور نہیں ہے یہ

وقت ضرورت اس پر شوریٰ میں غور ہو سکتا ہے۔

اس گفتگو کے وقت اکثر رفقا پر رقت کی کیفیت طاری تھی اور خود امیر جماعت بھی غیر معمولی طور سے متاثر تھے یہاں تک کہ وہ کچھ کہنا بھی چاہتے تھے لیکن نہیں کہہ سکے تا آں کہ ایک معمر بزرگ نے یہ کہہ کر کہ ہماری خواہش یہی ہے کہ آپ اسے منظور فرمائیں، دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے، ساتھ ہی سب نے ہاتھ اٹھا دیے اور پھر سب نے مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی وہ ہمیں راہِ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور استقامت بخشے۔ دعا کے وقت اکثر لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔ دعا کے بعد اجتماع برخاست کر دیا گیا۔

قیّمین حضرات کا اجتماع

عشا کی نماز کے بعد قیم جماعت کے زیر نگرانی قیمین حضرات کا ایک اجتماع ہوا، اس اجتماع میں حسب ذیل اصحاب نے شرکت کی:

۱- جناب منشی عبدالرؤف (بارہ بنکی)
۲- جناب محمد اسحاق (الٰہ آباد)
۳- جناب مولوی حبیب اللہ (بستی)
۴- جناب ماسٹر جعفر علی (کانپور)
۵- جناب محمد شفیع مونس
۶- جناب مولوی عبدالقدیر الاعظم عباسی (دہلی)
۷- جناب محمد حسنین سید (دربھنگہ)
۸- جناب انعام الرحمٰن خاں (بھوپال)
۹- جناب محمد یونس (حیدر آباد)
۱۰- جناب سید محمد امین (عمر آباد)
۱۱- جناب سید حامد حسین نائب قیم (حیدر آباد)
۱۲- جناب سید عبدالحکیم (میسور)

۱۳- جناب شیخ عبداللہ (کوئمبٹور)

۱۴- جناب حاجی وی پی محمد علی (مالا بار)

۱۵- جناب شمس الدین شمس پیرزادہ (کلیان)

ان کے علاوہ سید عبدالقادر منیجر مرکزی مکتبہ کو بھی مشورہ میں شریک کیا گیا۔

یہ اجتماع مقامی اور حلقوں کے بیت المال اور ان کے حسابات رکھنے کے طریقہ سے متعلقہ امور پر غور کرنے کے لیے منعقد ہوا تھا۔ سب سے پہلے حسابات رکھنے کے طریقہ پر گفتگو شروع ہوئی۔ قیم جماعت نے حساب کا ایک خاکہ پیش کیا۔ اس پر غور کرنے کے بعد شرکاے اجتماع کی طرف سے دو ایک ترمیمات پیش کی گئیں جنہیں منظور کرلیا گیا اور طے پایا کہ اس خاکہ کے مطابق آمد و خرچ کا روزنامچہ مرکز کی جانب سے چھپوالیا جائے اور مقامی اور حلقوں کے بیت المالوں کے حسابات آئندہ اس کے مطابق رکھے جائیں۔

اس کے بعد قیم جماعت نے قیمین حضرات کو توجہ دلائی کہ ان کو مقامی جماعتوں کے بیت المالوں کی جانچ اپنے دوروں کے موقع پر جہاں تک ہوسکے ضرور کرلینی چاہیے اور کوشش کی جائے کہ بیت المالوں سے جو قرضے دیے گئے ہیں ان کی وصول یابی متعین وقت پر ہوجائے۔

اس کے بعد یہ اجتماع ختم ہوگیا۔

ارکان شوریٰ اور قیّمین کا اجتماع

۲ دسمبر کو امیر جماعت کی قیام گاہ پر ارکان شوریٰ اور قیمین کا اجتماع ہوا جن کے نام حسب ذیل ہیں:

۱- جناب محمد حسنین سید

۲- مولانا سیّد حامد علی

۳- مولانا صدرالدین اصلاحی

۴- مولانا اختر احسن اصلاحی

۵- جناب وی پی محمد علی

۶- جناب محمد عبدالحی

۷- جناب سید عبدالقادر

۸- جناب سید حامد حسین

۹- جناب محمد یوسف صدیقی

۱۰- جناب محمد یونس

۱۱- جناب محمد یوسف قیم جماعت

۱۲- جناب شمس پیرزادہ

۱۳- مولوی حبیب اللہ

۱۴- جناب سید عبدالحکیم

۱۵- جناب شیخ عبداللہ

۱۶- جناب ماسٹر جعفر علی

۱۷- جناب منشی عبدالرؤف

۱۸- جناب انعام الرحمٰن خاں

۱۹- جناب محمد اسحاق

۲۰- جناب شفیع مونس

۲۱- جناب سید محمد امین

اس اجتماع میں بعض ایسے مسائل بھی زیرِ غور آئے جن کا تعلق حیدر آباد ہی کی جماعت سے تھا، اس لیے ان مسائل پر گفتگو کے وقت مولوی عبدالعزیز امیر جماعت حیدر آباد اور جناب سید رفیع الدین کو بھی شریک اجتماع کر لیا گیا۔ سب سے پہلے معاونینِ تربیت کی تربیت کا پروگرام شروع کرنے کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ مقامی ذمہ دار لوگ جن کو تربیت کے پروگرام میں شریک ہونا تھا انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ چوں کہ اجتماع کے بعد اجتماع کے اثرات سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے اس لیے ابھی اس پروگرام کو مؤخر کر دیا جائے تو بہتر ہوگا، لیکن اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا گیا۔ اور طے کیا گیا کہ چوں کہ مختلف حلقوں کے لوگ حسب اطلاع تربیت کے

پروگرام میں شرکت کے لیے آمادہ ہوکر آئے ہیں اس لیے تربیت کا پروگرام ضرور شروع کردیا جائے اور پروگرام میں اس بات کی پوری گنجائش رکھی جائے کہ رفقائے تربیت کو کچھ وقت لوگوں سے ملاقات اور دعوت وتبلیغ کے لیے بھی مل سکے۔ اس طور سے تربیت کا پروگرام اجتماع کے اثرات سے فائدہ اٹھانے کے پہلو سے بھی مفید ثابت ہوگا اور خود مقامی رفقا کو ان لوگوں کی معیت میں کام کرنے سے مفید دعوتی تجربات حاصل ہوسکیں گے البتہ مقامی اور حلقہ کے کاموں کی دیکھ بھال کے لیے حیدر آباد کے تربیت کے پروگرام میں شریک ہونے والے تین رفقا میں سے کسی ایک صاحب کو مستثنیٰ کردیا جائے۔

میسور اور ارا کاٹ کے جن لوگوں کو تربیت گاہ میں شریک ہونا تھا ان کی مجبوریوں کو سن کر امیر جماعت نے ان کو شرکت سے مستثنیٰ قرار دیا۔

اس کے بعد درس گاہ حیدر آباد کی تجویز زیر غور آئیں جو آگے تجاویز کے ذیل میں درج ہے۔ یہ وہ تجویز تھی جس پر ارکان کے اجتماع میں گفتگو ہوچکی تھی اور اس کو آخری طور سے طے کرنے کے لیے شوریٰ کے لیے اٹھا رکھا گیا تھا۔ یہ اجتماع تقریباً ۱۱ بجے ختم ہوا اور یہ آخری اجتماع تھا۔

اس کے بعد شام تک اجتماع گاہ خالی کردی گئی، رفقا اپنے اپنے مقامات کو روانہ ہوگئے۔ امیر جماعت، قیم صاحب اور مرکز کے دیگر رفقا شہر میں ایک دوسری قیام گاہ میں منتقل ہوگئے۔ اس کے بعد چار پانچ روز تک امیر جماعت کا قیام رہا جس کے دوران میں مختلف تعلیم یافتہ اصحاب ملاقات وگفتگو کے لیے تشریف لاتے رہے اور خود امیر جماعت بھی متعدد حضرات سے ملاقات یا ملاقات بازدید کے لیے ان کے یہاں گئے اور اس سے فارغ ہوکر مرکز کے لیے روانہ ہوگئے۔ مولانا صدر الدین اصلاحی اور مولانا سید حامد علی پروگرام کے مطابق تربیت گاہ میں منتقل ہوگئے۔ قیم جماعت حلقہ حیدر آباد کے مختلف مقامات کے دورے کرنے کے لیے وہیں رک گئے تھے۔

یہ ہے اجتماع کی کارروائیوں کا اجمالی تعارف، اس کے بعد آپ اجتماع میں پیش ہونے والی تقریریں، تجویزیں اور جماعت کی روداد آگے کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

امیر جماعت کی افتتاحی تقریر

جماعت اسلامی کا قیام ۱۹۴۱ء میں عمل میں آیا تھا اس وقت یہ ستر پچھتّر افراد پر مشتمل ایک جماعت تھی اور اگر چہ اب بھی اس کے باضابطہ ارکان کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں ہے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس مدت میں جماعت کی دعوت اور کام کو ملک میں اتنا فروغ حاصل ہوا ہے کہ جو لوگ اس سے واقف اور کسی درجے میں اس سے متاثر ہیں، ان کا تو خیر شمار ہی نہیں ہوسکتا، جو لوگ ارکان ہی کی طرح جماعت کے کاموں میں دل چسپی لیتے اور اپنے اپنے حلقوں میں اس کی دعوت کی نشر و اشاعت میں لگے ہوئے ہیں ان کی تعداد بھی ہزاروں میں شمار ہوسکتی ہے۔ ان کو باہم مربوط کرنے والا رشتہ ان کی فکر و عمل کا رشتہ ہے، جو انسانی رشتوں میں سب سے مضبوط تر رشتہ ہے، اس لیے قدرتی طور پر ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ کبھی کبھی ہندستان کے ہر حصّے سے سمٹ کر یکجا ہوں اور ان کو باہم ایک دوسرے سے ملنے جلنے کے مواقع میسر آئیں، پھر اس طرح کے اجتماع کے لیے صرف یہ طبعی ذوق وشوق ہی ایک محرک نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ اس کے دو محرکات اور ہیں اور وہی حقیقی محرک ہیں۔ ایک یہ کہ جو کام ہمارے پیش نظر ہے اس میں نظم و ضبط اور استحکام پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے رفقائے کار کبھی کبھی جمع ہوکر اپنے کاموں کا جائزہ لیں اور آئندہ کے لیے تجاویز سوچیں۔ اور دوسرا یہ کہ اس طرح کے اجتماعات کے موقع پر خطاب عام کے ذریعہ عام مقامی باشندوں کو زیادہ سے زیادہ دعوت سے روشناس اور آگاہ کیا جاسکے۔ یہ ہیں وہ اغراض جن کے تحت ہم وقتاً فوقتاً اپنے سالانہ اجتماعات کرتے رہتے ہیں اور اس وقت تک ہمارے اس قسم کے متعدد اجتماعات ہندوستان کے مختلف حصوں میں منعقد ہوچکے ہیں۔

جنوبی ہند میں جو امن وسکون ہے اور یہاں کے لوگوں میں سنجیدگی اور فکر کی جو صلاحیت پائی جاتی ہے اس کے لحاظ سے شروع ہی سے ہماری خواہش یہاں اجتماع کرنے کی رہی ہے لیکن بعض

مجبوریوں کی وجہ سے ہمارے تمام تر سالانہ اجتماعات اب تک شمالی ہند ہی میں ہوتے رہے ہیں، جنوبی ہند میں کوئی سالانہ اجتماع نہیں ہوسکا۔ ۱۹۴۷ء میں کچھ بڑے پیمانہ پر ایک اجتماع کرنے کا خیال کیا گیا تھا تو چوں کہ اس وقت تک علاقہ میں جماعت کا تعارف عام نہ ہونے کی بنا پر ہمارے بارے میں کچھ بدگمانیاں تھیں اور اس وقت کے حالات کے تحت مسلمان ایک خاص طرح کی قومی تحریک میں حصہ لے رہے تھے اس لیے مسلمانوں ہی کی بدولت وہ اجتماع کامیاب نہیں ہوسکا، یعنی ہماری کارروائیاں صرف ارکان وہم دردوں کے پروگراموں تک محدود رہیں، عام پبلک کو جماعت کی دعوت سے روشناس کرنے کا موقع نہیں ملا۔

بہ ہر حال اللہ کا شکر ہے کہ اس دوران میں جماعت بھی کافی متعارف ہو چکی ہے اور مسلمانوں کا ذہن بھی اب پہلے کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہماری دعوت کو سننے اور سمجھنے کے لیے آمادہ ہے اس لیے اس سال یہ اجتماع جنوبی ہند میں منعقد کرنا طے کیا گیا۔

ہم اپنے اجتماع کی تیسری غرض کے پیش نظر جنوبی ہند میں کہیں بھی اجتماع کر سکتے تھے اور ہماری خواہش بھی تھی کہ زیادہ سے زیادہ جنوب میں ہم اجتماع کرتے، لیکن چوں کہ حیدرآباد کے علاوہ کسی اور مقام پر ہمارے رفقا کی اتنی تعداد نہیں ہے جو سالانہ اجتماع کے انتظامات کا بار سنبھال سکتے اس لیے جنوبی ہند میں خاص طور سے حیدرآباد کا انتخاب کیا گیا جو بہ ہر حال جنوبی ہند کا ایک حصہ ہے اور یہاں شمالی ہند کے رفقا کے لیے پہنچنا نسبتاً آسان بھی ہے۔

ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ اجتماع کے لیے یہ موسم کچھ زیادہ موزوں نہیں ہے، چناں چہ ہماری اصل خواہش تو یہی تھی کہ یہ اجتماع مارچ یا اپریل میں ہوتا لیکن بعض انتظامی موانع۔ نیز یہاں کے پچھلے ہنگامے کی بنا پر یہ اجتماع برابر موخر ہوتا گیا، بہ ہر حال ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ آج ہم اجتماع کر سکنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ رہا موسم کی شدت کا سوال تو جس مقصد کے لیے ہم اور آپ اکھٹے ہوئے ہیں اس کے لحاظ سے یہ معمولی باتیں ہیں جنھیں کوئی اہمیت نہیں دینی چاہیے۔

جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ہے ہمارے اجتماع کے دو مقاصد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم اپنے کاموں کا جائزہ لیں اور باہمی گفتگو اور مشورے کے بعد آئندہ کے لیے نقشۂ کار طے کریں۔ دوسرا یہ کہ ہم مقامی باشندوں تک اپنی دعوت پہنچائیں۔

ہمارے پروگرام کا مقصد

انہی دو مقصدوں کے لیے ہمارا پروگرام دو مختلف اجزا پر مشتمل ہے۔ اس وقت کا یہ پروگرام پہلے مقصد سے متعلق ہے، اس میں ہم جماعت کے گزشتہ ڈیڑھ سال کے کاموں کا جائزہ لیں گے تا کہ ہمارے کارکن سمجھ سکیں کہ کتنا کام ہو سکا ہے، کتنا باقی ہے، ہمارے کام میں کیا نقص اور کیا موانع ہیں اور انہیں کس طرح دور کیا جا سکتا ہے؟

اس کے بعد ملاقاتوں کا پروگرام شروع ہوگا، جس کا مقصد یہ ہے کہ جماعت کی طرف بڑھنے والے نئے لوگوں کو جو شکوک وشبہات پیش آئے ہوں، نجی ملاقاتوں کے ذریعہ انہیں دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ جو لوگ جماعت سے تعلق رکھنے کے باوجود باضابطہ جماعت کے نظم میں نہیں آرہے ہیں ان کی دقتوں اور موانع کو سمجھ کر ان کے ازالہ کی کوشش کی جائے۔ جو جماعت سے وابستہ ہیں یا وابستہ ہونے کے لیے آمادہ ہیں، ان سے شخصی ارتباط پیدا کر کے ان کی صلاحیتوں کا جائزہ لیا جائے تا کہ انہیں دعوت کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی جائے۔

ملاقاتوں کے بعد کام کے سلسلہ میں جو تجاویز اور مشورے ہوں گے ان پر غور کیا جائے گا۔ اس کے بعد ان ارکان جماعت کا ایک خصوصی اجتماع ہو گا، جس میں جماعت کے انتظامی معاملات زیر بحث آئیں گے اور جس میں ان کو اس بات کا بھی موقع دیا جائے گا کہ وہ آزادانہ ایک دوسرے پر تنقید کر سکیں۔

دوسرے مقصد کے تحت آج اور کل دو دن بعد مغرب ہمارے عام اجتماعات ہوں گے۔ ان اجتماعات میں ہم عام پبلک کے سامنے اس بات کی وضاحت کریں گے کہ ہماری دعوت کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟ یعنی مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے بتائیں گے کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں اور کیا نہیں کرنا چاہتے۔ جو لوگ جماعت کی دعوت سمجھنا چاہتے ہیں انہیں خاص طور سے ان اجتماعات میں شرکت کی کوشش کرنی چاہیے۔ پہلی قسم کے عمومی اجتماعات میں اگر چہ ہم عام طور پر لوگوں کو شرکت کی دعوت نہیں دیتے، کیوں کہ ان کی کارروائیوں سے دل چسپی انہیں لوگوں کو ہو سکتی ہے جو جماعت سے عملاً تعلق رکھتے ہیں، لیکن اگر عام لوگ ان میں حصہ لینا چاہیں تو ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے بلکہ ہمیں قریب سے دیکھ کر انہیں زیادہ صحیح رائے قائم کرنے کا موقع ملے گا۔

دعوت کا اجمالی تعارف

جو لوگ اس وقت ہماری دعوت کو سمجھنے کی نیت سے تشریف فرما ہیں، افسوس ہے کہ اس وقت کی کارروائی میں ہم ان کی زیادہ رعایت نہیں کر سکتے، کیوں کہ ان کے لیے خصوصی پروگرام شب ہی کا ہے تاہم میں مختصراً دعوت کا سرسری خلاصہ ان کے سامنے عرض کر دیتا ہوں تاکہ جماعت کا ایک اجمالی تعارف ہو جائے۔ ان کا ذہن اس سے یک گونہ مانوس ہو جائے اور شب کے پروگرام میں جب تفصیلات ان کے سامنے آئیں تو سمجھنے میں کوئی زحمت نہ ہو۔

ہماری بنیادی فکر یہ ہے کہ دنیا بے خدا نہیں ہے۔ اس کا ایک خالق و مالک ہے، ہماری عقل اور وجدان دونوں اس کے گواہ ہیں کہ اتنی منظم و مربوط کائنات بغیر مدبر و منتظم کے نہ وجود میں آسکتی ہے اور نہ قائم رہ سکتی ہے۔ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کے تمام اچھے لوگوں نے جن کی دیانت اور سچائی پر شبہ نہیں کیا جا سکتا ہمیشہ اسی بات کی شہادت دی ہے کہ اس دنیا کا ایک خالق و مالک ہے اور تاریخ اور انسانی تجربہ بھی اس کے گواہ ہیں کہ جب خدا کو صحیح طور سے مان کر اس کے تقاضوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کر کے زندگی بسر کرنے کی کوشش کی گئی تو دنیا میں خیر و برکت کا ظہور ہوا، لوگوں کو امن اور چین نصیب ہوا اور اجتماعی زندگی میں عدل اور اعتدال رونما ہوا اور جب اس حقیقت کو نظر انداز کیا گیا یا اس کے تقاضوں کو ادا کرنے میں کوئی کوتاہی کی گئی تو اس کا نتیجہ انفرادی اور اجتماعی بربادیوں کی شکل میں نمودار ہوا اور دنیا شر و فساد سے بھر گئی۔

ہماری دوسری بنیادی فکر یہ ہے کہ یہی زندگی انسان کی کل زندگی نہیں ہے اور نہ انسان غیر جواب دہ اور غیر مسئول ہے۔ کیوں کہ جب وہ ایک حکیم اور دانا خالق کا پیدا کیا ہوا اور پروردہ ہے اور ایک علیم و حکیم آقا و فرماں روا کی رعیت ہے تو یہ بات بالکل خلاف عقل ہے کہ اسے اس کے سامنے جواب دہی کرنا نہ پڑے اور ظاہر ہے کہ یہ جواب دہی اس زندگی کے بعد ہی ہو سکتی ہے کیوں کہ اس زندگی میں جواب دہی نہیں ہوتی اور ہونی بھی نہیں چاہیے کیوں کہ موت سے قبل انسان کا نامۂ عمل مکمل نہیں ہوتا اس لیے جواب دہی اس دوسری زندگی میں ہوگی اور انسان کے سامنے اس کے اعمال کے اچھے اور برے نتائج آئیں گے۔

ہماری تیسری بنیادی فکر یہ ہے کہ جب خدا ہی خالق و مالک ہے اور ہمیں اس کے سامنے

جواب دہی بھی کرنی ہے اور ہم یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ ہم اپنے ظاہری حواس اور عقل وجدان کے ذریعہ اس کی مرضی و نا مرضی کو یقینی طور پر معلوم نہیں کر سکتے تو جب کہ اس نے انسان کی جملہ ضروریات کا بندوبست فرمایا ہے تو اس نے اس اہم ترین ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا ہوگا، یہ عقل کا بھی تقاضا ہے اور واقعات بھی اس کے شاہد ہیں، چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور میں اللہ نے اپنی مرضی بتانے کے لیے اپنے برگزیدہ بندے بھیجے ہیں جن کی آخری کڑی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ہم اس سلسلۂ نبوت پر یقین رکھتے ہیں اور اسی ذریعہ کو اللہ کی مرضی معلوم کرنے کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔

ہم انہی تین فکری اساسات کو ہر فرقہ اور قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں اور انہیں قبول کرنے اور ان کے مطابق اپنی زندگی تعمیر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

اختلافی نقاط

جہاں تک ان اساسات کو تسلیم کرنے کا تعلق ہے دنیا کی اکثریت کسی نہ کسی شکل میں اب بھی ان کو تسلیم کرتی ہے لیکن ہمیں ان سے دو باتوں میں شدید اختلاف ہے۔

پہلا نقطہ یہ ہے کہ لوگ خواہ وہ کسی مذہب کے ماننے والے ہوں بالعموم اس بات پر قانع ہیں کہ انھوں نے خدا، آخرت اور نبوت کو کسی نہ کسی شکل میں تسلیم کرلیا ہے لیکن وہ صرف تسلیم اور اقرار ہی کو کافی سمجھتے ہیں اپنی عملی زندگی کی تعمیر ان بنیادوں پر نہیں کرتے۔ حالاں کہ یہ اقرار صحیح اقرار نہیں اگر انسان کی زندگی اس کی گواہی نہ دیتی ہو۔

دوسرا نقطہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ اللہ کی اطاعت کو مسجد یا مندر تک محدود رکھتے ہیں۔ گویا خدا مسجد اور مندر تک محدود ہے اور اس کے سامنے جواب دہی صرف ان اعمال ہی کی کرنی ہے جن کا تعلق عبادت گاہوں سے ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بس انہی اعمال کا حکم دیا تھا۔ کچھ لوگ اس سے آگے بڑھ کر کچھ مذہبی مراسم یا انفرادی زندگی کے کچھ معاملات تک خدا کی بندگی و اطاعت کرتے ہیں اور بس، حالاں کہ یہ بات بھی اصولاً ویسی ہی غلط ہے، ہم اس کے برعکس یہ دعوت دیتے ہیں کہ جس خدا کو ہم اور آپ اپنا خالق و مالک مانتے ہیں وہ پوری زندگی کا خالق و مالک ہے اور اس کے سامنے ہمیں اپنی پوری زندگی کی جواب دہی کرنی ہے اور رسولوں نے

بھی پوری زندگی میں اللہ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اسی کا اسوہ پیش کیا ہے اور پوری زندگی سے ہماری مراد صرف انفرادی پوری زندگی نہیں ہے بلکہ انسان کی اجتماعی زندگی کے سارے شعبے اس میں داخل ہیں خواہ وہ سیاست سے متعلق ہوں یا معاشرت ومعیشت سے یا بین الاقوامی تعلقات و معاملات سے۔ آخر اس بات میں معقولیت کا کون سا پہلو ہے کہ افراد انفرادی حیثیت میں تو خدا کے محکوم اور اس کے سامنے جواب دہ ہوں لیکن جب وہ چھوٹے یا بڑے مجموعہ کی شکل اختیار کرلیں تو وہ اس کے رشتۂ اطاعت سے آزاد اور جواب دہی سے محفوظ ہو جائیں، ہم اسے خدا کی اطاعت نہیں سمجھتے کہ اپنی مرضی سے اس کے احکام میں سے کچھ کو فرماں برداری کے لیے منتخب کریں اور کچھ کو چھوڑے رکھیں، یہ تو خدا کی اطاعت نہیں ہوئی بلکہ ایک طرح سے اپنی مرضیات کی اطاعت ہوئی۔ بہ ہر حال ہماری دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق و مالک ہے جو ہمارا خالق و مالک بھی ہے، جس کے سامنے ہم جواب دہ اور مسئول ہیں اور اس کی بندگی و اطاعت ہمیں زندگی کے تمام شعبوں میں اور ہر جز میں کرنی ہے۔ ہمارے نزدیک جملہ خرابیوں کی بنیاد انھی باتوں کو نظر انداز کرنا ہے۔ ہم اس چیز کو صحیح اور فطری یقین کرتے ہیں اور ہم اسے صرف مسلمانوں کے سامنے ہی پیش نہیں کرتے بلکہ اسے ہندوستان کے سارے مسائل کا حل تصور کرتے ہیں۔ ہندوستان میں جو اخلاقی ابتری پھیلی ہوئی ہے یا معاشی مسئلہ نے جو صورت اختیار کر لی ہے یا ملک میں جو انتشار رونما ہے یا معاشی مسائل جس طرح الجھے ہوئے ہیں ان سب کا حل یہی خدا پرستانہ نظام زندگی ہے جس کی تفصیل ہم بعد میں پیش کریں گے۔ اسی طرح مسلمانوں کو ہندوستان میں جو مسائل درپیش ہیں ان کا اگر کوئی حل ہے تو صرف یہی کہ وہ اقرار یا نیم عمل کی حد تک نہیں بلکہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس خدا پرستانہ نظام زندگی کو عملاً اپنائیں، بہ حیثیت فرد بھی اور بحیثیت ملت بھی۔

یہ باتیں، اس وقت اجمالی تعارف کے طور پر آگئی ہیں ورنہ ان کا اصل وقت بعد نماز مغرب کا اجتماع ہے۔ اب میں چند باتیں اجتماع کے آداب اور نظم وضبط کے سلسلے میں رفقا سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

رفقا سے خطاب

سب سے پہلی بات توجہ الی اللہ اور انابت ہے۔ آپ خالص دینی مقصد اور غرض کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں اس لیے آپ کو کسی لمحہ بھی اس فکر سے خالی نہیں رہنا چاہیے۔ اٹھتے، بیٹھتے،

چلتے، پھرتے، بات چیت کرتے، کوئی ڈیوٹی بجالاتے ہر وقت اپنا پورا احتساب کرتے رہیے کہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ خدا کی رضا کے لیے ہے اور کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہے۔ اس غرض کے لیے خاص طور سے نمازوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کا اہتمام رکھیں اور خالی اوقات میں برابر یہ فکر رکھیں کہ کہیں کوتاہی تو سرزد نہیں ہو رہی ہے اور چوں کہ ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں وہ خدا کی رضا ہی کے لیے ہے۔ اس لیے اپنا احتساب کرتے وقت اس بات کا بھی ٹھیک ٹھیک جائزہ لیں کہ پچھلے دنوں میں ہم نے کیا کوتاہیاں اور غلطیاں کی ہیں اور ان کی تلافی کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نظم جماعت سے وابستہ ہیں اور آپ کی بنیادی خصوصیت ہے اس لیے آپ کو اجتماع کے نظم ونسق کی اور اس کے متعینہ فرائض کی ادائیگی میں اطاعت امر کا ایسا ثبوت پیش کرنا چاہیے، جس سے نہ صرف یہ کہ خود آپ کا ضمیر مطمئن ہو اور دوسرے لوگ بھی یہ دیکھ کر محسوس کریں کہ نظم واطاعت کیا ہے اور اس کے کیا برکات واثرات ہوتے ہیں۔

اجتماع کے دو بنیادی مقصدوں کے پیش نظر آپ کو جو خالی اوقات مل سکیں ان کو بے کار ضائع کرنے کے بہ جائے باہمی ملاقاتوں اور نئے آنے والے لوگوں کو جماعت کی دعوت سے روشناس کرنے میں صرف کریں۔

یہ باتیں مجھے ارکان اور ہم دردوں سے کہنی تھیں، لیکن دوسرے لوگ جو جماعت کی دعوت سمجھنے آئے ہیں ان سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ ایک طرف تو وہ نظم وضبط کی پابندی کریں تاکہ ان کی وجہ سے اجتماع کے انتظامات میں منتظمین کو دشواریاں نہ لاحق ہوں۔ دوسری طرف وہ اس بات کی پوری طرح کوشش کریں کہ اجتماعات کی کارروائیوں میں توجہ اور دل چسپی کے ساتھ حصہ لیں اور خالی اوقات میں رفقاے جماعت سے مل کر جماعت کی دعوت سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ان کا مقصد پوری طرح حل ہو سکے، ہمیں توقع ہے کہ اگر وہ صبر وسکون کے ساتھ آخر تک اپنا وقت اس طرح صرف کرتے رہے تو انشاء اللہ ان کے ذہن میں ابھرنے والے بہت سے سوالات حل ہوسکیں گے لیکن اگر بالفرض کچھ باقی رہ جائیں تو بعد کو اس کے لیے وقت نکالا جاسکتا ہے۔

امیر جماعت کا ہمدردوں سے خطاب

محترم رفقا! صبح کی نشست میں شکوک وشبہات پر گفتگو ہو رہی تھی اس سلسلہ کی معتد بہ کارروائی ہو چکی ہے اور ابھی فائل میں کچھ شکوک وشبہات برائے جواب وازالہ باقی بھی ہیں لیکن چوں کہ یہ ہمارے عمومی اجتماعات کی آخری نشست ہے جس کے بعد ارکان کے علاوہ بیش تر لوگ منتشر ہو جائیں گے اور ان سے کچھ ضروری باتیں عرض بھی کرنی ہے اس لیے شکوک وشبہات کے بقیہ پروگرام کو ملتوی کیا جاتا ہے۔ یہ کچھ زیادہ ضروری اہم و پیچیدہ ہیں بھی نہیں اور اس کے علاوہ وہ کتابوں اور ہمارے رفقا کے ذریعہ بآسانی حل بھی کیے جا سکتے ہیں، اس لیے جن لوگوں کے شکوک وشبہات باقی رہ گئے ہوں وہ ان ذرائع کی طرف توجہ کریں اور خود ہمارے رفقا کو بھی چاہیے کہ وہ لوگوں سے مل کر ان کے شکوک وشبہات کو سمجھنے اور اُن کو دور کرنے کی کوشش کریں۔

مجھے آپ حضرات کی اس خواہش کا علم ہوا ہے کہ آپ لوگ مجھ سے شخصی طور سے ملنے کے خواہش مند ہیں، خود میں بھی طبعی طور سے اس کا خواہش مند تھا اور جماعتی کاموں کا بھی یہ تقاضا تھا کہ آپ سے ملاقات کر کے آپ کے حالات اور مسائل سمجھنے کی کوشش کی جاتی لیکن افسوس ہے کہ اجتماع کی طرح طرح کی مصروفیتوں میں اس کے لیے وقت نہیں نکالا جا سکا اور اب تو آپ واپس جانا چاہتے ہوں گے لیکن جو حضرات بھی قیام کر سکیں گے، انشاء اللہ ان سے ملاقات کے لیے ضرور وقت نکالا جائے گا، بہ ہر حال مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ دیگر رفقا نے آپ حضرات سے ملاقاتیں کی ہیں اور ان کے ذریعہ آپ کے بارے میں بہت کچھ معلومات مجھے حاصل ہو سکی ہیں، اس موقع پر آپ سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس کی بنیاد یہی معلومات ہیں۔

اس اجتماع میں شریک ہونے والے حضرات کی مختلف قسمیں ہیں: کچھ ارکان ہیں، کچھ امیدوار رکنیت اور کچھ ہم درد و متاثر اور کچھ ایسے لوگ جو ایک دینی تحریک کا نام سن کر اس کو سمجھنے کی نیت سے آئے ہیں۔ لیکن ان سب میں یہ بات قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے کہ یہ سب کے سب کسی نہ کسی درجہ میں اپنے اندر دین سے لگاؤ اور وابستگی اور اس کو قائم کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اس حیثیت سے جب اس بات کا تصور ہوتا ہے کہ ہماری ادنیٰ دعوت پر دور دراز علاقوں سے اتنے کثیر لوگ اپنی گونا گوں مجبوریوں کے باوجود جمع ہو گئے ہیں تو اس پر ہمیں مسرت محسوس ہوتی ہے اور ہم اللہ کے اس فضل و احسان پر اس کا شکر ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ زمانہ عام غفلت اور مادہ پرستی کا زمانہ ہے، لوگوں کی توجہات زیادہ تر مادی منفعتوں اور لذتوں کی طرف ہیں، ایسی حالت میں خالص دین اور دینی مقاصد کے لیے اتنے لوگوں کا اکٹھا ہو جانا اللہ کے فضل کے سوا اور کس چیز کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ لیکن اس احساس کے ساتھ ساتھ میں اپنے اس شدید احساس کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ میں سے بہت سے لوگوں کو ابھی دین کے سلسلے میں بہت سی باتیں سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اول تو خود یہ دینی جذبہ بالکل ابتدائی اور خام معلوم ہو رہا ہے، اس کو آگے بڑھانے اور پختہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے اجتماع کی کارروائیوں میں اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ یہ جذبہ زیادہ سے زیادہ طاقت ور اور مضبوط ہو سکے لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ ہم اس میں کس حد تک کامیاب ہو سکے ہیں۔ اس کا صحیح فیصلہ آپ ہی کر سکتے ہیں، تاہم بہت سے آنے والے لوگوں کے بارے میں میرا یہ احساس ہے کہ انھوں نے اس موقع سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی ہے اور ان کا بہت کچھ وقت غفلت یا کم مفید کاموں میں صرف ہوا ہے۔ جب وہ ایک نیک جذبہ کے ساتھ اور دینی مقاصد کے لیے یہاں تشریف لائے تھے تو ان کو اپنا تمام تر قیمتی وقت اسی کے پیش نظر مفید کاموں میں صرف کرنا چاہیے تھا۔ مجھے توقع ہے کہ آئندہ وہ اس طرح کی غفلت اور کوتاہی کو راہ نہ دیں گے اور اس طرح کے مواقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

دوسری بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ دین کی خدمت کے لیے محض اس کا جذبہ ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے دین کی صحیح معلومات بھی زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی ضرورت

ہے اور یہ کام کافی اہتمام چاہتا ہے۔ جس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پنچ وقتہ نمازوں میں صراط مستقیم کی دعا کرنے کی تلقین کی ہے اور صرف کلیات اور اصولی باتوں کا جان لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ہمیں زیادہ سے زیادہ دین کی جزئیات کا علم بھی ہونا چاہیے، اس کے بغیر نہ آپ دین کا صحیح و وسیع مفہوم سمجھ سکتے ہیں اور نہ آپ کے لیے جماعت اسلامی اور اس کی خصوصیات کا صحیح طور سے سمجھ لینا ممکن ہوگا۔

ملک میں بہت سی دینی جماعتیں ہیں جو دین کی خدمت کے لیے وجود میں آئی ہیں اور اپنے اپنے فکر و نظر کے مطابق دین کی خدمت بجالا رہی ہیں۔ جہاں تک جماعت اسلامی کا تعلق ہے دین کے بارے میں اس کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دین محض چند رسوم و عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک مکمل نظام زندگی ہے جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اور اس کے تمام اجزا باہم اس طرح مربوط ہیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا ورنہ وہ اپنی خوبیاں برقرار نہیں رکھ سکتا۔ جماعت اسلامی دین کے اسی وسیع مفہوم کی طرف دعوت دیتی ہے۔ اور ہمارا خیال یہ ہے کہ دیگر دینی جماعتیں بھی دین کے اسی مفہوم کو صحیح سمجھتی ہیں لیکن اس کی دعوت دینے میں جو عملی رکاوٹیں اور دشواریاں ہیں ان کے باعث شاید وہ اس کو عملاً اختیار کرنے میں پس و پیش کر رہی ہیں۔ بہ ہر حال جو لوگ جماعت اسلامی کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں ان کو یہ فرق پہلے ہی قدم پر سمجھ لینا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دین کے سطحی مفہوم میں جماعت اسلامی کو ایک دینی جماعت سمجھ کر اس کی طرف قدم بڑھائیں اور جب اس راہ کی دشواریاں سامنے آئیں تو آپ کے قدم ڈگمگانے لگیں۔

خدمت دین کا کام انجام دینے کے لیے تیسری ضروری چیز صبر و استقامت ہے۔ دین کے جو تصورات اس زمانے میں عام ہیں ان کے لحاظ سے دینی زندگی بسر کر لینا بہت آسان ہے لیکن جب دین کا وسیع تصور آپ کے سامنے آئے گا تو آپ محسوس کریں گے کہ دینی زندگی گزارنے کا فیصلہ کرنا کتنا دشوار کام ہے۔ سب سے پہلے آپ کو اپنے نفس سے جہاد کرنا ہوگا، دین کی صحیح راہ اختیار کرنے میں ظاہر ہے بہت سی لذتوں، راحتوں اور منفعتوں کو قربان کرنا پڑے گا۔ اور نفس اس کے لیے آسانی سے راضی نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ کو خود اپنے خاندان اور ماحول میں کش مکش سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جو لوگ دین کے بارے میں آپ سے مختلف تصورات رکھتے

ہیں ان کو یہ بات گوارا نہیں ہوگی کہ آپ ان سے مختلف کوئی طرزِ فکر و عمل اختیار کریں۔ کچھ لوگ تو نیک نیتی کے ساتھ آپ کی روش کو غیر دینی خیال کریں گے اور کچھ اس جذبے کے تحت اس کو غلط قرار دیں گے کہ جس چیز کو وہ خود اختیار نہیں کر سکے ہیں دوسرا اس دولت کو کیوں پائے اور اس کی وجہ سے اس کی اب تک کی روش کے بارے میں لوگوں میں کیوں یہ سوءِ ظن پیدا ہو کہ وہ صحیح دینی روش نہیں ہے۔ پس یہ غیر متوقع نہیں ہے کہ یہ لوگ آپ کو برا بھلا کہیں گے، آپ کا مذاق اُڑائیں گے اور آپ کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچانے کی کوشش کریں گے، تاکہ آپ ہمت ہار کر اس راستے کو چھوڑ دیں۔ ایسے لوگوں کا ہمیشہ یہی رویہ رہا ہے اور جب بھی کسی نے دین کا صحیح راستہ اختیار کرنے کوشش کی ہے تو اس کو ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہونا پڑا ہے اس لیے اگر آپ اس راستہ کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں تو پہلے ہی قدم پر اپنے عزم و حوصلہ کا جائزہ لے لیجیے اور پھر سنبھل کر اس کی طرف قدم بڑھایئے، ایسا نہ ہو کہ آپ بلا سوچے سمجھے اس کا ارادہ کرلیں اور پھر مشکلات و مصائب کی تاب نہ لا کر آپ کو پیچھے ہٹنا پڑے۔ راہ حق پر چلنے کا ارادہ نہ کرنا بھی ایک بڑی غلطی ہے لیکن ارادہ کرکے پیچھے ہٹنا یہ اس سے بھی بڑی غلطی ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ اس موقع پر اپنی راحتوں اور آسائشوں کو قربان کرکے اور اپنی ضرورتوں کو تج کر اس اجتماع میں شرکت کے لیے آئے ہیں تو آپ نے ایثار و قربانی کا بہت بڑا ثبوت پیش کیا ہے۔ دین جس طرح کی ایثار و قربانی کا طالب ہے اس کے لحاظ سے تو اس کو مشکل ہی سے ایثار و قربانی کا نام دیا جاسکتا ہے۔ پس اگر اس راستہ پر چلنا چاہتے ہیں تو اپنے اندر زیادہ سے زیادہ مشکلات انگیز کرنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی قوت و عزم پیدا کیجیے اور اللہ پر بھروسہ رکھئے کہ ہر قدم پر آپ کی مدد اور نصرت فرمائے گا۔

پھر ان چیزوں کے ساتھ ایک بڑی ضرورت اپنے اندر اجتماعی اوصاف پیدا کرنے کی بھی ہے، مجھے آپ کے اندر اس پہلو سے خاص طور سے بڑی کمی محسوس ہوئی ہے۔ اس اجتماع کے دوران میں کئی بار اس کمی پر ٹوکنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ یاد رکھئے اجتماعی اوصاف صرف اجتماعی مفاد ہی کا تقاضا نہیں ہیں بلکہ اس کے بغیر دین کا منشا بھی پورا نہیں ہوسکتا۔ اجتماعی اوصاف بہت سے ہیں جن کا معلوم کرنا اور اختیار کرنا آپ کے لیے ضروری ہے، ان میں مقدم تر چیز سمع و طاعت ہے۔ جس کام پر بھی آپ کو مامور کیا جائے اگر وہ خلاف دین نہ ہو تو آپ اس کو بطیبِ خاطر انجام

دیں اور اس میں آپ جان بوجھ کر کسی طرح کی بے پروائی نہ برتیں۔ ہمارے تصور کے مطابق سمع و طاعت عبادت کا ایک جز ہے اس لیے آپ کو جماعت کی ترقی اور کامیابی ہی کے خیال سے اس کی پابندی نہیں کرنی چاہیے بلکہ آخرت کی کامیابی کا جذبہ اس کا اصل محرک ہونا چاہیے۔

دوسرا ضروری وصف یہ ہے کہ آپ اپنی راحت و آسائش کو دوسروں کی راحت و آسائش پر بھی ترجیح دیں اور اپنے ساتھیوں سے اگر کوئی تکلیف بھی پہنچے تو اس کو صبر و سکون کے ساتھ برداشت کریں اور حتیٰ الوسع کھلے دل کے ساتھ ان کو معاف کر دیں۔ بہت سے مواقع ایسے ہوتے ہیں جہاں اپنی خواہشوں کی قربانی دینی پڑتی ہے اور دوسروں کی خاطر خود تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ جب تک افراد میں کسر و انکسار کی یہ صفت عام نہ ہو کوئی اجتماعیت سر سبز و بار آور نہیں ہو سکتی۔ افسوس یہ ہے کہ اس زمانے میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو انفرادی صلاح و تقویٰ کے مالک ہیں لیکن جہاں تک اجتماعی اوصاف کا تعلق ہے ان میں افسوس ناک حد تک کمی ہے۔ بہت سے لوگ تو ایسے ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ دین کے کاموں کے لیے کسی نظام سمع و طاعت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تصور بنیادی طور پر غلط ہے، اگر واقعی دین کے سب کے سب احکام ایسے ہی ہوتے کہ وہ انفرادی کوششوں سے ہی بجالائے جا سکتے تو بات دوسری تھی لیکن دین کی کتنی باتیں ہیں جو اجتماعیت کے بغیر تکمیل پذیر نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے ان کے لیے اجتماعیت پیدا کرنا ضروری ہے۔ پھر اجتماعیت پیدا کرنے کے لیے دین نے صریح ہدایات بھی دی ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

بہت سے لوگ ہیں جو کام تو بسا اوقات ارکان ہی کی طرح کرتے ہیں، لیکن وہ ابھی تک باقاعدہ نظم جماعت سے وابستہ نہیں ہوئے ہیں۔ ہم کسی کو اپنی جماعت میں شرکت کی دعوت تو نہیں دیتے لیکن ایسے لوگوں کو یہ دعوت فکر ضرور دینا چاہتے ہیں کہ کہیں خدانخواستہ ان کا یہ طرزِ عمل اس جذبہ کا مظہر تو نہیں ہے کہ وہ جماعت کی ہمدردی کے مقام کو کافی سمجھ کر دین کے کچھ اہم تقاضوں اور ذمہ داریوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ فی الواقع نظم و اجتماعیت کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں تو ان کو تحقیق کرنی چاہیے کہ دینی لحاظ سے اس کی ضرورت ہے یا نہیں اور اگر اس کی ضرورت سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی ان کو ہمارے نظم جماعت پر اعتماد بھی ہے تو پھر ان کو سوچنا چاہیے کہ اس سے علیحدہ رہ کر دین کے ان تقاضوں کی ادائیگی سے وہ کس طرح سبکدوش ہو جائیں گے

جو اجتماعیت کے بغیر ادا نہیں ہو سکتے، پھر اس سے علیحدہ رہنے کے کیا معنی؟ یہ بھی واضح رہے کہ جماعت اپنے بہت سے کاموں کے سلسلے میں ان لوگوں کی خدمات اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا نہیں سکتی جن لوگوں نے باقاعدہ اپنے کو اس نظم سے وابستہ نہیں کیا ہے اور اس طرح وہ غالبًا نادانستہ طور سے جماعت کے کاموں کی ترقی کو نقصان پہنچانے کا موجب ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ چند باتیں ہمدردوں کے سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ قابل گزارش تھیں۔ آخری گزارش یہ ہے کہ انہیں درحقیقت اپنی پوری زندگی کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آیا اس کو اکثر لوگوں کی طرح دنیا کو آرام گاہ سمجھ کر اس کی لذتوں اور آسائشوں کے حصول کی جدوجہد میں گزار دینا ہے، یا اپنے کو اللہ کا محکوم بندہ سمجھ کر اس کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے حصول کے لیے ایک اطاعت گزار بندہ بن کر، اگر یہ آخری چیز مطلوب ہے اور یقیناً یہی ہونی چاہیے تو دین کا مفصل علم حاصل کریں جہاں تک ممکن ہو عملاً اختیار کریں اور دوسروں کو اس کی تبلیغ کریں اور اس راستے میں جو موانع و مشکلات پیش آئیں ان کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کریں۔

وَ الْعَصْرِۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۠ (العصر:۱-۳)

’’قسم ہے زمانے کی! انسان بڑے خسارے میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر و پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔‘‘

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اس کی خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تجاویز اور مشورے

[عمومی نشستوں کی کارروائی]

انگریزی لٹریچر

جماعتی لٹریچر کا آسان انگریزی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔

امیر جماعت: یہ کام پہلے ہی سے پوری اہمیت کے ساتھ ہمارے پیش نظر ہے اور وسائل کے مطابق اس سلسلے میں کام بھی ہو رہا ہے، کچھ چیزیں پہلے شائع ہو چکی ہیں اور کچھ نئی چیزیں عنقریب شائع ہونے والی ہیں۔ آپ کو یہ معلوم کر کے مسرت ہوگی کہ ابھی حال میں ایک انگریزی اخبار کے ایڈیٹر نے انگریزی ترجمہ کی اصلاح و نظر ثانی کے لیے اپنی خدمات بلا معاوضہ پیش فرمائی ہیں، چناں چہ کچھ پہلے کے ترجمے ان کے حوالے کر دیے گئے ہیں۔ ایسے ہی بعض اور اہلِ قلم نے بھی اس خدمت کے لیے آمادگی ظاہر کی ہے اور اس سے تھوڑا بہت فائدہ بھی اٹھایا جا رہا ہے، لیکن اصل دشواری مالیات کی ہے۔ جب تک اس کا معقول بندوبست نہیں ہوتا، ظاہر ہے یہ کام سست رفتاری ہی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ پچھلے دنوں ایک صاحب خیر نے مغربی ممالک میں انگریزی لٹریچر کی ضرورت کے احساس کے تحت اس مد میں سات سو روپے کی مدد کی تھی اس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ یہ رقم ظاہر ہے اتنے بڑے کام کے لیے کافی نہیں ہو سکتی تاہم ہمارے لیے یہ بھی قابل قدر ہے۔ چھوٹی چھوٹی رقمیں بھی مل کر ایک بڑے کام کے لیے کافی ہو سکتی ہیں۔

قیمین کے دورے

قیم حلقہ کو اگر ہو سکے تو مرکز سے کسی رفیق کی رفاقت میں ہر سہ ماہی میں کم سے کم ایک دورہ

مختلف مقامات کا کر لینا چاہیے۔

امیر جماعت: قیمّین حلقہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے حلقہ کے مختلف مقامات کا دورہ کرتے رہیں اور جہاں تک معلوم ہے یہ حضرات عموماً اس ذمہ داری کی ادائیگی سے غافل نہیں ہیں لیکن ممکن ہے مجوز صاحب کے قیم سے اس سلسلے میں کوئی کوتاہی ہوئی ہو اس لیے انہیں اس کو نوٹ کر لینا چاہیے۔ دوسرے جزو کے متعلق یہ عرض ہے کہ اگر ایسا ہو تو دورے کی افادیت یقیناً بڑھ جائے گی لیکن مرکز کے رفقا کی رفاقت فرصت کی کمی اور کام کی زیادتی کی وجہ سے ممکن نہیں ہے۔ ہاں کبھی کبھی ایسا ہو سکتا ہے۔

ہندی زبان

ہندی زبان میں پوسٹر جلد شائع کیے جائیں۔

امیر جماعت: بے شک شائع کیے جانا چاہئیں۔ منیجر مکتبہ اسے نوٹ کر لیں۔

تعلیم بالغان

تمام جماعتوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ تعلیم بالغان کا نظم ضرور قائم کریں۔

امیر جماعت: ہمارے پیش نظر کاموں میں یہ کام غیر دلچسپ ضرور ہے لیکن اپنی افادیت کے لحاظ سے بہت سے کاموں سے بڑھا ہوا ہے اس لیے یقیناً اس کی طرف خصوصی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جیسا کہ مرکز کی رپورٹ سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا، رفقا اور جماعتیں اس کی طرف توجہ بھی کر رہے ہیں، لیکن جہاں کہیں اس کی طرف توجہ نہ ہو رہی ہو، توجہ ہونی چاہیے اور جہاں پہلے سے اس سلسلے میں کچھ کام ہو رہا ہے اس کو مزید ترقی دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جماعت کا مجوزہ طریقۂ تعلیم

شعبۂ تعلیمات سے تعلق رکھنے والے رفقا مسلمانوں پر مروجہ سرکاری تعلیم کے نقائص واضح کریں۔ نیز جماعت کے مجوزہ طریقۂ تعلیم سے روشناس کریں۔

امیر جماعت: اس تجویز سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجوز کے نزدیک شاید سرکاری تعلیم کے نقائص واضح کرنے کی ذمہ داری تعلیم سے متعلق لوگوں ہی پر عائد ہوتی ہے، حالاں کہ یہ ایک عمومی ذمہ داری ہے اور اس کو کسی نہ کسی درجہ میں ہر شخص ادا کرسکتا ہے۔ مروجہ سرکاری تعلیم کے نقائص سے اس زمانہ کا معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا آدمی بھی کچھ نہ کچھ واقف ہے اس لیے جہاں تک ممکن ہو ہمارے ہر رفیق کو یہ کام کرتے رہنا چاہیے اور جہاں تک جماعت کے مجوزہ طریقۂ تعلیم کا تعلق ہے اس سے غالباً کوئی رفیق بھی ناواقف نہیں ہوگا اس لیے کم از کم یہ کام تو سب ہی کے سامنے ہونا چاہیے۔ البتہ اس میں شبہ نہیں کہ جو لوگ تعلیمی کام انجام دے رہے ہیں یا علمی حیثیت سے اس کے ماہر ہیں ان پر ان دونوں کاموں کی ذمہ داری زائد عائد ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو خصوصیت سے اپنی اس ذمہ داری کی ادائیگی کی کوشش کرنی چاہیے۔ البتہ اس سلسلے میں شاید ان لوگوں کو کچھ زحمتیں پیش آئیں جو کسی وجہ سے خود سرکاری مدارس ہی سے وابستہ ہیں اور اس وابستگی کے ساتھ غالباً ان کی باتیں کوئی خاص اثر بھی نہیں کرسکیں گی، اس لیے ان کو سوچنا چاہیے کہ ان کا یہ تعلق اگر کسی شدید مجبوری کے تحت نہیں ہے تو یہ کس حد تک ان کے کاموں کے لیے مانع ہے، بہر حال وہ اس تعلق کے ساتھ جہاں تک ان کے حالات و ماحول اجازت دیں وہ خدا پرستی اور اخلاق کی ضرورت و اہمیت اپنے اردگرد کے لوگوں کے ذہن نشیں کرتے رہیں، تو توقع ہے کہ اس تعلق کی کچھ نہ کچھ تلافی ہو جائے گی اور یہ کم سے کم وہ چیز ہے جس کو انھیں پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

ذیلی درس گاہیں

جہاں مناسب تعلیمی فیس بچوں سے وصول کرنے پر اساتذہ کے کفاف کا انتظام کرنا متوقع ہو، وہاں ذیلی درس گاہیں قائم کی جائیں۔

امیر جماعت: یہ تجویز ہماری پچھلی کارروائیوں سے صحیح واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے پیش ہوئی ہے۔ اس بارے میں شوریٰ کا فیصلہ پہلے ہی سے موجود ہے جو زندگی میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ جہاں کہیں ذیلی درس گاہ کے قیام کے لیے حالات سازگار ہوں وہاں ضرور قائم کی جائیں لیکن ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس کیے بغیر عجلت میں کام شروع کر دینا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے

اس طرح کا اقدام کرنے سے پہلے ضروری تفصیلات فراہم کر کے پہلے مرکز سے اجازت حاصل کر لی جائے۔ ہمارے سامنے درس گاہوں کا جو نقشہ ہے وہ عام درس گاہوں سے مختلف ہے اس لیے اس کے قیام میں بہت سی عملی دشواریاں پیش آتی ہیں، جن کا پہلے سے تصور بھی نہیں ہوتا۔ ہمیں اس کا تجربہ مرکزی درس گاہ رام پور کے سلسلے میں بہ خوبی ہو رہا ہے۔ اس لیے اس طرح کا اقدام غور و فکر کے بعد ہی زیرِ عمل آنا چاہیے۔

ماہانہ رپورٹیں

مقامی رپورٹیں ماہانہ کے بجائے سہ ماہی حلقوں کو جانی چاہئیں، ہاں اگر کوئی خاص بات کسی منفرد رکن یا مقامی جماعت کو پیش آ جائے تو حلقہ کو اس کی اطلاع کر دی جایا کرے۔

امیر جماعت: یہ تجویز صحیح نہیں ہے۔ مرکز کو ارکان اور جماعتوں کی حالت سے پوری طرح واقف رہنے کی ضرورت ہے چناں چہ اسی بنا پر پہلے نظم یہ تھا کہ ہر جماعت ہر مہینے میں اپنی رپورٹ کی ایک نقل مرکز اور دوسری قیم حلقہ کو بھیجا کرے لیکن مرکز کی مصروفیتوں کی بنا پر بعد کو یہ طے کیا گیا کہ جماعتوں کی بجائے صرف قیمین کی رپورٹیں ہر ماہ مرکز آیا کریں یہ کم سے کم صورت ہے جو اختیار کی گئی ہے، اگر رپورٹیں سہ ماہی ہوں تو مقامی جماعتوں سے حلقہ اور مرکز کا رشتہ بہت کمزور ہو جائے گا اور اس سے خرابیاں رونما ہوں گی۔

کتابوں کی قیمتوں میں تخفیف

مرکزی مکتبہ سے جو کتابیں شائع ہوں ان کی قیمتیں کم رکھی جائیں۔

امیر جماعت: معلوم نہیں قیمت کم کرنے سے مجوز کا منشا کیا ہے اور اس کا معیار ان کے ذہن میں کیا ہے۔ دوسرے مکتبوں کے معیار سے ہماری کتابوں کی قیمتیں پہلے بھی کم تھیں اور اب تو اور بھی کمی کی جا رہی ہے، چناں چہ کئی پرانی کتابیں جو اَب شائع کی گئی ہیں وہ پہلے سے کافی کم قیمت پر فروخت ہو رہی ہیں۔

مطالعہ کا نصاب

ایک ایسا کورس تیار کیا جائے، جس کے مطالعہ سے تھوڑی ہی مدت میں ارکان کی دینی حس کو زیادہ سے زیادہ بیدار کیا جا سکے۔

امیر جماعت: دینی حس کو بیدار کرنے کا ذریعہ صرف کتابیں ہی نہیں ہیں اس کے بہت سے وسائل ہیں، جن کو بروئے کار لانے کی پوری کوشش کی جارہی ہے اور جہاں تک کتابیں اس سلسلہ میں مفید ہو سکتی ہیں اس کے لیے بھی کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن یہ ظاہر بات ہے کہ سب لوگ استعداد و صلاحیت اور رجحان کے لحاظ سے ایک درجہ میں نہیں ہیں۔ اس لیے کوئی ایسا کورس تیار کرنا جو سب کے لیے مناسب ہو ممکن نہیں ہے بلکہ کسی ایک کورس کے متعین کرنے سے اس کا بھی احتمال ہے کہ کہیں اس کو ہی کافی سمجھ کر دوسری کتابوں یا دوسرے وسائل سے لوگ بے پروا نہ ہو جائیں۔

ارکان کے طویل اجتماع کی ضرورت

ارکان کا اجتماع اتنا طویل ہونا چاہیے کہ باہم تفصیلی طور پر متعارف ہو سکیں۔

امیر جماعت: کوشش تو اسی بات کی کی جاتی ہے اور اس سال پروگرام میں اس بات کا خاص طور سے لحاظ رکھا گیا ہے لیکن اگر یہ مدت بھی ناکافی ہو تو آپ لوگ اس کو جتنا بھی طول دینا مناسب سمجھیں ہمیں ان شاء اللہ اس کے لیے آمادہ پائیں گے۔ مگر اندیشہ ہے کہ آپ لوگ خود ہی گھبرا اٹھیں اور یقیناً بہت سے لوگ اپنے حالات و مجبوریوں کی وجہ سے زیادہ ٹھہر نہیں سکیں گے۔

قرآن وحدیث کا مطالعہ اور نمازِ تہجد کا لزوم

رفقا لٹریچر کا بار بار بغور مطالعہ کریں، قرآن وحدیث کا کچھ نہ کچھ مطالعہ لازم کیا جائے۔ نماز تہجد اور ذکر و فکر پر زور دیا جائے۔

امیر جماعت: یہ سب چیزیں یوں بھی ضروری ہیں اور ان پر بار بار توجہ بھی دلائی جاتی ہے البتہ اگر مجوز کا منشا یہ ہو کہ قرآن وحدیث کا مطالعہ ضابطہ کے تحت لازم کیا جائے اور ضابطہ سے اس

پر باز پرس ہو تو یہ مناسب نہیں ہو گا۔ اندرونی تحریک اور نفس کا احتساب کافی ہونا چاہیے۔ یہ سب چیزیں اسی وقت مفید اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہیں جب اندرونی تحریک اور خواہش سے انجام دی جائیں، ہاں ضرورت ہو تو ترغیب و ترہیب سے کام لیا جا سکتا ہے اور لیا جانا چاہیے، مقامی امرا کو بہر حال اس کی طرف کافی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

خطباتِ جمعہ

جمعہ کے لیے خطبات کی ایک کتاب مرتب کی جائے۔

امیر جماعت: خطبات کی ایک کتاب پہلے سے موجود ہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ خطبے بار بار پڑھے جا چکے ہیں، اس لیے اب نئے خطبوں کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے لیکن سر دست مرکز کی طرف سے اس طرح کی کسی کتاب کا شائع ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ رفقا کو چاہیے کہ جہاں موقع اور سہولت حاصل ہو، وہاں مقامی حالات اور ضروریات کے پیش نظر وہ خود زبانی یا تحریری خطبوں کا انتظام کریں۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ ان میں جو خطبے قابل اشاعت ہوں گے ان کو یکجا کر کے شائع بھی کیا جا سکتا ہے۔ بعض مقامات پر رفقا ایسا کر بھی رہے ہیں، جس کا علم ہمیں پہلے سے ہے۔ نیز بعض رفیقوں کی اس طرح کی کوششوں کا ابھی کل ہی علم ہوا ہے انہوں نے اپنے خطبات دکھلائے بھی ہیں اور ان کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ اس کام کو جاری رکھیں، آئندہ ان کو دیکھنے کے بعد ان کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا لیکن اس ضمن میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں اپنے خطبات کے لیے بہ آسانی مواقع میسر آ سکیں وہاں تو ضرور ان سے فائدہ اٹھایا جائے لیکن اس کو غیر معمولی اہمیت دے کر بطورِ مہم نہ شروع کیا جائے اس سے بہ حالات موجودہ بہت سے مقامات پر بجائے فائدہ کے نقصان کا اندیشہ ہے۔

دعوتی نصاب

جماعتی لٹریچر سے ایک ایسا نصاب بنایا جائے کہ نئے لوگوں کو اس کے ذریعہ جلد اور بہ سہولت دعوت سے روشناس کیا جا سکے۔

امیر جماعت: یہ تجویز گزشتہ سالانہ اجتماع کے موقع پر پیش ہوئی، جس کا جواب دیا جا چکا

ہے اسے پڑھ لیا جائے۔ نیز اس قسم کی ایک تجویز پر پہلے اظہارِ خیال کیا جا چکا ہے اس سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔

تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی

عام اجتماع میں تبلیغی جماعت سے متعلق اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی جائے۔

امیر جماعت: جماعت اسلامی کے لٹریچر سے تبلیغی جماعت کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر بہ آسانی معلوم کیا جا سکتا ہے اور اگر وہ وضاحت ناکافی ہو تو وضاحت کی جا سکتی ہے لیکن مختصر وقت میں پوری وضاحت ممکن نہیں ہے۔ ان شاء اللہ اس کی تشریح بعد کو کر دی جائے گی۔

تبلیغی جماعت کے اجتماعات اور ہماری دعوت

جماعت کے ارکان اور ہمدردان تبلیغی جماعت کے ساتھ تعاون اور توافق کا رویہ اختیار کرتے ہوئے ان کے تمام جلسوں میں اپنی دعوت کو پیش کریں۔

امیر جماعت: تبلیغی جماعت کے ساتھ ہمارا رویہ تعاون اور ہمدردی کا ہونا چاہیے اور ہے لیکن اسی کے ساتھ ہمارے اور ان کے مقصد اور طریق کار میں فرق اور اختلاف بھی ہے جو ظاہر ہے، تو ایسی صورت میں مجھے تردد ہے کہ جو صورت تجویز کی گئی ہے اس سے نقصان کے سوا کوئی فائدہ بھی پہنچ سکتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے شاید وہ حضرات اسے پسند نہ کریں کہ ہمارے رفقا ان کے اجتماعات میں شریک ہو کر اپنی دعوت پیش کریں اس لیے اس سے بچنے کی ضرورت ہے، ہاں اگر وہ لوگ بہ خوشی اس کا موقع فراہم کریں تو اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اجتماع کا پروگرام

سالانہ اجتماع کے پروگرام میں رپورٹوں اور انفرادی ملاقاتوں کے پروگرام کی ضرورت نہیں ہے، خطاب عام، خطاب خاص اور رفقا کے لیے ہدایات کا پروگرام ہونا چاہیے۔

امیر جماعت: رپورٹوں کے متعلق تجویز کا حصہ عملاً اختیار کر لیا گیا ہے چناں چہ اس سال

قیمین کی رپورٹیں نہیں پیش ہوئی ہیں صرف قیم جماعت کی رپورٹ پیش کی گئی ہے، جو بہرحال ناگزیر ہے اور رہا انفرادی ملاقاتوں کا معاملہ تو مجھے مجوز کی رائے سے اختلاف ہے، جس کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں اس بارے میں تجویزیں پیش کی جاسکتی ہے کہ ملاقاتوں کے پروگرام کو کس طرح زیادہ سے زیادہ مفید بنایا جائے۔ اگر اس طرح کی کوئی تجویز آئے تو اس پر غور کیا جائے گا، رفقا کے لیے ہدایات کے پروگرام کی تجویز سے ہمیں اتفاق ہے چناں چہ یہ پہلے سے پروگرام میں درج ہے۔

آسان تفسیر

'الحسنات' میں جس زبان اور طرز میں قرآنی آیات پر روشنی ڈالی جاتی ہے اس ڈھنگ پر ایک ایک پارہ کر کے شائع کیا جائے۔

امیر جماعت: مرکز کی طرف سے قرآن مجید کی تفسیر و توضیح کا کام ایک خاص انداز سے کیا جارہا ہے، جس کی اہمیت وضرورت بہت زیادہ ہے۔ اس کے ساتھ اس طرح کے کسی اور کام کا فی الحال مرکز کے لیے موقع نہیں ہے، اس لیے اگر 'الحسنات' کا طرز پسند ہے تو صاحب 'الحسنات' جو یہاں تشریف رکھتے ہیں ان سے تبادلۂ خیال کیا جائے اور اگر اس کام کو کرسکیں تو بہرحال اچھا ہے۔

مثالی بستیاں

رفقا کی یکجا آبادی کا انتظام کر کے مثالی بستیاں بسائی جائیں۔

امیر جماعت: اس طرح کی تجویزیں پہلے بھی آچکی ہیں، میں مجوزین کے جذبہ کی قدر کرتا ہوں کیوں کہ دعوتی مصالح ہی کے پیش نظر اس طرح کی تجویزیں ان کے ذہن میں آتی ہیں لیکن غالباً غور کرتے وقت عملی دشواریوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، پھر مصالح کے تحت بھی بہ حالات موجودہ کارکنوں کی کمی کی بنا پر سمٹاؤ کے بجائے پھیلاؤ زیادہ مناسب ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو دعوت سے روشناس کیا جاسکے۔

تربیت گاہ

ضلع عثمان آباد کو ایک تربیتی مرکز بنا کر جلد سے جلد تربیت کا آغاز کر دیا جائے۔

امیر جماعت: تربیت کا مسئلہ پہلے ہی سے مرکز کے پیش نظر ہے۔ بہت سے مقامات پر تربیت گاہوں کے قیام کا فیصلہ کیا جاچکا ہے، چوں کہ ان سب تربیت گاہوں کے چلانے کے لیے مرکز کے رفقا کافی نہیں ہوسکیں گے اس لیے مختلف حلقوں کے کچھ صاحب استعداد رفقا کو اس کام میں معاونت کے لیے تیار کیا جا رہا ہے، امید ہے اس طرح تھوڑے عرصے میں اکثر مقامات پر تربیت گاہوں کا قیام عمل میں آسکے گا۔ اس طرح کے معاونین کے ایک بیچ کی تربیت کی جا چکی ہے اور جنوبی ہند کے مجوزہ معاونین تربیت کی تربیت اجتماع سالانہ کے پیش نظر ملتوی کر دی گئی تھی، اب اجتماع سے فارغ ہوتے ہی ان شاء اللہ اس کا آغاز ہو جائے گا۔ عثمان آباد تربیت گاہ کے قیام کے لیے مناسب ہے یا نہیں یہ ایک مقامی مسئلہ ہے اس پر حلقہ کے ذمہ داروں کی موجودگی میں بعد کو گفتگو کر لی جائے۔ قیم جماعت اسے نوٹ کر لیں۔

عمومی تحریک

تحریک کو عمومی بنایا جائے۔

امیر جماعت: اس تجویز کا منشا کچھ واضح نہیں ہے اگر مجوز صاحب وضاحت فرما دیں تو رائے قائم کرنے میں آسانی ہوگی۔

قیم جماعت: یہ تجویز رپورٹوں سے ماخوذ ہے مجوز یہاں موجود نہیں ہے۔

امیر جماعت: دوسرے رفقا اگر چاہیں تو تجویز کا منشا سمجھنے میں میری مدد کر سکتے ہیں۔

محی الدین سابق وکیل میدک: یہ تجویز میری نہیں ہے لیکن (کچھ مزاح کے انداز میں) مجوز کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز، روزہ اور دوسری ذمے داریوں اور شرائط کو بدل کر عوام کی خواہشات کے مطابق بنایا جائے۔

حمایت المقیت گلبرگہ: یہ منشا صحیح نہیں معلوم ہوتا، عمومی تحریک سے مجوز کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے

کہ روزمرہ کے مسائل میں حصہ لے اور دوسری جماعتوں کی طرح عوام سے ربط رکھے۔

ماسٹر جعفر علی کانپور: ہمارے بہت سے الفاظ و اصطلاحات مثلاً اقامت دین وغیرہ ایسے ہیں جن کو ہم لوگ بے تکلف استعمال کرتے ہیں لیکن چوں کہ عوام ان سے واقف نہیں ہیں اور دین کے بارے میں ان کے تصورات بہت محدود ہیں اس لیے وہ ان کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، مجوز کا منشا غالباً یہ ہے کہ ایسے الفاظ میں دعوت کو پیش کیا جائے جن کو عوام سمجھ سکیں۔

امیر جماعت: میں نے اس لیے آپ حضرات کو اظہارِ خیال کی دعوت دی تھی کہ تجویز کا منشا سمجھنے میں اس سے کچھ مدد ملے، لیکن تجویز کی توضیح میں جو تقریریں ہوئی ہیں ان کو سننے کے بعد تو مجھے کہنا پڑتا ہے کہ ع

شد پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیرہا

سب سے پہلے مقرر نے جو منشا بیان کیا ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا، ظاہر ہے یہ تجویز جماعت ہی سے متعلق کسی فرد کی ہے، جماعت سے متعلق لوگوں کا عمومی احساس یہی ہے کہ جماعت نے جو پابندیاں عائد کی ہیں وہ کم سے کم پابندیاں ہیں، جن کا اسلام مطالبہ کرتا ہے اس لیے ان میں تخفیف کا تصور کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔ تیسرے مقرر نے مجوز کا جو منشا بیان کیا ہے بظاہر وہ بھی کچھ قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا لیکن اگر ہو تو یہ ظاہر بات ہے کہ اگرچہ جماعت کا لٹریچر عام طور سے خواص ہی کے پیش نظر تیار کیا گیا ہے لیکن ہمیں اپنی باتیں عوام کو بھی سمجھانی ہیں اس لیے ہمیں اپنی تحریر وتقریر میں جہاں تک مناسب ہو ان کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ حمایت المقیت صاحب نے جو منشا بیان کیا ہے غالباً یہی مجوز کا اصل منشا ہے اس لیے میں اسی کے پیش نظر عرض کرتا ہوں۔

یہ ظاہر بات ہے کہ ہماری تحریک کسی خاص طبقہ کے لیے محدود نہیں ہے بلکہ وہ ایک عمومی تحریک ہی ہے اس لیے عوام سے ہمیں زیادہ سے زیادہ ارتباط پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس بارے میں دوسری جماعتوں کا طرزِ عمل ہمارے لیے نمونہ نہیں بن سکتا، وسائل وذرائع کی کمی کے علاوہ ہمارے مخصوص مقصد وطریق کار نے جن کو بہرحال ہمیں پیش نظر رکھنا ہے، اس ارتباط کے مواقع کو بہت محدود کر دیا ہے، عوام کی خواہشوں کا ہم ساتھ نہیں دے سکتے اور نہ ان کو سبز باغ

دکھانا ہمارے طریقۂ کار کی رو سے جائز ہوسکتا ہے، اس لیے آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ ان سے ارتباط پیدا کرنا ہمارے لیے کتنا مشکل ہے۔ تاہم جہاں تک ہمارا مقصد اور طریقۂ کار اجازت دیتے ہیں اس کے لیے پوری کوشش کی جارہی ہے اور بہر حال ان پابندیوں کے ساتھ بھی ان سے ارتباط کے اچھے خاصے مواقع موجود ہیں۔ اب تک جو کچھ اس سلسلے میں کیا جارہا ہے اگر اس کے علاوہ کوئی متعین تجویز پیش کریں تو اس پر ضرور غور کیا جائے گا۔

طلبہ کی تنظیم

طلبہ کو منظّم کیا جائے۔

امیر جماعت: یہ تجویز بھی تشریح طلب ہے اور میری خواہش ہے کہ اس مسئلہ پر دوسرے رفقا بالخصوص طلبہ اظہار خیال کریں۔

نجات اللہ صدیقی، طالب علم ثانوی درس گاہ رام پور: طلبہ کی ایک ایسی تنظیم تو ضروری معلوم ہوتی ہے کیوں کہ طلبہ میں طلبہ ہی دعوت کا بہتر تعارف کرا سکتے ہیں لیکن تمہیدی طور پر پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ طلبہ میں کچھ کارکن تیار کر لیے جائیں اور اس کے بعد ان کی علیحدہ تنظیم کے بارے میں سوچا جائے۔

محمد اقبال حسین، طالب علم دار العلوم حیدر آباد: واقعی طلبہ کو منظّم کرنا چاہیے، آج بہت سے طلبہ ایسے ہیں جو مطالعہ کر کے جماعت کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ حیدر آباد کے طلبہ نے طلبہ میں دعوت کا کام شروع کر دیا ہے، جس کے مفید نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ جو طلبہ کم عمر ہیں وہ پہلے بزم 'حسنات' میں شریک ہوتے ہیں، پھر بڑے طلبہ کے ساتھ مل کر کام کرنے لگتے ہیں۔

فضل الرحمٰن فریدی، الٰہ آباد: میں نجات اللہ صاحب کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں کہ طلبہ کی تنظیم ضروری ہے۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ طلبہ میں طلبہ ہی کام کریں، وہ بہت بگڑے ہوئے ماحول میں رہتے ہیں، اس لیے جب جماعت کے عام رفقا ان سے ملتے ہیں تو ان کی ظاہری وضع و ہیئت کی وجہ سے طلبہ پر اچھا اثر نہیں پڑتا۔ الٰہ آباد میں ہمیں یہ دقت پیش آرہی ہے کہ ہمارے رفقا طلبہ کے حالات سے واقف نہ ہوتے ہوئے بعض ایسے مشورے دے دیتے ہیں، جو مناسب نہیں

ہوتے ہیں، میں ذمہ داران جماعت کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

مولوی محمد مشتاق، الٰہ آباد: فریدی صاحب نے اپنے جو تاثرات بیان کیے ہیں وہ صحیح نہیں، ہمارا تجربہ اس کے خلاف ہے۔ دین دارانہ وضع و ہیئت کچھ اچھے ہی اثر ڈالتی ہے اور جب ہمیں دین کی تبلیغ کرنی ہے تو اسی وضع و ہیئت میں ہی ان کے اندر کام کرنا ہوگا۔

محمد اسمٰعیل میسوری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی: میں بھی نجات اللہ صاحب کی رائے سے متفق ہوں، علی گڑھ سے طلبہ میں کام کے سلسلے میں مرکز کو ایک تجویز بھیجی گئی ہے وہاں سے اجازت کے بعد اس کو بروئے کار لایا جائے گا۔

اصغر علی عابدی: اس موقع پر یہ تجویز بہت مناسب ہے، الگ الگ ذیلی نظم بنایا جانا بہت مفید ہوگا، سوسائٹی کے مختلف طبقات کو اپنے سے قریب کرنے کی ضرورت ہے۔

مجھے اس سے اتفاق ہے کہ پہلے تمہیدی طور پر طلبہ کے اندر کارکنوں کو تیار کیا جائے لیکن اگر کچھ طلبہ تیار ہو چکے ہیں تو اگر اس کو اور زیادہ ملتوی کیا جائے گا تو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ بہاؤ غلط راستہ پر نہ ہو جائے۔

حسان کلیمی، الٰہ آباد یونیورسٹی: میرا خیال پہلے سے یہی تھا کہ طلبہ کی کسی آل انڈیا تنظیم کا ابھی وقت نہیں آیا ہے اور متعدد دوسرے رفقا نے بھی اس سے اتفاق کا اظہار کیا ہے۔ اور میرا خیال یہ بھی ہے کہ ابھی کہیں کے بھی طلبہ کسی علیحدہ تنظیم کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکے ہیں۔ مجھے فریدی صاحب کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے کہ ہمارے رفقا کے طلبہ سے ملنے جلنے کا برا اثر پڑتا ہے۔ الٰہ آباد میں یونیورسٹی میں کام کے ذمہ دار عام رفقا ہی ہیں اور ان کے ملنے جلنے اور بات چیت کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ البتہ جو رفقا طلبہ میں دعوت کے کام کی صلاحیت رکھتے ہوں وہی ان میں کام کریں تو اچھا ہے۔

محمد عبدالکریم مدرس، کھمم: طلبہ میں طلبہ ہی بہتر کام کر سکتے ہیں لیکن ناتجربہ کاری کی بنا پر وہ غلطیاں کر جاتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ مقامی لوگ ان کی نگرانی کرتے رہیں۔

محمد اسحاق، الٰہ آباد: یہ صحیح نہیں ہے کہ شریعت کی پابندی کالجوں اور اسکولوں میں مذاق بن جاتی ہے، ہمارا تجربہ تو اس کے برعکس ہے۔ رہی یہ بات کہ رفقا ناواقفیت کی بنا پر طلبہ کو نامناسب مشورہ

دے دیتے ہیں جیسا کہ فریدی صاحب نے حوالہ دیا ہے تو یہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے لیکن اس کا بروقت تدارک کرلیا گیا تھا۔ اور اب ان شاء اللہ اس طرح کی صورت پیش نہیں آئے گی۔

اس کے بعد ایک نہایت معمر اور بزرگ صورت رفیق بہ دقت اٹھتے ہوئے اسٹیج کی طرف آنے لگے۔ امیر جماعت نے ان کے ارادے کو بھانپ کر ان کا حسب معمول تعارف کراتے ہوئے کہا کہ آپ کے سامنے ایک ایسے صاحب اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جو طالب علم نہیں بلکہ یونیورسٹی کے ایک استاد کے پدر بزرگ وار ہیں اور یونیورسٹی کے علاقہ میں دعوتی کام کا تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ یہ صدیق حسن صاحب میرٹھ کے ہیں۔

ماسٹر صدیق حسن میرٹھ: میری شکل وصورت دیکھیے یہ مذاق اڑانے کے لیے بہترین ہے، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ علی گڑھ میں کبھی میرے ساتھ یہ واقعہ پیش نہیں آیا، حالاں کہ میں وہاں بار بار جاتا اور طلبہ سے ملتا رہا ہوں بلکہ میرا تجربہ یہ ہے کہ ہمیشہ طلبہ نے میری باتوں کو توجہ کے ساتھ سنا۔

محمد اسمٰعیل، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی: تجویز پر گفتگوئیں ہوئی ہیں اس سے مجوز کا منشا اوجھل ہو گیا ہے، آل انڈیا تنظیم کا منشا یہ نہیں ہوتا کہ فوراً ہی سارے ملک میں تنظیم عمل میں آجائے۔ یہ کام رفتہ رفتہ ہی ہوگا ویسے میں بذاتِ خود علیحدہ کسی تنظیم کا موید نہیں ہوں کیوں کہ طلبہ کے کردار پختہ نہیں ہیں، مجھے بمبئی کے ایک واقعہ کا علم ہے اس کے اثرات اچھے نہیں ہوئے۔

نجات اللہ صدیقی: یہ صورت زیادہ بہتر ہے کہ تیار شدہ طلبہ کے ذریعے ہی کام کیا جائے اور اس کی مرکز نگرانی کرے۔ میرے خیال میں فضل الرحمٰن فریدی خود شریعت کی پابندیوں کو ہلکا نہیں سمجھتے، انہوں نے یونیورسٹیوں کی صورتِ حال کی توضیح کرنی چاہی ہے۔ فریدی صاحب نے خود امیر جماعت سے مل کر اس کی وضاحت کردی تھی کہ ان کا منشا وہ نہیں تھا جو عام طور سے سمجھا گیا اور خود دینی ہیئت کو ضروری سمجھتے ہیں۔

امیر جماعت: طلبہ میں دعوت کا کام ہمیشہ سے پوری اہمیت کے ساتھ ہمارے سامنے رہا ہے، مقامی جماعتوں کے پروگرام میں یہ باقاعدہ شامل ہے۔ اس سلسلے میں بعض مقامات پر اچھا کام بھی ہو رہا ہے۔

طلبہ کی جداگانہ تنظیم کا مسئلہ کئی بار سامنے آیا ہے لیکن اس میں جہاں فائدے کے پہلو ہیں

کچھ پہلو اندیشہ ناک بھی ہیں اس لیے اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکا۔ بہتر ہے کہ اس سوال کو اس وقت طے نہ کیا جائے، انشاءاللہ شوریٰ میں یہ مسئلہ زیر بحث آئے گا اور اس کے بارے میں آخری طور سے غور کرلیا جائے گا۔ فی الحال مقامی جماعتوں کے زیر نگرانی جس طرح کام ہورہا ہے ویسے ہی جاری رہنا چاہیے۔ اس مسئلہ میں گفتگو کے دوران میں طلبہ کی ناتجربہ کاریوں اور فرو گزاشتوں کی طرف جو اشارات کیے گئے ہیں وہ اپنے اندر کافی وزن رکھتے ہیں، ہمیں ایسے متعدد واقعات کا علم ہے جو جماعت کی بدنامی کا باعث ہوئے ہیں۔ ایک رفیق نے ایسے ہی بمبئی کے کسی واقعہ کا حوالہ دیا ہے، میں ذاتی طور سے اس سے واقف نہیں ہوں لیکن یہ ظاہر بات ہے کہ اس طرح کے واقعات سے جماعت کی بدنامی کا جو پہلو پیدا ہوتا ہے وہ اس بنا پر ہے کہ جماعت کی ہمدردی کے مفہوم میں بہت وسعت پیدا کرلی گئی ہے، ہر شخص کو آسانی کے ساتھ جماعت سے متعلق سمجھ لیا جاتا ہے اور پھر اس کے ہر اچھے برے فعل کو جماعت کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے سلسلے میں تو ہم کیا کرسکتے ہیں لیکن خود رفقاء جماعت کو کسی کو ہمدرد جماعت قرار دینے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ سے متعلق جو گفتگو ہو رہی تھی اس کے سلسلے میں میرا اپنا تاثر یہ ہے کہ جہاں ان میں ایسے طلبہ پائے جاتے ہیں جو مغربی علوم وتہذیب کے زیر اثر اور ایک مخصوص ماحول میں رہنے کے نتیجہ میں دین اور دینی پابندیوں کا مذاق اڑاتے ہیں وہیں ان میں بکثرت ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو دین سے خاصا لگاؤ اور اس کی خدمت کا اچھا جذبہ رکھتے ہیں بلکہ میں تو اپنے تجربات کی بنا پر یہاں تک کہنے کے لیے تیار ہوں کہ ان میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے اس جذبہ اور لگاؤ کے لحاظ سے بہت سے ان طلبہ پر بھی فوقیت رکھتے ہیں جو ہماری دینی درس گاہوں میں تعلیم پارہے ہیں۔ ایسے طلبہ خصوصیت سے ہماری توجہ کے مستحق ہیں، باقی رہا عام طلبہ میں دعوت کا کام تو اس کے سلسلے میں بھی ہمارے رفقا کو بددل ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ہمارے ایک تجربہ کار رفیق نے اپنا جو تاثر بیان کیا ہے وہ خاصا حوصلہ افزا ہے اور خود الہ آباد کے بارے میں ہمارے ایک دوست نے جو بات کہی تھی اس کی تردید بھی خود وہیں کے رفقا کی طرف سے ہوچکی ہے اور بہرحال اگر ہمارے رفقا کو تبلیغ دین کے سلسلے میں مذاق

بننا بھی پڑے تو یہ کوئی نئی اور خلاف توقع بات نہیں جس کی وجہ سے ان کو کوئی پریشانی ہو یہ ہمیشہ ہی سے ہوتا آرہا ہے اور پھر طلبہ یا ان کی کسی قسم ہی پر کیا موقوف ہے۔ مغربی علوم وتہذیب کے پیدا کردہ دائروں سے باہر بھی کیا اس سے سابقہ پیش نہیں آتا۔ البتہ اس سلسلے میں اس بات کا لحاظ کرنا ضروری ہے کہ کس کام کے لیے کون رفیق زیادہ موزوں ہے، اس کا فیصلہ مقامی طور پر رفقا کی صلاحیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے کرنا چاہیے۔ طلبہ میں دعوت کے کام کی موزونیت کا دارومدار بھی صلاحیتوں پر ہی ہے اور اسی کے لحاظ سے یہ بہت ممکن ہے کہ بعض مقامات پر جدید تعلیم یافتہ رفقا سے زیادہ مناسب قدیم تعلیم یافتہ رفقا ہی ہوں اور دوسرے حالات میں اس کے برعکس بہر حال یہ بات حکمت تبلیغ سے متعلق ہے اور اسی کے لحاظ سے اس کا فیصلہ ہونا چاہیے۔ بعض دوستوں نے بعض لوگوں کی غلطیوں کی طرف بھی اشارے کیے ہیں وہ لوگ اپنی شکایتیں تحریری شکل میں قیم جماعت کو دے دیں تو ان پر غور کیا جائے گا۔

وفد کی تشکیل

ارکانِ جماعت میں سے تین بلند پایہ علمائے دین اور چار علومِ جدیدہ کے ماہرین پر مشتمل ایک وفد کی تشکیل کی جائے جو ملک کے بڑے بڑے شہروں کا تفصیلی دورہ کرے اور رفقا کی سرگرمیوں کا گہرا جائزہ لینے کے علاوہ علما اور مفکرین سے تبادلۂ خیالات کرے۔

امیر جماعت نے اس تجویز پر بھی پہلے رفقا کو اظہارِ خیال کی دعوت دی، اس پر دو تین رفیقوں نے تائید میں تقریریں کیں اور اس کے مفید پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا، ان تقریروں کے بعد امیر جماعت نے اظہارِ خیال فرمایا۔

امیر جماعت: جو تقریریں ہوئی ہیں تائید میں ہیں اور بقیہ لوگ خاموش ہیں، جس کا مطلب میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ بھی ان کی تائید ہی میں ہیں۔

حامد حسین: کیا تجویز میں ترمیم پیش کی جاسکتی ہے، تجویز سے اختلاف نہیں ہے، وفد کی تشکیل کے سلسلے میں مجھے کچھ عرض کرنا تھا۔

امیر جماعت: میں اس تجویز پر جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اگر اس سے آپ کی ترمیم کا منشا پورا

ہو جائے تو پھر شاید آپ کو ترمیم پیش کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ تجویز اپنے مدعا کے لحاظ سے قابل عمل ہے اس لیے اسے منظور کر لینا چاہیے البتہ تشکیل وفد کی نوعیت اور دورے کی تفصیلات وغیرہ طے کرنا مرکز کے حوالہ کر دینا چاہیے، ہاں جو لوگ کسی سلسلہ میں کوئی مشورہ دینا چاہیں وہ اپنے مشورے قیم جماعت کو نوٹ کرادیں۔

یوسف صدیقی: مجھے تجویز کے اس حصہ سے اختلاف ہے کہ لیڈروں سے ملاقات کی جائے۔ کوئی شخص کسی تحریک کا لیڈر اسی وقت بنتا ہے جب وہ اس تحریک میں سب سے زیادہ پختہ ہو جاتا ہے۔ لیڈروں کی بجائے ان کے پیرووں سے ملاقات زیادہ مفید ہوگی لیڈر اسی وقت متوجہ ہوتے ہیں جب ان کے پیروان کا ساتھ چھوڑنے لگیں۔

امیر جماعت: صدیقی صاحب نے جو باتیں کہی ہیں کافی حد تک قابل لحاظ ہیں، تفصیلات پر غور کرتے وقت جملہ ضروری باتوں کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

آیات واحادیث کے مجموعے

آیات واحادیث کے ایسے مجموعے مرتب کیے جائیں جن سے عبادت، معاشرت اور معیشت وغیرہ کے بارے میں دینی نقطۂ نظر پوری طرح اجاگر ہو سکے۔

امیر جماعت: تجویز معقول ہے، وسائل و ذرائع کی فراہمی کے بعد ان شاء اللہ اس کو بروئے کار لانے کی کوشش کی جائے گی۔

جمعیۃ العلما

جمعیۃ العلما کی موجودہ سیاسی اور دینی روش سے جو نقصانات پہنچ رہے ہیں ان کو واضح کیا جائے۔

حمایت المقیت: جمعیۃ العلما پر تنقید کی تجویز مناسب نہیں، اگر اس کی روش غلط ہے تو ایک نہ ایک دن عوام پر اور خود ان پر ان کی غلطی واضح ہو جائے گی، ہمیں ایجابی طور پر اپنا کام کرنا چاہیے جو خود ایک عملی تنقید ہوگی۔ بہ صورتِ دیگر اندیشہ ہے کہ ہماری قوتیں غلط راستوں میں ضائع ہو جائیں گی۔

اس کے بعد امیر جماعت نے کچھ توقف کیا اور جب مزید اظہارِ خیال کے لیے کوئی اور صاحب آگے نہیں بڑھے تو فرمایا۔

امیر جماعت: حمایت المقیت صاحب نے جن الفاظ میں تجویز سے اختلاف کیا ہے اس پر شرکاءاجتماع کی عام خاموشی میرے لیے حیرت کا باعث ہے۔اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تبلیغ محض عمل ہی کے ذریعہ ہونی چاہیے قول کا اس میں دخل نہیں ہونا چاہیے۔بے شک تبلیغ میں عمل کو بڑی اہمیت حاصل ہے لیکن تبلیغ بذریعہ قول وتحریر کی بھی کچھ کم اہمیت نہیں ہے اور ہمیں دونوں ہی سے کام لینا چاہیے، پھر تبلیغ میں جہاں ہمیں مثبت طور سے یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ دین کیا ہے وہیں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ دین کیا نہیں ہے، جب تک ان دونوں پہلوؤں کو صاف صاف واضح نہیں کیا جائے گا دین اپنی صحیح شکل میں سامنے نہیں آسکے گا۔اگر کسی مصلحت کی خاطر اس کو نظر انداز کیا گیا تو ہماری طرف سے یہ ایک دینی مداہنت ہوگی۔یہی وجہ ہے کہ اس نقطۂ نظر سے ہمیں بسا اوقات دوسروں کے طرزِ عمل پر جو ہماری نگاہ میں دین کے خلاف ہو، تنقیدیں کرنی پڑی ہیں، جن میں جمعیۃ العلما بھی ہے، ہوسکتا ہے کہ دوسرے لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اس کے لیے وہ معقول دلائل رکھتے ہوں اور ہماری تنقیدوں میں کوئی غلطی ہو، لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ حضرات بجائے اس کے کہ دلیلوں سے اپنی روش کی صحت اور ہماری تنقید کی غلطی واضح کرتے جس پر غور کرنے کے لیے ہم ہر وقت تیار ہیں، اور ہم پر ہماری غلطی واضح کر دی جائے تو اس کا صاف صاف اعتراف کرنے کے لیے بھی، لیکن افسوس ہے کہ ان حضرات نے ایسا کرنے کے بجائے شاید یہی زیادہ مناسب سمجھا کہ انہوں نے ہمارے خلاف مختلف طریقوں سے لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا۔

سید عبدالقادر: کسی مخصوص جماعت پر تنقید کرنے کی کبھی جماعت کی پالیسی نہیں رہی ہے تو پھر کیا ضروری ہے کہ صرف ایک جماعت ہی پر تنقید ہو، سب جماعتوں پر تنقید ہونی چاہیے، اگر یہ سلسلہ شروع ہوا تو بہت خرابی پیدا ہوگی۔میری رائے ہے کہ کسی مخصوص جماعت پر تنقید کا طریقہ نہ اختیار کیا جائے بلکہ عمومی طور پر بہ دلائل تنقید کی جائے۔

امیر جماعت: یہ تقریر تجویز اور میرے جواب دونوں سے قطعی غیر متعلق ہے، تجویز میں جمعیۃ العلما پر تنقید کے لیے نہیں کہا گیا ہے بلکہ اس کی موجودہ سیاسی اور دینی روش کے نقصانات واضح کرنے

کی تجویز پیش کی گئی ہے اور میں نے بھی اپنے جواب میں اسی کی ضرورت واضح کی ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ پیش نظر مدعا اکثر نام لیے بغیر بھی حاصل ہوسکتا ہے اور جہاں نام لینا ہی ضروری ہو وہاں یہ احتیاط ملحوظ رکھی جاسکتی ہے کہ تنقید کسی قابل اعتراض روش سے متعلق رہے نہ کہ عمومی حیثیت میں جماعت سے، اور میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تنقید ہمیشہ صحیح دینی جذبہ کے تحت ہی کرنی چاہیے، اس میں کسی تعصب یا جنبہ داری کا دخل نہیں ہونا چاہیے، اگر ایسا ہوا تو ہمارے مقصد سے قطعی ہٹی ہوئی چیز ہوگی۔

ہمہ وقتی قیم

حلقہ جات کے لیے ایسے قیمین مقرر کیے جائیں جو جماعت کے کام کے لیے فارغ ہوں۔

امیر جماعت: اس طرح کی تجویزیں پہلے بھی آ چکی ہیں اور ان کا جواب بھی دیا جاچکا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کام کی شدت شوق میں مجوز نے یہ تجویز پیش کی ہے۔ ہمارے پاس ایسے رفقا موجود نہیں ہیں جو فکرِ معاش سے آزاد ہو کر اپنا پورا وقت جماعت کے کام کے لیے دے سکیں، اس لیے ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے طور سے جماعت کے کام کے لیے جتنا وقت فارغ کر سکتا ہے فارغ کرے۔ مرکز بھی اس وقت اس موقف میں نہیں ہے کہ وہ اس تجویز کو عمل میں لانے کی جرأت کرے۔ بہت سے دوسرے شروع کردہ ضروری کام بھی مالی مشکلات کی وجہ سے متاثر ہو رہے ہیں، البتہ کسی خاص حلقہ میں اگر حالات سازگار ہوں تو وہاں کے لیے غور کیا جاسکتا ہے۔

فتووں کی اشاعت

جماعت کی تائید وحمایت میں علما کے فتوے شائع ہوئے ہیں، ان کی دوسری قسط بھی شائع کر دی جائے۔ اس تجویز پر امیر جماعت نے اظہار خیال کی دعوت دی۔ متعدد لوگوں نے اس کے مفید ومضر دونوں پہلوؤں سے مختلف نقطہ ہائے نظر کا اظہار کیا۔ بالآخر امیر جماعت نے مولانا صدر الدین اصلاحی کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے طے کیا کہ اس تجویز کو مرکز کے حوالہ کر دیا جائے۔ تاکہ غور وفکر اور مشورے کے بعد مناسب فیصلہ کیا جاسکے۔

جماعتی بینک

چوں کہ موجودہ بینکوں سے جو غیر اسلامی طریقوں پر قائم ہیں اس سے واسطہ نہیں رکھا جا سکتا اس لیے جماعت کا اپنا ایک بینک قائم ہونا چاہیے جس کے اصول وضوابط اسلام کے مطابق ہوں اور جماعت اس کی رقم سے تجارت بھی کرے۔ (پوری تجویز پڑھ کر سنائی گئی)۔

اس کے بعد تجویز کے متعلق شرکائے اجتماع کو اظہارِ خیال کا موقع دیا گیا۔ مختلف لوگوں نے اس پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے واضح کیا کہ اس تجویز کے بروئے کار لانے میں طرح طرح کی دشواریاں ہیں اور نہ جماعت کے لیے مناسب ہے کہ اس کی توجہ کا کچھ حصہ اس طرح کے کاموں کی طرف منتقل ہو۔

آخر میں امیر جماعت نے فرمایا کہ اس تجویز کے سلسلے میں رفقا نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے میرے خیالات بھی وہی ہیں۔ یہ تجویز بحالات موجودہ قابل عمل نہیں ہے۔ بظاہر مجوز کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس تجویز کو روبہ عمل لانے سے رفقا کی معاشی پریشانیوں کا کچھ حل نکل سکے گا اور اس سے جماعت کی مالی اعانت بھی ہو سکے گی لیکن ان دونوں سلسلوں میں اس سے بہتر تجویزیں ہو سکتی ہیں۔

مشترکہ کاروبار

معاشی مشکلات کے حل کے لیے مشترکہ کاروبار جاری کیا جائے۔

امیر جماعت: رفقائے جماعت اپنے طور پر اس طرح کی صورتیں اختیار کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں مشورہ دینے کے لیے معاشی کمیٹی بنا دی گئی ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

جماعت کی ترجمانی

مرکز کی منظوری کے بغیر کوئی فرد یا مقامی جماعت ایسی چیز شائع نہ کرے، جس کا براہِ راست تعلق جماعت کے مقصد اور اس کی پالیسی سے ہو۔

امیر جماعت: ہمارا طریقۂ کار یہی ہونا چاہیے، اس کی پابندی کی جائے۔

نقشہ حاضری

حلقوں کی ماہانہ رپورٹوں کے ساتھ ایک ایسا نقشہ بھی جانا چاہیے، جس میں ارکان کی حاضری اوران سے متعلق دوسری باتیں نام بنام درج ہوں۔

امیر جماعت: قیمین حضرات اپنی رپورٹوں میں غیر حاضریوں کی بھی اگر وہ کسی پہلو سے قابل اعتراض ہوں تو حسب ہدایت اطلاع دیتے ہیں لیکن اگر کہیں صحیح طور پر اس کی پابندی نہ ہوتی ہو تو اس کا لحاظ کیا جائے، رپورٹوں کے موجودہ نقشہ میں حسب ضرورت دیگر ضروری باتوں کا علیحدہ عنوان رکھا جاسکتا ہے اور اس سے یہ مقصد پورا ہوسکتا ہے۔

سالانہ رپورٹ

مرکز کی سالانہ رپورٹ مقامی جماعتوں کی ماہانہ رپورٹوں سے مرتب کی جائیں اور اس میں دعوت نہ پیش کی جائے۔

امیر جماعت: سالانہ رپورٹ، رپورٹوں کو سامنے رکھ کر مرتب کی جاتی ہے اور مزید جن باتوں کی توضیح وتفصیل کی ضرورت ہوتی ہے ان کو الگ سے طلب کر لیا جاتا ہے، اس سال رپورٹ کی ترتیب میں اس کا خاص لحاظ کیا گیا ہے اور دعوت کا جز حذف کر دیا گیا ہے۔

الیکشن

میونسپلٹیوں کا الیکشن قریب ہے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل ملک پر بالعموم اور مسلمانوں پر بالخصوص اس ضمن میں اپنا نقطہ نظر واضح کیا جائے۔

امیر جماعت: الیکشن پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی جاچکی ہے اور اس سلسلے میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان پر عمل کیا جائے۔

انگریزی دارالاشاعت

ایک انگریزی دارالاشاعت قائم کیا جائے اور ایک ماہ نامہ یا سہ ماہی رسالہ بھی اس زبان میں جاری کیا جائے۔

امیر جماعت: انگریزی زبان میں لٹریچر کی اشاعت کا جو کام سر دست کیا جاسکتا ہے وہ مکتبہ کے اہتمام میں انجام پا رہا ہے اس سے زیادہ کا انتظام فی الحال ہمارے لیے مشکل ہے۔ رہا انگریزی رسالہ کے اجرا کا سوال تو اس کی ضرورت مسلمہ ہے لیکن اس کے لیے ضروری وسائل ابھی میسر نہیں ہیں اس لیے اگر کوئی رفیق اس کا انتظام کر سکے تو اپنے طور سے جاری کر سکتا ہے۔

منصوبہ بندی

مختلف امور مثلاً رفاہِ عام کے کام، تعلیمی اسکیمیں، مزدوروں کی اصلاح کی انجمنیں، قرآن کا ہندی ترجمہ وغیرہ کے کاموں کی طرف زیادہ توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے، یہ سب کام ایک منصوبہ بندی کے تحت ہونے چاہئیں، ان کے لیے الگ الگ کمیٹیاں وجود میں لائی جائیں اور عام لوگوں میں سے جو لوگ اس طرح کے کاموں سے دلچسپی رکھتے ہوں اُن سے اس سلسلے میں تعاون حاصل کیا جائے۔ (اصل تجویز جو کئی صفحات پر مشتمل تھی پڑھ کر سنائی گئی)

امیر جماعت: جہاں تک منصوبہ بندی کا سوال ہے یہ صحیح ہے اور ہمارے پیش نظر ہے اور ہم ایک حد تک اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں لیکن چوں کہ حالات پر ہمیں قابو نہیں ہے اس لیے ان پر پوری طرح عمل درآمد نہیں ہوسکتا۔ اس بنا پر منصوبہ بندی کے صحیح تصور کے تحت تو کام کرنا بہت دشوار ہے البتہ اگر اس کا منشا یہ ہے کہ جو کام کیا جائے اس کے پیش وعقب پر پوری طرح غور کیا جائے تو یہ بالکل ٹھیک بات ہے، اس کے بغیر کوئی کام شروع کر دینا یقیناً عقل مندی نہیں ہے۔ تجویز میں رفاہی کاموں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جو ہر لحاظ سے مفید ہے، جہاں حلقوں یا مقامی جماعتوں کو مواقع حاصل ہوں وہ اپنی وسعت کے مطابق ان کاموں کی طرف توجہ کریں لیکن اس سلسلے میں جو کچھ بھی کیا جائے وہ مقامی جماعتوں کے نظم واہتمام ہی کے تحت ہونا چاہیے، جو لوگ اس سلسلے میں دلچسپی رکھتے ہوں اپنے اصولوں کے تحت ان کا تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے۔

راجستھان کے لیے کارکنوں کی فراہمی

اس علاقہ میں بڑے بڑے مقامات پر مدارس میں اچھے کارکن مقرر کرانے کی کوشش کی جائے، اس کے لیے وہاں اچھے مواقع بھی ہیں۔ امیر جماعت نے قیم حلقہ راجستھان جناب محمد

یوسف صدیقی سے اس تجویز پر روشنی ڈالنے کے لیے کہا۔

محمد یوسف صدیقی: تجویز تو میری نہیں ہے لیکن وہاں کے حالات کا مجھے علم ہے، تعلیم میں یہ علاقہ دوسرے صوبوں سے بہت پیچھے ہے اس لیے یہاں اس کام کی بہت ضرورت ہے، پچھلے سال یہاں کچھ تجربہ کیا گیا تھا وہ ایک حد تک کامیاب رہا۔ ایک صاحب خیر جو جماعت سے غیر متعلق ہیں وہ اپنے طور سے وہاں کام کرتے رہتے ہیں، انہوں نے اور جماعتوں سے مدد بھی لی ہے۔ پچھلے سال انہوں نے ہماری جماعت کا بھی تعاون حاصل کیا تھا اور ہم سے وہ کارکنوں کا مطالبہ کررہے ہیں۔ ان کے پاس وسائل ہیں جماعت کے باصلاحیت افراد اس طرف توجہ کریں تو مناسب ہے۔

امیر جماعت: جو حالات بتائے گئے ہیں ان کی بنا پر یہ تجویز معقول ہے، جو صاحب صلاحیت اصحاب اس علاقہ میں کام کرنے پر آمادہ ہوں اپنا نام قیم جماعت کو نوٹ کرادیں۔

حلقوں کی مجالسِ شوریٰ

ہر حلقہ میں ایک مجلس شوریٰ ہونی چاہیے جو کم از کم پانچ ارکان پر مشتمل ہو۔

امیر جماعت: یہ تجویز مناسب ہے۔ ابھی تک اس سلسلہ میں کوئی باقاعدہ ہدایت تو نہیں دی گئی تھی لیکن بعض قیمین نے اپنے طور سے اپنے حلقہ کی مجلس شوریٰ قائم کرلی ہے، جس سے اہم امور میں مشورہ کیا جاتا ہے۔ یہ اچھی صورت ہے دوسرے حلقوں کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے۔

ضلعی تنظیم

جماعت کی ضلعی تنظیم بھی ہونی چاہیے۔ ہر ضلع کے لیے ایک ضلعی ناظم ہو جو قیم حلقہ کے زیر ہدایت اپنے ضلع میں تحریک کے کاموں کی تنظیم کرے۔

امیر جماعت: یہ پہلے ہی طے شدہ ہے اور بہت سے اضلاع میں ضلعی تنظیمیں موجود بھی ہیں اگر کہیں نہیں ہے تو غالباً حالات اور دقتوں کی وجہ سے ہے۔ بہرحال جہاں اس کی ضرورت ہو اور حالات سازگار ہوں ضرور اس کا انتظام کیا جائے۔

امرائے حلقہ کا تقرر

کام کی سہولت اور ترقی کے لیے مختلف حلقوں میں ایک امیر اور ایک قیم مقرر کیا جائے۔

امیر جماعت: ابھی یہ تجویز قبل از وقت ہے، ابھی تو قیمی ہی کے لیے موزوں افراد کی تلاش میں ہمیں دشواری پیش آتی ہے۔

اس کے بعد امیر جماعت نے اعلان کیا کہ مقررہ تاریخوں میں موصول ہونے والی تجاویز یہی تھیں جو پیش ہو چکی ہیں لیکن کچھ تجویزیں بعد میں یا اِس وقت آئی ہیں اور وقت میں گنجائش ہے اس لیے ان پر بھی غور کر لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فرہنگ الفاظ

لٹریچر کے مشکل الفاظ کے معنی اصطلاحات کی تشریح ایک الگ کتابچہ کی صورت میں شائع کر دی جائے۔

امیر جماعت: یہ تجویز غیر ضروری ہے لوگوں کو ان کی استعداد کے مطابق مطالعہ کے لیے کتابیں دی جانی چاہئیں۔ چند اصطلاحات کے معنی مقامی حضرات بتا سکتے ہیں یا ان کو اور ذریعوں سے بھی سمجھا سکتا ہے۔

خطبۂ مسنونہ

’خطبات‘ کی طبع جدید کے وقت اس میں خطبۂ مسنونہ اور خطبۂ ثانیہ کا اضافہ کیا جائے۔

امیر جماعت: خطبات کی کتاب خطبات جمعہ کے علاوہ بھی پڑھی جاتی ہے اس لیے اس میں خطبۂ مسنونہ شائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اگر اس کو خطبۂ جمعہ میں سنانا ہو تو جیسا کہ خود کتاب میں ہدایت ہے پڑھنے والے کو خطبۂ مسنونہ پہلے پڑھ لینا چاہیے اور یہ بہت آسان بات ہے۔ رہا خطبۂ ثانیہ کا معاملہ تو وہ زبانی پڑھا جا سکتا ہے یا جو لوگ ایسا نہ کر سکتے ہوں وہ مطبوعہ خطبوں سے مدد لے سکتے ہیں۔

آندھرا کے لیے ہمہ وقتی کارکن

علاقہ آندھرا کے لیے ایک ہمہ وقتی کارکن کا تقرر کیا جائے۔

امیر جماعت: یہ تجویز انتظامات سے متعلق ہے اس پر ان شاء اللہ ارکان کے اجتماع میں غور کیا جائے گا۔

صنعتی ادارہ

مرکز میں ایک صنعتی ادارہ قائم کیا جائے، جس میں خیاطی، نجاری اور بوٹ سازی وغیرہ کا انتظام کیا جائے۔

امیر جماعت: اس طرح کی تجویزوں پر پہلے جو اظہارِ خیال کیا جا چکا ہے وہ کافی ہے۔ مرکز کے زیر اہتمام تو نہیں لیکن درس گاہ میں طلبہ کو پیچک بنانے اور خیاطی و جلد سازی کا ایک حد تک انتظام کیا گیا ہے۔ بہر حال ہماری خواہش بھی یہی ہے کہ ہمارے رفقا دست کاریاں وغیرہ بھی سیکھیں تا کہ وہ ارکان کی معاش کے سلسلے میں مددگار ثابت ہو سکے۔ اس سلسلے میں معاشی کمیٹی سے مشورہ کرنا مفید ہوگا۔

ارکان کا باہمی تعارف

ارکان کے باہمی تعارف و ملاقات کے لیے جو وقت دیا گیا تھا وہ کافی نہیں تھا، ان کو ایک دوسرے کے حالات سے پوری طرح واقف ہونے اور تحریک کی توسیع و احکام کی تدابیر پر غور کرنے کا اس سے زیادہ موقع ملنا چاہیے۔

امیر جماعت: تعارف و ملاقات کے لیے اس سے زیادہ وقت کی گنجائش نہیں تھی، جن باتوں پر تبادلۂ خیال اور مشوروں کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے ان کے لیے ارکان کا ایک الگ اجتماع ہونے والا ہے، جس میں وقت کی کافی گنجائش ملے گی۔

ارکان و ہمدردوں کی نئی فہرست

ارکان، امیدواران رکنیت اور جماعت کے ہمدردوں کی ایک ایسی فہرست تیار کی جائے، جس میں ان کا اجمالی تعارف اور پتہ درج ہوں، اس طرح کی فہرست سے خاص اجتماع کے موقع پر ملنے جلنے میں سہولت ہوگی۔

امیر جماعت: یہ بڑا دقت طلب کام ہے اس کے لیے پورا محکمہ ہی قائم کرنا پڑے گا۔

ایک رفیق: اجتماع کے موقع پر پروگرام کی کثرت سے باہم ملنے جلنے کا موقع بہت کم ملتا ہے۔ فہرست اگر تیار ہو تو اس سے دوسرے اوقات میں ملنے جلنے میں مدد ملے گی۔ مرکز کی مصروفیت کا حل یہ ہے کہ یہ کام حلقے کریں اور پھر اسے مرکز کی طرف سے شائع کر دیا جائے۔

امیر جماعت: اس سے بھی مشکلات حل نہیں ہوسکیں گی۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ قیمین سے مل کر ان کے ذریعے پتے وغیرہ معلوم کر لیے جائیں اور ملاقاتوں میں ان سے مدد لی جائے پھر اس موقع پر ملاقات میں بلاضرورت کوئی خاص امتیاز بھی پیش نظر نہ رکھا جائے، عام طور سے سب سے ہی ملنے کی کوشش کی جائے۔

تیلگو زبان میں دعوت کا کام

تیلگو زبان میں دعوت کا کام تیلگو دیس کے رفقا کو تفویض کیا جائے۔

امیر جماعت: اس پر ارکان کے اجتماع میں غور کیا جائے گا۔

بھوپال میں مکتب کی ضرورت

موضع گھاٹ پپلیا (بھوپال) میں ایک مکتب کا قیام عمل میں لایا جائے۔ اس کے لیے وہاں سہولتیں فراہم ہوسکتی ہیں۔

امیر جماعت: جہاں سہولت میسر ہو وہاں مکاتب کا قیام ہماری ایک طے شدہ پالیسی ہے۔ یہ ایک مقامی نوعیت کا مسئلہ ہے، تفصیلات فراہم کر کے اس کے سلسلے میں مرکز سے گفتگو کر لی جائے۔

رکنیت کے لیے ایک شرط

کسی امیدوار رکنیت کو اس وقت تک رکن نہ بنایا جائے جب تک کہ وہ جماعت کی زیر تجویز تربیت گاہ کے کورس سے نہ گزر جائے۔

امیر جماعت: رکنیت کے لیے یہ قید صحیح نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہو سکتے ہیں، جن کے سلسلے میں یہ قید غیر ضروری ہوگی، پھر اس میں عملی دشواریاں بھی ہیں۔ وہاں جہاں بہ آسانی یہ ممکن ہو وہاں اس کا لحاظ کیا جا سکتا ہے۔

مرکز کے لیے موزوں جگہ

مرکز کسی ایسے شہر میں ہونا چاہیے جہاں مختلف جماعتوں کے مراکز ہوں اور جہاں آمد و رفت کی سہولتیں زیادہ ہوں اور جہاں کا موسم بھی معتدل اور خوش گوار ہو۔

امیر جماعت: اس وقت ہم اس مسئلہ پر غور کرنے کے موقف میں نہیں ہیں، ہاں اگر کوئی تجویز متعین شکل میں پیش ہو تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔

علی گڑھ میں تربیت گاہ

تعطیلات گرما میں علی گڑھ میں تربیت گاہ قائم کی جائے۔

امیر جماعت: یہ ایک مقامی مسئلہ ہے اس پر قیم حلقہ سے گفتگو کی جائے۔

متاثرین و متعارفین کی تربیت

عام متاثرین و متعارفین کے لیے ایک تربیتی و تعلیمی پروگرام ہونا چاہیے۔

امیر جماعت: یہ ایک ضروری چیز ہے، امرا و قیمین اس کی طرف توجہ کریں۔

لٹریچر کی مفت اشاعت

جماعتی لٹریچر اردو اور مختلف مقامی زبانوں میں شائع کر کے مفت تقسیم کیا جائے۔

امیر جماعت: جہاں تک ممکن ہے، اس تجویز پر عمل درآمد ہو رہا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس کام کے لیے ایک کثیر رقم درکار ہے اور ظاہر ہے کہ ہمارے سامنے اور بھی مختلف ضرورتیں ہیں۔

مقامی زبانوں سے واقفیت کی ضرورت

ہندوستان کے بہت سے علاقوں کی عام زبان اردو نہیں ہے اور اب جیسا کہ اردو کی سابقہ بین الصوبہ جاتی حیثیت ختم کی جا رہی ہے ان علاقوں میں دعوت و تبلیغ کے پیش نظر ان کی مقامی زبانوں سے واقفیت حاصل کرنے اور ان زبانوں میں زیادہ سے زیادہ لٹریچر شائع کرنے اور تعلیمی حرکت و نظام کی بہت سخت ضرورت ہے۔ (اصل تجویز پڑھ کر سنائی گئی)

امیر جماعت: یہ ضرورت پہلے ہی سے ہمارے پیش نظر ہے اور جس حد تک ممکن ہے کچھ نہ کچھ کام بھی اس سلسلہ میں ہو رہا ہے لیکن ظاہر ہے اس کام کے لیے کافی وسائل و ذرائع اور کارکنوں کی ضرورت ہے۔ مختلف علاقوں میں مقامی زبانوں کے دار الاشاعت پہلے سے موجود ہیں لیکن وسائل اور کارکنوں کی کمی ہی کی بنا پر ان کی حالت بھی قابل اطمینان نہیں ہے، جس حد تک یہ تجویز عمل میں لائی جا سکتی ہو عمل میں لائی جائے۔

بچیوں کی تعلیم

جس طرح جماعت کے نظم کے تحت بچوں کی درس گاہ قائم کی گئی ہے اسی طرح بچیوں کی تعلیم کے لیے بھی ایک درس گاہ قائم کی جائے کیوں کہ ان کی تعلیم بھی بچوں کی تعلیم سے کچھ کم اہم نہیں ہے۔

امیر جماعت: تجویز میں جس ضرورت کا اظہار کیا گیا ہے اس سے کسے انکار ہو سکتا ہے، لیکن دشواریوں کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ ابھی ہم بچوں کی درس گاہ کے معاملہ ہی سے مطمئن نہیں ہو سکے ہیں اس پر ایک اور بار اٹھا لینے کی کس طرح جرأت کی جا سکتی ہے۔ پھر لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلے میں ان کے مخصوص حالات و ضروریات کی بنا پر کچھ مزید دشواریاں ہیں اور ایک بڑی دشواری تو موزوں استانیوں کے نہ ملنے کی ہے۔ فیروز آباد میں کچھ لوگوں نے اس کے سلسلہ

میں ضروری انتظامات کر لیے تھے لیکن استانیوں کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوسکا ہے اور اس کی وجہ سے یہ اسکیم ہی معرض التوا میں پڑی ہوئی ہے، ایسی حالت میں بچیوں کی تعلیم کا بندوبست جہاں تک ممکن ہو مقامی طور سے کیا جائے۔

سہ روزہ 'الانصاف' الٰہ آباد

اس کے بعد الانصاف کا مسئلہ پیش کرتے ہوئے امیر جماعت نے بتایا کہ میں آپ کے علم میں یہ بات لانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس وقت 'الانصاف' سخت مالی دشواریوں سے دوچار ہے اس لیے ان دشواریوں کو رفع کرنے کے لیے ہمیں اس کے سلسلے میں کچھ کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ یہ اخبار جماعت کا اخبار نہیں ہے اس لیے تجویز میں یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ ہمیں صرف مشورے دینے کا حق ہے۔ (اس کے بعد مختلف تجاویز پڑھ کر سنائی گئیں)

امیر جماعت: تجویزیں آپ نے سن لیں، جہاں تک اخبار کو مفید تر اور معیاری بنانے کا سوال ہے یہ زیادہ مشکل نہیں ہے، اصل مشکل مالیات کی ہے اسی کا حل سوچنے کی ضرورت ہے۔ مفید بنانے کے سلسلے میں بہت سی تجاویز سامنے آتی رہی ہیں لیکن مالی حالت درست نہ ہونے کی وجہ سے وہ روبہ عمل نہیں لائی جاسکیں۔

محمد اسحاق مالک و مدیر نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ میں اگر اس قابل ہوتا کہ اخبار پر مزید رقم لگا سکتا تو آپ کے سامنے یہ باتیں آتی ہی نہیں۔

سید صدیق حسین نے مزید تائید کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں اپنے ضعف جسمانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''الانصاف'' میری طرح اس وقت کچھ عاجز سا ہے۔ میں لکڑی کی مدد سے چل کر یہاں آسکا ہوں رفقائے جماعت اس کے لیے بھی ایک ''لکڑی'' فراہم کردیں تو وہ چل سکتا ہے۔

ناگپور کے ایک نئے رفیق نے جو غالباً تجارت کرتے ہیں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب تک باتیں ادھار کے طرز پر ہو رہی ہیں، نقد بات چیت ہونی چاہیے۔ ''خسارہ'' کی رقم کا اندازہ کر کے رفقا سے چندہ کی اپیل کرنی چاہیے۔

امیر جماعت: ہمارے یہ رفیق غالبًا تاجر ہیں اس لیے نقد ہی کی بات چیت پسند کرتے ہیں اس طرح ہم اگر اپیل کریں تو رقم ضرور مہیا ہو سکتی ہے لیکن یہ ایک وقتی حل ہوگا اور ہم اس کے مستقل انتظام کے مسئلہ پر غور کر رہے ہیں۔

اس کے بعد کچھ اور لوگوں نے اظہارِ خیال کیا۔ بالآخر امیر جماعت نے اس گفتگو کو ختم کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اس مسئلہ پر کافی گفتگو ہو چکی ہے اور کوئی متعین تجویز اخبار کی مالی حالت کو مستحکم کرنے کے سلسلے میں سامنے نہیں آئی ہے اس لیے اس تجویز کو ارکان کے اجتماع میں غور کرنے کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

خصوصی اجتماعات کی تجاویز

ارکان کے داخلہ واخراج کا اعلان

جو نئے ارکان جماعت میں داخل ہوں یا جن کا اخراج عمل میں آئے ان کے ناموں کا اعلان کر دیا جایا کرے۔

فیصلہ: اس طرح کی فہرست شائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ مناسب ہی ہے، خاص طور سے اخراج شدہ ارکان کے ناموں کا اعلان البتہ قیمین کو اس کی اطلاع دی جا سکتی ہے اور بہ وقت ضرورت قیمین مقامی ارکان کو وجوہ اخراج سے بھی مطلع کر سکتے ہیں۔

اجتماع کے انتظامات

اجتماع کے انتظامات صرف ارکان کریں دوسرے لوگوں کے شریک انتظام ہونے سے بعض اوقات انتظام میں گڑبڑ ہوتی ہے۔

امیر جماعت: بڑے اجتماعات کا انتظام اس طرح بہت دشوار ہو جائے گا، ایسے کاموں میں صرف کارکنوں کی صلاحیتوں پر نگاہ رکھنی چاہیے بعض اوقات جو گڑبڑی رونما ہوتی ہے وہ اسی کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے اور اگر اس کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے تو ارکان کے انتظام کے بعد بھی یہ صورتیں پیش آ سکتی ہیں۔

اخلاقی خرابیوں کی اصلاح

اخلاقی خرابیوں کی اصلاح کے لیے عمومی تحریک چلائی جائے اور اس کے لیے دوسری جماعتوں کا تعاون حاصل کیا جائے۔

امیر جماعت: اس تجویز کا منشا اگر یہ ہے کہ جو کام جماعت کے پیش نظر ہے اور اس کو جس طرح کرنا چاہتی ہے اس میں کچھ نیا اضافہ کیا جائے تو اس کے لیے کوئی متعین تجویز آنی چاہیے اور اگر منشا یہ ہے اور بظاہر مجوز کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ الگ الگ خرابیوں کو لے کر ہم ان کی طرف توجہ کریں تو یہ طریقہ مناسب نہیں ہے۔ اصل کی اصلاح سے پہلے شاخوں کی اصلاح ناممکن ہے۔

ملیالم دارالاشاعت

حاجی وی، پی محمد علی ناظم دار الاشاعت ملیالم: مالا بار ایک ایسا علاقہ ہے جہاں اردو کے جاننے اور سمجھنے والے بہت تھوڑے ہیں اس لیے مرکز مختلف حلقوں کے ذریعے جو پروگرام نافذ کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ہمیں اپنے حلقہ میں الگ سے انتظامات کرنے پڑتے ہیں، چناں چہ اسی کے تحت ہم نے ملیالم زبان میں لٹریچر کی اشاعت کے لیے ایک پریس کا بھی انتظام کیا ہے لیکن ہم یہ کام قرض سے کر رہے ہیں، ہمارے علاقے میں کام کے بڑھنے کی بہت کافی توقعات ہیں اس لیے ہمیں مرکز کی طرف سے امداد ملنی ضروری ہے۔

امیر جماعت: یہ واقعہ ہے کہ مالا بار میں کام کے بہت مواقع ہیں اور ہمارے رفقا نے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش بھی کی ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ جب مالا بار کو الگ کر کے جنوبی ہند کے کاموں کا تصور سامنے آتا ہے تو بڑی فکر پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس کو ملا کر غور کرنے سے یک گونہ اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے رفقا کو زیادہ ہمت و استقلال کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وہاں کے ذمہ داروں کو جو مالی پریشانیاں درپیش ہیں، ان کا ہمیں بخوبی احساس ہے جہاں تک ہمارے امکان میں ہے ان کی ضرورتوں کا ان شاء اللہ لحاظ کیا جائے گا۔

مرہٹی دارالاشاعت

مرہٹی دارالاشاعت، مراٹھ واڑہ میں منتقل کر دیا جائے۔

امیر جماعت: ابھی اس ردو بدل کی ضرورت نہیں۔ حیدر آباد میں سہولتیں بھی میسر ہیں اور کارکن بھی، دوسرے مقامات پر یہ سہولتیں حاصل نہیں ہیں۔

ہندی رسم الخط

جناب حسنین سید قیم بہار نے حسب ذیل تجویز پیش کی۔ رانچی کے ایک ہمدرد نے مقامی عام فہم ہندی زبان اور رسم الخط میں خطبات کا ترجمہ کرنا شروع کیا ہے اور اس کے ایک باب کا ترجمہ کر کے نمونے کے طور پر میرے پاس بھیجا بھی ہے۔ ان کا اور وہاں کے مقامی رفقا کا خیال ہے کہ اس طرح کا ترجمہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لیے مفید ہوگا۔ ہندی کے جو ترجمے شائع ہوئے ہیں، ان کی زبان عام فہم نہیں ہے۔ بعض علاقوں کے مسلمانوں کی بہت کافی تعداد ایسی ہے جو اردو رسم الخط نہیں جانتی مگر اردو زبان کو سمجھتی ہے اور ہندی رسم الخط سے واقف ہے ایسے لوگوں کو اس طرح کے ترجمے سے ان شاء اللہ بہت فائدہ پہنچے گا۔ رانچی کے کچھ ہمدرد اس کے لیے تیار ہیں کہ اگر مرکز اجازت دے تو خطبات کے ایک حصہ کا ترجمہ نمونتاً اور تجربتاً شائع کیا جائے پھر اگر وہ مفید سمجھا گیا اور پسند کیا گیا تو مزید کتابوں کی اشاعت پر توجہ کی جائے۔ وہ لوگ اس سلسلے میں مصارف کا بھی انتظام کرنے کو آمادہ معلوم ہوتے ہیں۔

فیصلہ: تجویز قابل قبول ہے، رقم کی فراہمی کا انتظام قیم حلقہ کریں اور کام مرکز کے اہتمام ونگرانی میں ہوگا۔

انڈونیشیائی لٹریچر

طے کیا گیا کہ انڈونیشیائی زبان میں جو ترجمے ہو چکے ہیں، پہلے ان کو ان علاقوں میں جہاں یہ زبان سمجھی جاتی ہے اور حج کے موقع پر نکالنے کی کوشش کی جائے اور پھر دوسرے مسودوں کو شائع کیا جائے۔

حیدر آباد میں درس گاہ

حیدر آباد میں ایک درس گاہ قائم کرنے کی تجویز پیش ہوئی اور مقامی ذمہ داروں نے اس کی تفصیلات بیان کیں۔ امیر جماعت نے کہا کہ اس مسئلہ پر مقامی ذمہ داروں کی موجودگی میں ارکانِ شوریٰ کے اجتماع میں گفتگو ہوگی (چناں چہ بعد کو اس پر گفتگو ہوئی اور تجویز آخری طور سے منظور کر لی گئی)۔

اساتذہ کی تربیت

امیر جماعت: مرکز میں ایسی تربیت گاہ کے قیام کا خیال پہلے ہی سے ہے، چناں چہ اس سلسلے میں درخواستیں طلب کی گئی تھیں۔ ۷، ۸ آدمیوں نے آمادگی ظاہر کی ہے کچھ اور درخواستیں آجائیں تو ان شاءاللہ اس کا انتظام کیا جائے گا۔

اڑیسہ، مغربی بنگال اور آسام کا دورہ

جناب حسنین سید قیم بہار نے تجویز پیش کی کہ اڑیسہ، آسام اور مغربی بنگال میں دعوت کا جو تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے اس کے سلسلہ میں ضرورت ہے کہ وہاں جا کر اس کا جائزہ لیا جائے اور دعوت کی توسیع کے لیے مناسب تدابیر اختیار کی جائیں۔

طے کیا گیا کہ یہ کام انہیں کے سپرد کیا جاتا ہے، وہ ان علاقوں میں دوروں کا ایک پروگرام بنائیں اگر ہو سکا تو مرکز سے بھی کوئی رفیق شریک ہو سکیں گے۔

الانصاف

اجتماع عام میں 'الانصاف' کا مسئلہ ملتوی کر دیا گیا تھا اب دوبارہ پیش ہوا۔ اس کے سلسلے میں متعدد تجویزیں سامنے آئیں مثلاً یہ کہ اس کا مقام اشاعت بدل دیا جائے اور مرکز اس کو اپنے اہتمام میں چلائے یا یہ کہ اس کو قرضۂ حسنہ کے طور پر رفقا سے حسب ضرورت روپے اس شرط پر لیا

جائے کہ جب اخبار سے آمدنی ہونے لگے گی تو اس کو واپس کر دیا جائے گا ورنہ امانت سمجھی جائے گی یا شیئر کے ذریعے مالیات کا بندوبست کیا جائے۔ ان تجویزوں پر گفتگو ہو چکنے کے بعد امیر جماعت نے فرمایا کہ طے کیا جاتا ہے کہ روپے کی فراہمی کا انتظام شروع کر دیا جائے۔ سرِ دست اخبار الہ آباد ہی سے نکلتا رہے بعد کو ان تجویزوں پر مزید غور کر کے آخری طور سے کوئی فیصلہ کر لیا جائے گا۔

اس تجویز کے مطابق لوگوں نے اپنے نام حصوں کے لیے پیش کیے اور دس دس کے ایک سو حصوں کا اجتماع ہی میں اعلان ہو گیا۔

'حیاتِ نو' حیدر آباد

حیاتِ نو کو موجودہ شکل میں بند کر دیا جائے اور مقامی جماعت کا جو قرضہ ایجنٹوں کے ذمہ باقی ہے اسے وصول کیا جائے لیکن خریداروں کے بقیہ چندوں کی واپسی اس سے بھی مقدم ہے اس لیے پہلے اسی کا انتظام کیا جائے۔

اس کے بعد ایک رفیق نے استفسار کیا کہ اگر کچھ رفقا مل کر اخبار کو اپنے طور سے چلانا چاہیں تو کیا ان کو اس کی اجازت ہوگی۔

امیر جماعت: ہمارا مشورہ تو یہی ہے کہ اخبار کو بند ہی کر دیا جائے لیکن اگر کچھ لوگ چلانا چاہیں تو ان کو اس کا حق ہے لیکن جماعت سے کسی امداد کی توقع نہ رکھیں۔

رپورٹ قیم جماعت

امیر محترم، رفقاے کرام ومعزز حاضرین وحاضرات! تقسیم ہند کے بعد جماعت اسلامی کا یہ دوسرا کل ہند اجتماع آج منعقد ہو رہا ہے۔ پہلا اجتماع اپریل ۱۹۵۱ء میں رام پور میں ہوا تھا۔ اس طرح تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد یہ موقع نصیب ہوا ہے کہ ہم سب مل سکیں۔ اس مدت میں جماعت اسلامی نے اپنے اغراض ومقاصد کے تحت جو کچھ کیا ہے اس کی روداد پیش ہے۔

جماعت اسلامی کا مقصد کیا ہے اور اس مقصد کا حصول ہمارے اپنے ملک، بلکہ پورے عالم انسانی کی فلاح کے لیے کس درجہ ناگزیر ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جماعت کا طریقۂ کار کیا ہے؟ ان امور کے سلسلے میں مجھے کچھ کہنا نہیں ہے۔ یہ باتیں جماعت کے لٹریچر سے بھی معلوم کی جاسکتی ہیں اور ان شاء اللہ اس اجتماع کی مختلف کارروائیوں میں حصہ لے کر بھی آپ معلوم کرسکتے ہیں۔ لہٰذا میں آپ کے سامنے صرف جماعت کی ان کارگزاریوں کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو پیش نظر مقصد کے تحت اس دوران میں انجام پائی ہیں۔

تقسیم ہند کے وقت سے جس پروگرام کو پیش نظر رکھ کر ہم اب تک کام کرتے رہے ہیں اس کے چار اجزا ہیں:

۱- اس قومی کشمکش کا خاتمہ کیا جائے جو بدقسمتی سے یہاں کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں مختلف تاریخی اور سیاسی وجوہ سے پیدا ہوگئی ہے۔

۲- مسلمانوں کے معاشرہ کی اصلاح اسلامی اصولوں کے مطابق کی جائے۔

۳- ذہین، تعلیم یافتہ اور باصلاحیت طبقے کو دعوت سے پہلی فرصت میں روشناس اور متاثر کرنے

کی کوشش کی جائے اور ان کی فکری اور عملی صلاحیتوں کونشو ونما کا مناسب موقع دے کر تحقیقی اور تعمیری کاموں میں لگایا جائے۔

۴- جماعت سے وابستگی رکھنے والے لوگ ہندی یا دوسری صوبائی اور علاقائی زبانوں میں استعداد پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

یہ ہے ہمارے پروگرام کا مجمل خاکہ جو تقسیم ہند کے وقت ہم نے بنایا تھا۔ اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ گزشتہ اجتماع سے اب تک ہم اس سلسلہ میں کیا کر سکے ہیں، کیا دشواریاں پیش آئیں اور آئندہ کے لیے کیا نقشۂ کار ہمارے پیشِ نظر ہے۔

۱- قومی کشمکش کے خاتمہ کی سعی

حضرات! ہمارے نزدیک قومی کشمکش کی اصل وجہ جیسا کہ لفظ ''قومی'' سے ظاہر ہے، یہ ہے کہ لوگ انسانی اور اخلاقی بنیادوں کو اپنانے کے بجائے قومی اور مادّی اصولوں پر اپنی جدوجہد کی بنیاد رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں اس کے انسداد کی توقع مسلمانوں ہی سے کی جاسکتی تھی کیوں کہ ان کی اصل حیثیت ایک قوم کے بجائے ایک اصولی، بین الانسانی اور اخلاقی جماعت کی ہے اور وہ ایسے اصول پیش کر سکتے تھے، جن سے یہ مقصد بدرجۂ اتم حاصل ہوسکتا ہے، لیکن انہوں نے بھی اپنی ایک اصولی جماعت ہونے کی حیثیت کو فراموش کر کے ان اصولوں کو اختیار کر لیا جو انسانوں کو مختلف قوموں میں تقسیم کر کے ان میں مادّی کشمکش برپا کراتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے لوگ قومی کشمکش کا شکار ہونے سے بچ نہ سکے۔ ظاہر ہے کہ اس کشمکش کے خاتمے کی صورت صرف یہ ہے کہ لوگوں پر قوم پرستی کا غلط اور اس کے نتائج کا مہلک ہونا واضح کیا جائے، انہیں ان اصولوں سے روشناس کیا جائے، جن سے قومی تنگ نظری کے بجائے ان میں انسانیت کا وسیع نقطۂ نظر پیدا ہو اور مادّی وقومی اغراض ومفادات کے لیے کشمکش کرنے کے بجائے اخلاقی اقدار کی بنیادوں پر باہمی تعاون کی روح بیدار ہوسکے۔ انسانیت کے اس وسیع نقطۂ نظر کو پیدا کرنے اور اخلاقی بنیادوں پر باہمی تعاون کو استوار کرنے کے لیے ہم مسلمانوں اور غیر مسلموں، دونوں کو متواتر متوجہ کرتے رہے ہیں۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ہمارے نزدیک اس کشمکش کو دور کرنے کے سلسلے میں سب سے مقدم کام یہ ہے کہ مسلمان ان قومی حقوق ومطالبات سے قطعی طور پر دست بردار ہوجائیں جن کے بارے میں تقسیم ملک سے بہت پہلے انھوں نے چیخ وپکار شروع کی تھی۔ اگرچہ تقسیم ملک کے بعد جداگانہ انتخاب کا سسٹم ختم ہوگیا ہے اور اب اس بات کا موقع باقی نہیں رہا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم کی بنیاد پر خود کو مجتمع کر کے یہاں کی پارلیمانی سیاست میں حصہ لے سکیں، اور اس طرح ان کے اپنے نمائندے الیکشن میں کامیاب ہوکر اسمبلیوں اور کونسلوں میں ان کے قومی حقوق کے تحفظ کے لیے کچھ کرسکیں۔ اسی طرح سرکاری ملازمتوں کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ کرنے کے مواقع بھی کچھ زیادہ نہیں رہ گئے ہیں، تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمان ایک بڑی تعداد میں اب بھی پارلیمانی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں۔ ایسے لوگ گوناگوں وجوہ سے مجبور ہیں کہ ملک کی صرف ایسی سیاسی جماعتوں کا ساتھ دیں جو غیر فرقہ وار کہلاتی ہیں، بلکہ اس ''سیاست'' میں حصہ لینے والوں کی بڑی اکثریت عموماً ملک کی ایک ہی سیاسی جماعت سے وابستہ ہوکر رہ گئی ہے۔ مسلمانوں کے اس طرزِ عمل کی بدولت فرقہ وار جماعتیں ان کو اپنا دشمن سمجھنے لگی ہیں اور ان جماعتوں نے ملک کی اکثریت کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کر دیا ہے۔ تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ جماعتیں جب الیکشن وغیرہ میں عوام کی تائید حاصل کرنا چاہتی ہیں تو انہیں کامیابی نہیں ہوتی۔ لیکن جب وہ اکثریت کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا چاہتی ہیں تو ذرا سی کوشش بھی کامیاب ہوجاتی ہے۔ الیکشن کے تھوڑے ہی دنوں بعد ہونے والے فسادات اس کا کھلا ہوا ثبوت ہیں۔ اس طرح حالات کے بدل جانے اور مسلمانوں کے لیے پارلیمانی سیاست میں بحیثیت قوم حصہ نہ لے سکنے کے باوجود قومی کشمکش کا خاتمہ نہ ہوسکا۔ اور اس کشمکش کے خراب نتائج سامنے آ آ کر مسلمانوں کو مصائب اور شدائد میں مبتلا کرتے رہے۔

حضرات! مسلمان حقیقت کے اعتبار سے ایک اصولی پارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے ان کا یہ قومی طرزِ عمل اصولاً غلط تھا اور بہرحال قابل اجتناب تھا لیکن موجودہ حالات میں تو یہ طرزِ عمل سراسر مہلک اور تباہ کن ہے، کیوں کہ اس طرح ملک کی اکثریت سے ان کی کشمکش خواہ مخواہ بڑھتی ہے۔ ہماری یہی خواہش اور کوشش ہے کہ مسلمانوں پر ان کی اصولی جماعت ہونے کی

حیثیت کو واضح کیا جائے، اور ان ہولناک نتائج سے انہیں آگاہ کر دیا جائے جو موجودہ سیاسی دوڑ دھوپ اور اپنے قومی حقوق کے تحفظ کے لیے چیخ پکار کرتے رہنے کی صورت میں رونما ہو سکتے ہیں۔

قومی کشمکش دور کرنے کے طریقے

اس ضمن میں ہم اپنے خیالات کا بار بار اظہار کرتے رہے ہیں اور ان کی اشاعت کے لیے ہر اس مناسب طریقے کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے، جس کا ہمیں موقع میسر آسکا ہے۔ مثلاً تعلیم یافتہ اور بااثر مسلمانوں سے انفرادی روابط بڑھا کر بات چیت اور لٹریچر کے ذریعے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی گئی اور قومی کشمکش کے نقصانات ذہن نشین کرائے گئے۔ حسبِ موقع خطابات عام اور اخبارات میں مدلل بیانات کے ذریعہ فرقہ پرستی پر تنقید کی گئی، جہاں کہیں موقع ملا فرقہ وارانہ کشیدگی کو روکا گیا اور اس کے اثرات زائل کرنے کے لیے اشتہارات اور پمفلٹ شائع کیے گئے اور امن کمیٹیاں قائم کی گئیں۔

عام انتخابات

یوں تو قومی کشمکش کے خاتمہ کے سلسلے میں ہماری کوششیں عام طور پر ہوتی ہی رہیں۔ لیکن گزشتہ سال کے انتخابات کے دوران میں مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کرنے کا اور بھی موقع ملا۔ الیکشن سے کافی دنوں پہلے امیر جماعت نے ایک سلسلہ مضامین ماہ نامہ "زندگی" میں شروع کر دیا تھا، جس میں تفصیل کے ساتھ انتخابات کی نوعیت اور ان کے بارے میں صحیح اسلامی نقطۂ نظر پیش کیا گیا تھا اور مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ الیکشن میں حصہ لے کر اپنے اس طرزِ عمل کا اعادہ نہ کریں، جس نے ان کو ایک اصولی جماعت کے موقف سے ہٹا کر ایک غلط اور خطرناک پوزیشن میں لا کھڑا کیا ہے۔ بعد میں اس سلسلۂ مضامین کو "مسئلہ انتخابات" کے نام سے کتابی صورت میں شائع بھی کر دیا گیا تھا اور پھر جب انتخابات کا وقت قریب آیا تو مسلمانوں کے سامنے اس نقطۂ نظر کو واضح کرنے کے متعلق کارکنان جماعت کو ضروری ہدایات بھی دی گئیں۔ ان ہدایات کے مطابق یوں تو تقریباً تمام ہی حلقہ جات میں کوششیں کی گئیں لیکن جنوبی ہند کی بہ نسبت شمالی ہند میں

ہمارے رفقا کو چوں کہ اپنے نقطۂ نگاہ کی وضاحت کے لیے کچھ زیادہ موقع مل گیا تھا اس لیے ملک کے اس حصے میں خصوصاً حلقہ جات دہلی، رام پور، الٰہ آباد اور بھوپال میں یہ کوشش زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ راجستھان اور حیدر آباد کے حلقوں میں بھی بعض مقامات پر حوصلہ افزا کام ہوا۔

پبلک کے تاثرات

ہماری ان کوششوں کے نتیجے میں عام لوگوں کی طرف سے مختلف تاثرات اور طرزِ عمل کا اظہار ہوا۔

(۱) مسلم عوام کو ہماری یہ روش بالکل عجیب سی معلوم ہوئی، ان کے نزدیک یہ ممکن نہ تھا کہ اس ہنگامے میں کسی کا بھی ساتھ نہ دیا جائے بلکہ بعض لوگ تو رائے نہ دینے کو قانونی جرم سمجھتے تھے۔ ایسے لوگوں پر یہ واضح کیا گیا کہ قانوناً کوئی شخص اس کے لیے مجبور نہیں ہے کہ وہ اپنے حقِ رائے دہی کو خواہ مخواہ کسی کے لیے استعمال ہی کرے بالخصوص ایسی حالت میں کہ ایسا کرنا، اس کے خیال کے مطابق ملک وملت کے لیے نقصان دہ بھی ہے۔

(۲) جن پر خوف وہراس کا غلبہ تھا وہ اسے جماعت کا ایک جرأت مندانہ اقدام سمجھے اور ان کے اندر حوصلہ مندی کا احساس اجاگر ہوا۔

(۳) ایک اچھی خاصی تعداد نے شرکت انتخاب کی مضرتیں پوری طرح محسوس کیں اور عملاً اس سے الگ رہے۔

(۴) بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے اپنے کسی ذاتی مفاد یا مجبوری کے پیش نظر ووٹ تو استعمال کیا مگر اپنے اس فعل کو غلط اور ملک وملت کے لیے مضرت رساں بھی سمجھتے رہے۔

(۵) چوں کہ قومی کشمکش کا تعلق مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں ہی سے ہے اس لیے جس طرح ہم نے مسلمانوں کو اس غلط روی سے دور رکھنے کی کوشش کی اسی طرح اپنی سعی کی حد تک غیر مسلم حضرات کو بھی اس کی مضرتوں سے آگاہ کیا اور ہماری اس کوشش سے غیر مسلم حضرات نے بھی اچھا اثر لیا۔ یہاں تک کہ بعض جگہ ان میں سے کچھ لوگوں نے ہنگامۂ انتخابات سے عملاً علیحدگی بھی اختیار کی۔

الیکشن کے سلسلے میں جو جدو جہد، رفقائے جماعت کی طرف سے عمل میں آئی تھی اس کے نتیجہ میں یہ باتیں رونما ہوئیں لیکن اس کے ساتھ ایک ضمنی فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ اس ذیل میں جماعت کی عمومی دعوت کا بھی خاصا تعارف ہوسکا، عوام سے ارتباط بڑھا اور مخالف فتووں کی اشاعت سے جو غلط فہمیاں پھیل گئی تھیں اس کوشش سے ان کے اثرات کا بھی کہیں معمولی اور کہیں کافی حد تک ازالہ ہوگیا اور لوگوں نے محسوس کرلیا کہ جماعت اسلامی کے خلاف علما کے ایک گروہ کی طرف سے مذہبی فتووں کی صورت میں جو مخالفت کی گئی تھی اس کی وجہ کیا تھی۔ انھوں نے بہ آسانی سمجھ لیا کہ درحقیقت یہ مسائل ہیں، جن کے بارے میں جماعت اسلامی ان علما کے مسلک کے خلاف اپنا ایک مسلک رکھتی ہے اور یہی اختلاف مسلک، ان کی مخالفت کی اصل بنیاد ہے۔

حضرات! یہ تھا وہ کام جو گزشتہ عام انتخاب کے موقع پر کیا گیا۔ ظاہر ہے انتخابات کا یہ سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں آئندہ بھی جاری رہے گا۔ اس لیے ایسے تمام مواقع پر اگر مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی جاتی رہی اور ان کو ان وقتی ہنگاموں سے باز رکھا گیا تو اس طرح قومی کشمکش کو بہت کچھ دور کیا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ ہماری یہ کوششیں محض سلبی نوعیت کی نہیں ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ ہم ایجابی طور پر بھی کام کرتے ہیں، لوگوں کو غلط کاموں سے بچا کر ہم سب سے پہلے تو اپنی دعوت کے لیے فضا کو سازگار بناتے ہیں پھر مسلمانوں پر یہ واضح کرتے ہیں کہ نظامِ حق کے قیام کے سلسلے میں ان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ چناں چہ اسی مقصد کے پیش نظر امیر جماعت نے ''مسئلۂ انتخابات'' کے بعد اس کے تکملہ کے طور پر ''مسلمانانِ ہند کا لائحہ عمل'' کے نام سے ایک جامع کتاب تصنیف کی ہے، جس کے مطالعے سے بہ آسانی یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ ہم الیکشن سے علیحدگی کا مشورہ دینے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی کس قسم کی ایجابی رہنمائی کرنی چاہتے ہیں۔(۱)

یہ وہ کام تھا جو قومی کشمکش کو دور کرنے کے لیے مسلمانوں میں کیا گیا۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں میں اس سلسلے میں جو کچھ کیا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک موقع مل سکا، تعلیم یافتہ

---

(۱) مولانا ابو اللیث اصلاحی ندویؒ (سابق امیر جماعت اسلامی ہند) کا کتابچہ 'مسئلہ انتخابات اور مسلمانانِ ہند' اور 'مسلمانانِ ہند کا لائحہ عمل' اب یکجا کتابی صورت میں 'مسلمانانِ ہند آزادی کے بعد' کے نام سے شائع ہو رہا ہے اور افادیت کے پیش نظر سالانہ اجتماع حیدر آباد (۱۹۵۲ء) میں مولانا محترم کا ایک اہم خطاب 'بھارت کی نئی تعمیر اور ہم' بھی شامل کتاب ہے۔ (ادارہ)

اور سربراہ کار افراد سے ملاقاتیں کی گئیں اور یہ واضح کیا گیا کہ قومی کشمکش ملک کے لیے کس قدر خطرناک ہے اور اگر یہ بڑھتی گئی تو ملک کے لیے کس طرح مہلک ثابت ہوگی۔ انفرادی ملاقاتوں کے علاوہ ان عام خطابات میں بھی انہیں مدعو کیا گیا جو قومی کشمکش کی مضرتوں کو بیان کرنے کے لیے کیے گئے تھے۔ نیز غیر مسلم اربابِ صحافت سے مل کر ان پر اس سلسلے کی ذمہ داریوں کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔

۲- مثالی معاشرہ

حضرات! ہمارے پروگرام کا دوسرا جز یہ تھا کہ مسلمانوں کو جن کی اکثریت بدقسمتی سے صحیح اسلامی شعور اور اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہے۔ اسلام کی صحیح تعلیم سے روشناس کیا جائے اور ان میں اسلامی شعور پیدا کیا جائے تاکہ مسلمانوں کے پاکیزہ عمل اور مضبوط کردار کی کشش سے دوسرے تمام لوگ بھی اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ اور مستفید ہوں اور اقامت دین کے کام میں سہولت پیدا ہو۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تین ضروری باتیں سامنے رکھی گئی ہیں:

(۱) مسلمانوں میں صحیح اسلامی تعلیمات وسیع پیمانے پر پھیلائی جائیں۔

(۲) ان کے اندر تبلیغ کا عام جذبہ پیدا کیا جائے۔

(۳) مسلمانوں کی معاشرتی، تمدنی اور اخلاقی اصلاح کی جائے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اگر کوئی شخص صحیح اور درست قسم کی سوسائٹی بنانے کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے انہی تینوں چیزوں کو بنیادی اہمیت دینی پڑے گی۔ یہ اور بات ہے کہ انہیں بروئے کار لانا کوئی آسان کام نہیں ہے کیوں کہ اس قسم کے تعمیری کاموں کے لیے پرسکون فضا درکار ہوتی ہے جو بڑی حد تک موجود نہیں ہے۔ مگر انہیں حالات میں ہم مذکورہ بالا تینوں امور کو بروئے کار لانے کے لیے اپنے محدود ذرائع و وسائل کو کام میں ضرور لاتے رہے ہیں اور خدا کے فضل سے اس کے امید افزا نتائج بھی ہمارے سامنے ہیں۔ جہاں کہیں سمجھے بوجھے نقشے کے مطابق حسب ذیل ذرائع اختیار کیے گئے وہاں خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے اور اُن حالات سے دوچار ہونے کی کم ہی نوبت آئی، جن سے عموماً غیر منظّم صورت میں کام کرنے سے سابقہ پڑتا ہے اور نتیجے میں کافی وقت اور محنت صرف کرنے کے باوجود کچھ زیادہ حاصل نہیں ہوتا۔

دارالمطالعے

لٹریچر کی اشاعت کے لیے اکثر شہروں میں رفقا کی نگرانی میں دارالمطالعے قائم ہیں، جن میں ہمارے لٹریچر کے علاوہ اسلامی اخبارات و رسائل کا بھی انتظام ہے۔ دارالمطالعوں میں روزانہ مطالعہ کرنے والوں کی تعداد بعض جگہ تو چالیس سے بھی زیادہ ہے لیکن عام طور سے دارالمطالعوں سے جتنے افراد نے استفادہ کیا، ان کی مجموعی تعداد چھ ہزار تین سو ہے۔ دیہاتوں میں بھی ہم نے اللہ کا نام لے کر دارالمطالعوں کا قیام شروع کر دیا ہے۔ جہاں کم تعلیم یافتہ اصحاب کی ضرورت کے پیش نظر آسان اور عام فہم لٹریچر فراہم کیا گیا ہے۔

اسٹڈی سرکل اور مذاکراتی حلقے

دورانِ سال میں اکثر مقامات پر اجتماعی مطالعہ کا نظم قائم ہو گیا ہے۔ حلقہ جات دہلی، کیرلہ (مالابار)، رام پور، مشرقی یوپی، الہ آباد، کانپور اور حیدر آباد میں اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ بمبئی کے رفقا نے بھی اس طرف کچھ توجہ کی ہے اور گاہے گاہے کلکتہ کے احباب بھی استفادہ کرتے رہتے ہیں، اس طرح کے مطالعہ کا پروگرام کہیں روزانہ ہے اور کہیں سہ روزہ اور کہیں ہفتہ میں ایک بار۔ اجتماعی مطالعہ کے یہ پروگرام کہیں تو صرف ارکان و ہمدردان کے لیے ہی خاص ہیں اور اُنھیں کی ذہنی تیاری پیش نظر رکھی گئی ہے اور کہیں تحریک سے متاثر لوگوں کو بھی اس میں شرکت کا موقع دیا گیا ہے، اور اجتماعی مطالعہ کے نصاب مقرر کرنے میں ایسے ہی لوگوں کا فائدہ مدنظر ہے تاکہ دعوت کے مختلف پہلو نکھر کر سامنے آئیں اور اس کے تمام تقاضے پورے ہونے لگیں۔ کچھ مقامات ایسے بھی ہیں، جہاں ہمارے رفقا نے دعوت کے بعض خاص خاص پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر مطالعہ کا نصاب مقرر کیا ہے اور پہلے خود اُن پر غور و خوض کر کے، بعد میں باہمی تبادلۂ خیالات کے ذریعے اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ اس قسم کے مذاکراتی حلقے کم مقامات پر ہی قائم ہو سکے ہیں اور وہ بھی ابھی ابتدائی تجربات ہی سے گزر رہے ہیں لیکن ان سے متوقع فوائد کے پیش نظر ہم اپنے رفقا سے امید کرتے ہیں کہ اگر کوئی خاص زحمت درپیش نہ ہو تو اس کا انتظام کیا جائے گا اور اس سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش عمل میں لائی جائے گی۔

تعلیمی ادارے

ہائی اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دعوتی کام کی اہمیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ اگر وہاں کے طلبہ اور اساتذہ کو اسلامی دعوت سے جلد از جلد روشناس کر کے متاثر کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو انہیں غیر اسلامی تحریکات کا شکار ہونے سے بچانا مشکل ہوگا۔ اگر چہ ہمارے رفقا اس سلسلے میں کچھ اور زیادہ کام نہیں کر سکے ہیں تاہم جو کچھ ہوسکا ہے وہ ایک حد تک کامیاب اور نتیجہ خیز ہے، جس کا اندازہ ذیل کی مثالوں سے کیا جاسکتا ہے۔

حلقۂ دہلی

حلقۂ دہلی میں خصوصیت کے ساتھ دہلی، میرٹھ اور آگرہ کے کالجوں میں اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں کام ہورہا ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں باقاعدہ اور منظّم صورت میں حلقۂ ہمدردان قائم ہے اور ایک رکن جماعت اس کے ناظم ہیں۔ مختلف قسم کے اجتماعات باقاعدگی سے منعقد ہوتے ہیں۔ اجتماعی مطالعہ کا نظم بھی قائم ہے، جس میں متعدد ہمدرد شریک ہوتے ہیں۔ یہاں ایک دارالمطالعہ ہے، جس کے ذریعے ہمارے اخبارات اور لٹریچر کی خاصی اشاعت ہوتی ہے اور اب خدا کے فضل و کرم سے یہ توقع ہو چلی ہے کہ کم از کم یہاں کے مسلم طلبہ کو بہت بڑی حد تک غیر اسلامی تحریکات کا شکار ہونے سے بچایا جاسکے گا۔

حلقۂ حیدر آباد

حلقۂ حیدر آباد میں مختلف شہروں کے کالجوں میں لٹریچر کی اشاعت ہو چکی ہے اور طلبہ مطالعہ کررہے ہیں۔ جامعہ عثمانیہ میں ایک اسٹڈی سرکل بھی قائم ہے۔

حلقۂ بہار

حلقۂ بہار میں دربھنگہ، رانچی، پٹنہ اور بھاگل پور کے تعلیمی اداروں میں دعوت کا کام ہورہا ہے۔

پٹنہ وغیرہ میں طلبہ کی مخصوص نشستیں منعقد کر کے ان سے خصوصی خطابات بھی کیے گئے ہیں، کچھ ہائی اسکولوں میں بھی تحریک نفوذ کر رہی ہے اور وہاں کے طلبہ نے ادبی حلقے قائم کر لیے ہیں۔

مشرقی یو پی

مشرقی یو پی میں شبلی کالج اعظم گڑھ اور جارج اسلامیہ کالج گورکھپور خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، طلبہ مطالعہ کر رہے ہیں اور انہوں نے ادبی ادارے قائم کر لیے ہیں۔

علاوہ ازیں دینی درس گاہوں میں بھی دعوت کا کام ہو رہا ہے اور یقیناً ملک کی کوئی بھی مشہور دینی درس گاہ ایسی نہیں ہے جہاں ہمارا لٹریچر نہ پڑھا جاتا ہو اور کچھ لوگ متاثر نہ ہوں لیکن اس سلسلے میں مدرسۃ الاصلاح سرائے میر ضلع اعظم گڑھ، مدرسۃ العالیہ، کاسر گوڈ۔ مالابار اور دار السلام عمر آباد خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان درس گاہوں میں طلبہ اور اساتذہ کی معتد بہ تعداد تحریک سے روز بروز متاثر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ نیز ان مدارس میں ہمارے ارکان اور ہمدردان کی تعداد بھی کافی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ ہمارے رفقا ان درس گاہوں بالخصوص کالجوں اور ہائی اسکولوں کی طرف مزید توجہ مبذول کریں گے اور اس طرح نئی نسلوں میں ایک صالح نظامِ زندگی کے قیام کی تڑپ پیدا ہو سکے گی۔

تعلیم بالغان

ناخواندہ و نیم خواندہ لوگوں کو دعوت سے روشناس کرانے کے سلسلے میں ہمارے نزدیک سب سے زیادہ مفید اور نتیجہ خیز ذریعہ ان کی تعلیم کا معقول بندوبست کرنا ہے، یہی وجہ ہے کہ اب سے بہت پہلے جب اندازہ ہوا کہ کم پڑھے لکھے طبقہ کی ایک معتد بہ تعداد ہماری دعوت سے روشناس ہو گئی ہے، اس ضرورت کو محسوس کر لیا گیا تھا اور اسی وقت سے ہم اپنے رفقا کو اس سلسلہ میں عملاً سعی و جہد کرنے کی طرف برابر متوجہ کرتے رہے ہیں اور وہ حسب استطاعت کچھ نہ کچھ کوشش کرتے بھی رہے ہیں لیکن چوں کہ ایک طرف تو ہمارے پاس ایسے کارکنوں کی کمی تھی جو دوسرے مفید تر کاموں کو متاثر بھی نہ ہونے دیں اور اسی کے ساتھ بالغان کو تعلیم دینے کا کام بھی باقاعدگی

اور پابندی سے کرتے رہیں اور دوسری طرف ہم تعلیم کی ضرورت کا احساس بھی لوگوں کے اندر بیدار نہیں کر سکے تھے اس وجہ سے ہماری کوشش کا دائرہ بھی بہت ہی محدود تھا اور اس کے اثرات بھی کچھ زیادہ نمایاں نہ تھے مگر اس سال اللہ کے فضل سے ہمارے کارکنوں نے ایک طرف تو لوگوں کو تعلیم بالغان کی ضرورت محسوس کرانے میں اچھی خاصی کامیابی حاصل کی اور دوسری طرف انہوں نے ان کو پڑھانے لکھانے کا اپنی حد تک معقول بندوبست بھی کیا، چناں چہ ہمارے بہت سے رفقا ہیں جو ایک ایک، دو دو، بالغ طلبہ کو تعلیم دیتے اور دعوتِ حق سے روشناس کرنے کے لیے کوشاں ہیں اور اب اللہ کے فضل سے مختلف مقامات پر ایسے مراکز بھی قائم ہو گئے ہیں جہاں بالغ طلبہ باضابطہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اس طرح کے باضابطہ تعلیمی مراکز کی مجموعی تعداد ساٹھ سے اوپر ہے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ کامیاب کوشش علی الترتیب حلقہ جات دہلی، حیدر آباد، بہار اور مشرقی یوپی میں کی گئی ہے اور حلقہ جات بمبئی، الٰہ آباد، مدراس، ارکاٹ اور تمل ناڈو میں ابھی کوئی قابل ذکر کامیابی نہیں ہو سکی ہے، توقع ہے کہ اِن حلقوں میں بھی اس کام کی اہمیت کے پیش نظر ضروری توجہ کی جائے گی۔

تعلیم اطفال

اپنے تعلیمی نظریہ کے مطابق ایک صالح نظام تعلیم و تربیت کے قیام کی ضرورت ابتدا سے ہی محسوس کر لی گئی تھی۔ چناں چہ جماعت کی تشکیل جدید کے تھوڑے ہی دنوں بعد مرکز میں درس گاہ کا قیام اور پھر ثانوی تعلیم کا انتظام ہو گیا تھا، جس کا تذکرہ آگے کے صفحات میں مرکزی شعبہ جات کی روداد کے ضمن میں آئے گا لیکن اول تو اس وجہ سے کہ صرف اتنے سے انتظام سے تعلیمی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا اور دوسرے اس وجہ سے کہ ہندوستان کے جدید نظام تعلیم نے کچھ ایسی صورت حال پیدا کر دی، جس کی وجہ سے اسلامی حس رکھنے والے اشخاص کے لیے ضروری ہو گیا کہ وہ دینی و اخلاقی تعلیم کے معقول بندوبست کی طرف فوری طور سے توجہ مبذول کرے۔

مولانا حفظ الرحمٰن ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلما اور مولانا محمد منظور نعمانی نے امیر محترم سے ایک غیر رسمی گفتگو میں اپنی انفرادی حیثیتوں میں اس مقصد کے لیے ایک مشترک بورڈ کی تجویز پر اتفاق رائے

کیا تھا لیکن جمعیۃ العلماء ہند کی مجلس عاملہ نے اس تجویز کی تائید نہ کی، اس لیے جنوری ۱۹۵۱ء میں جب جماعت کی مجلس شوریٰ کا اجتماع ہوا تو اس میں یہ مسئلہ زیر غور آیا اور کارکنوں کی راہنمائی اور اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کے لیے مفصل ہدایات دی گئیں جو ماہ نامہ 'زندگی' بابت ماہ جنوری ۱۹۵۱ء میں شائع ہو چکی ہیں۔

ان ہدایات کے بعد ابتدائی چند ماہ تو حالات کا جائزہ لینے میں صرف ہوئے اور پھر رفتہ رفتہ تعلیمی اسکیم کے نفاذ کی کوشش بروئے کار آنے لگی۔ درسیات کی تیاری کا کام مزید توجہ اور انہماک سے شروع کر دیا گیا، جس کے نتیجہ میں اب تک مختلف مضامین سے متعلق متعدد کتابیں تیار ہو چکی ہیں۔

ان کتابوں پر مسلمانوں کے اکثر اخبارات ورسائل میں تبصرے شائع ہو چکے ہیں، جن میں ان کے متعلق بہت زیادہ اظہار پسندیدگی کیا گیا ہے۔

ایک طرف تو یہ ہوا اور دوسری طرف کارکنوں نے مقامی طور پر اس اسکیم کو بروئے کار لانے کے لیے عوام میں صحیح نظامِ تعلیم کی ضرورت کا احساس پیدا کرنے، مکاتب کے منتظمین واساتذہ کو مختلف طریقوں سے اپنے نظریۂ تعلیم سے روشناس ومتفق کرنے کی کوشش کی، جس کے نتیجہ میں ۱۰۴ پرانے مکاتب و مدارس نے ہمارے نصابِ تعلیم کو کلّی یا جزئی طور سے اپنایا اور ہمارے نظریۂ تعلیم سے متاثر ہو کر ۲۲ نئے مدارس ومکاتب قائم ہوئے۔ ان کے علاوہ دو تین حلقوں میں ابتدائی اقامتی درس گاہ کے قیام کی تجویز بھی سامنے آ رہی ہیں اور دربھنگہ میں اللہ کے فضل سے ایک اقامتی درس گاہ کا گزشتہ ماہ دسمبر میں قیام وجود میں آ بھی گیا ہے، جس میں فی الحال ابتدائی تین جماعتیں ہیں۔

پندرہ روزہ ''الحسنات'' رام پور: بچوں اور کم تعلیم یافتہ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرنے میں اس رسالہ کی بھی زبردست خدمات ہیں جو گزشتہ کئی سال سے حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔

خواتین میں دعوت

الحمد للہ رفقا میں حلقۂ خواتین کی تعلیم واصلاح کا احساس اگرچہ نسبتاً ترقی پذیر ہے لیکن ابھی

اتنی توجہ اس کام کی طرف نہیں دی جاسکی جتنی توجہ کا یہ طبقہ درحقیقت مستحق ہے، تاہم اس وقت جو خواتین جماعت سے رکنیت کا تعلق رکھتی ہیں ان کی تعداد ۱۲ ہے۔ ہمدرد خواتین کی تعداد ۲۶، امیدوار رکنیت ۱۱ ہیں اور متاثرین کی تعداد بھی خاصی ہے۔ انفرادی طور پر خواتین کی تعلیم واصلاح کی جو کوششیں رفقا کر رہے ہیں، اُن کے علاوہ اجتماعی طور سے بھی کہیں کہیں ان کی اصلاح کی طرف توجہ دی گئی ہے۔

مشرقی یوپی

ضلع اعظم گڑھ میں کئی خواتین تو جماعت سے رکنیت کا تعلق رکھتی ہیں، خاص شہر اعظم گڑھ میں مقامی جماعت کے ارکان میں دو خواتین بھی ہیں اور بفضلہٖ دونوں تعلیم یافتہ ہیں، ان میں سے ایک خاتون کی درخواست رکنیت ابھی حال ہی میں منظور ہوئی ہے۔ یہ دونوں دین کی تبلیغ کا قابلِ قدر جذبہ رکھتی ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے اور خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حلقۂ کانپور

شہر کانپور میں ایک خاتون جماعت کی رکن ہیں، تعلیم یافتہ ہیں اور دین کی خدمت کا پرخلوص جذبہ رکھتی ہیں۔ ان کی کوششوں کے نتائج نہایت امید افزا ہیں، چناں چہ اس وقت شہر کانپور میں امیدوار رکنیت خواتین کی تعداد چھ ہے، ہمدرد خواتین ۱۰ ہیں اور ۴۰ سے اوپر متاثر ہیں۔ ہفتہ واری اجتماعات پابندی سے ہوتے ہیں، ماہانہ اجتماع میں متوسلین جماعت خواتین کے ساتھ ساتھ حاضرات کی مجموعی تعداد کبھی کبھی ۹۰ اور ۱۰۰ کے درمیان رہتی ہے۔ جب انتخابات ہوئے تو اس موقع پر کمیونسٹ عورتوں نے ناخواندہ اور مزدور پیشہ خواتین کے ووٹ حاصل کرنے کے لیے میلاد کی محفلوں کو ذریعہ بنایا تو مقامی جماعت کے ذمہ دار حضرات کی صواب دید اور ہدایات کی روشنی میں رکن خاتون نے ان عورتوں کو کمیونسٹ عورتوں کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے ملاقاتوں اور افہام و تفہیم کے ذریعے اپنی سی جدوجہد بھی کی۔

حلقۂ دہلی

اس حلقہ میں خاص دہلی اور بگھرا ضلع مظفر نگر میں ابھی صرف ہمدرد خواتین ہیں، ہفتہ وار اور ماہانہ اجتماعات ہوتے ہیں۔ بگھرا میں نظم کی صورت اطمینان بخش ہے، ماہانہ اجتماع میں قرآن مجید کے مجوزہ اور تیار کردہ رکوع پر تبادلۂ خیالات ہوتا ہے اور ہر ماہ کسی خاص عنوان پر خواتین ہی کا تیار کردہ مضمون پڑھا جاتا ہے۔

حلقۂ راجستھان

اس حلقہ میں ٹونک میں کام کیا جا رہا ہے۔ پانچویں جماعت تک لڑکیوں کا مدرسہ قائم ہوا ہے۔ ۱۰۰ سے اوپر طالبات استفادہ کر رہی ہیں۔ مدرسہ کے قیام کے لیے فضا ہموار کرنے کے سلسلے میں جو اجتماع وہاں منعقد کیا گیا تھا اس میں تقریباً ۳۰۰ خواتین نے شرکت کی اور اسلامی نظریۂ تعلیم پر کچھ خواتین نے تقریریں بھی کیں۔

حیدر آباد

یہاں کے رفقا بھی خواتین کی تعلیم و اصلاح کی طرف متوجہ ہیں۔ تقریباً ۸-۹ مقامات پر اجتماعات ہوتے ہیں، جن سے باہمی روابط میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور بہت سی خواتین لٹریچر کا مطالعہ بھی کر رہی ہیں، آئندہ ترقی کے امکانات نظر آتے ہیں۔ اس حلقہ میں حیدر آباد، عادل آباد، چیتاپور، کلیانی، ناندیڑ، جالنا، کھمم کورٹلہ اس سلسلے میں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

بمبئی

یہاں ایک خاتون رکن جماعت ہیں۔ اپنی حد تک خواتین میں افہام و تفہیم اور اصلاح و تبلیغ کی خدمت انجام دیتی رہتی ہیں۔ توقع ہے کہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔

بہار

یہاں خاص کوشش دو مقامات کمہر ولی اور ململ میں ہو رہی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ ململ

میں خواتین کا حلقہ زیادہ سرگرم ہے۔ یہاں ۴ خواتین امیدوارِ رکنیت اور ۸ ہمدرد ہیں۔ ان کی زندگیوں میں اصلاحی پہلو لیے ہوئے تبدیلیاں ہو رہی ہیں، جو بعض دوسری خواتین پر اچھا اثر ڈال رہی ہیں۔ کچھ خواتین زنانہ تعلیم بالغاں کا کام انجام دے رہی ہیں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کی جانب بھی متوجہ ہیں۔ ان کا جذبۂ انفاق فی سبیل اللہ بھی قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ خلوص و برکت عطا فرمائے، دربھنگہ کی درس گاہ کی اعانت کے سلسلے میں تو نقد اور زیورات کی صورت میں اعانت کر رہی چکی تھیں مگر جب مرکزی درس گاہ کی ضرورت اُن کے علم میں آئی تو انھوں نے تین سو تولہ سے زائد کے زیورات بطور اعانت مرکزی درس گاہ کو بھی پیش کیے۔ ان کے جذبۂ انفاق فی سبیل اللہ سے نہ صرف مستورات کو بلکہ مردوں کو بھی سبق لینا چاہیے! نیز ہمارے رفقا کو خصوصیت کے ساتھ انسانیت کے اس نصف حصہ کی اسلامی تعلیم و تربیت کی طرف زیادہ سے زیادہ کوشش صرف کرنی چاہیے۔

دیہات میں تحریک کا تعارف

دیہاتی باشندوں کی نفسیات اور دوسرے خصوصی حالات کے پیش نظر جہاں جہاں دیہات میں یہ کام کیا گیا ہے وہاں شہری باشندوں میں کام کرنے کے طریقوں سے مختلف طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔ چوں کہ دیہات میں اکثر لوگ کسی نہ کسی برادری سے وابستہ ہوتے ہیں پھر ان برادریوں میں بھی اکثر مقامات پر تناسب آبادی کے لحاظ سے کسی نہ کسی مقامی سربراہ کار کی قیادت و رہنمائی میں مختلف گروہ ہوتے ہیں اور پھر اُن سربراہ کاروں اور لیڈروں اور چودھریوں کے اپنے اپنے اثر و نفوذ۔ دولت و وجاہت، علمیت اور خاندانی افراد کی قلت و کثرت کے اعتبار سے مدارج ہوتے ہیں اور انہیں رہنماؤں اور چودھریوں کی آواز گروہوں، برادریوں اور پورے گاؤں کی آواز کہلاتی ہے اس لیے وہاں انفرادی دعوت و تبلیغ کا طریقہ زیادہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتا چناں چہ ہم نے ان تمام باتوں کا پورا پورا جائزہ لے کر کام شروع کیا ہے۔

جن مختلف برادریوں کی اصلاح پہلے سے پروگرام میں شامل کر لی گئی تھی وہاں کی معاشرتی اور تعلیمی حالت کا جائزہ لے کر سربرآوردہ اور صاحب اثر و نفوذ افراد کی مکمل فہرست مرتب کی گئی۔

پھر اس فہرست میں موزوں اور مناسب انتخاب کے بعد سلسلۂ ملاقات شروع کیا گیا۔ تبادلۂ خیالات اور گفتگوؤں کے ذریعہ روابط کے قیام و استحکام کا کام انجام دیا گیا۔ ان مراحل کے بعد ان لوگوں کو جو ہم سے نسبتاً قریب ہو گئے تھے۔ اصلاح طلب امور کی طرف متوجہ کر کے اصلاحِ حال کا احساس بیدار کیا گیا اور مناسب حال تدریجاً اصلاحی تدابیر اختیار کرنے کے سلسلہ میں ضروری مشورے دیے جاتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کی اسلام سے روایتی اور موروثی عقیدت مندی اور خیر خواہی کے جذبات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کے صحیح تصورات سے روشناس کرانے کی کوشش کی جاتی رہی تا آنکہ کچھ افراد مطالعۂ لٹریچر پر آمادہ ہو گئے اور رفتہ رفتہ تحریک سے متعارف اور متاثر ہو کر ہمارے کارکنوں میں شامل ہو گئے اور ہمارے زیر نگرانی اور ہدایت کے مطابق اپنی برادریوں میں دعوت و اصلاح کا کام عملاً شروع کر دیا۔ ابھی اس انداز کا کام حلقہ دہلی میں شروع ہو سکا ہے، اس حلقہ میں تجویز تو یہ تھی کہ کئی برادریوں میں اس قسم کا کام کیا جائے اور تین چار برادریوں میں ابتدائی کام شروع بھی کر دیا گیا تھا۔ لیکن متعینہ کارکنوں کے دوسرے اہم جماعتی کاموں میں مصروف ہو جانے کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رکھا جا سکا اور مجبوراً صرف ایک برادری پر توجہ مرتکز کر دی گئی، جس کے نتائج بحمد اللہ حوصلہ افزا برآمد ہوئے۔ اس سلسلہ میں خصوصی اور مثالی کام کے لیے گنگوہ ضلع سہارنپور کو منتخب کیا گیا، اب وہاں ہمہ جہتی اصلاح کے لیے پروگرام کے مختلف شعبوں میں کوششیں جاری ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ برادریوں میں کام کرنے کے سلسلے میں ہمارے رفقا کی کوششیں مبارک باد کی مستحق ہیں کیوں کہ اگر وہ غایت درجہ حزم و احتیاط، دور بینی اور دور اندیشی سے کام نہ لیتے اور خدانخواستہ ان سے ذرا سی بھی چوک ہو جاتی تو اس نازک طرزِ کار میں جو اختیار کیا گیا، اصلاح کے بجائے اس بات کا قوی اندیشہ تھا کہ لوگوں کے برادری واد غلط رجحانات کو تقویت پہنچ جائے جو بسا اوقات دوسری برادریوں سے تعصب اور کشمکش کا موجب بن جاتے ہیں اور وہ نتائج برآمد نہ ہوتے جو مختلف خاندانوں کے خوشگوار انقلاب کی صورت میں رونما ہو رہے ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ یہ ساری برکتیں اسلامی طرزِ حیات کی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے انعام کی صورت میں نازل ہو رہی ہیں۔

دیہات کی ہمہ جہتی اصلاح کے سلسلے میں دوسرا مثالی اور قابل تحسین کام ضلع دربھنگہ حلقہ بہار میں حسن وخوبی کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ اس کام کی نوعیت وہ تو نہیں ہے جس کا تذکرہ برادری واد کام کے ضمن میں ابھی ابھی ہوچکا ہے۔ یہاں کے کام کی نوعیت کے اختلاف کا سبب دراصل یہاں کی صورتِ حال کا اختلاف ہے ورنہ نتائج واثرات کے اعتبار سے اس کی اہمیت بھی کچھ کم نہیں ہے۔ بہرحال اس قسم کے حالات رکھنے والے دیہات میں ان تجربات سے کافی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

رفقائے دربھنگہ نے خصوصیت کے ساتھ دو مقامات (ململ اور کمہرولی) پر توجہ دی ہے۔ شروع میں تعلیم یافتہ افراد کو جن کی تعداد وہاں خوش قسمتی سے اچھی خاصی ہے، دعوت سے متعارف اور متاثر کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور جب کچھ کارکن تیار ہوگئے تو ان کے ذریعے اصلاح کے کام شروع کرائے گئے اور اب خدا کے فضل وکرم سے اِن دونوں مقامات پر دینی مدارس قائم ہیں اور ان مدارس میں بھی ہمارا اپنا تجویز کردہ نصابِ تعلیم جاری ہے۔ منتظمین اور اساتذہ سب کے سب ہمارے ارکان وہمدردان ہیں۔

خواتین میں جو کام یہاں ہورہا ہے وہ دوسرے مقامات کے رفقا کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ اگر ایک طرف اُن کے لیے لٹریچر کے مطالعہ کا باقاعدہ نظم قائم ہے تو دوسری طرف نہایت باقاعدگی اور پابندی کے ساتھ ان کے ہفتہ وار اور ماہانہ اجتماعات ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کی معاشرتی زندگی میں اسلامی تعلیمات کے اثرات کافی نمایاں ہیں۔ مزید برآں یہاں کی خواتین جس خلوص، جس لگن اور محنت کے ساتھ اقامت دین کے لیے کوشاں ہیں اس سے ہماری توقعات طبقۂ خواتین میں اصلاح ہوجانے کے حق میں بہت کچھ بڑھ گئی ہیں۔ اس کے علاوہ دیہات میں اصلاحی کام کے سلسلے میں جو سب سے اہم بات ہے وہ بھی یہاں بڑی حد تک حاصل ہے۔ یعنی ان دونوں گاؤں میں اکثر وبیشتر معاملات ہمارے رفقا کے مشوروں سے ہی طے ہوتے ہیں۔ طبی امداد، گاؤں کی صفائی، امداد باہمی کی تنظیم اور اسی طرح کی دوسری ضرورتوں کے بھی سوچے سمجھے نقشے کے مطابق انتظام کیا گیا ہے اور بحمد اللہ ان تمام امور میں ہمارے رفقا بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

دیہات میں اِن مقامات پر خصوصی اور مثالی کام کے علاوہ قریب قریب تمام حلقوں کے متعدد دیہاتوں میں تحریک پہنچ چکی ہے اور کسی نہ کسی شعبے میں کچھ نہ کچھ کام بھی ہورہا ہے۔ مندرجہ ذیل مقامات اس سلسلہ میں خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

حلقہ دہلی میں: اضلاع میرٹھ، سہارنپور، مظفرنگر، بلندشہر۔

حلقہ مشرقی یوپی میں: اضلاع اعظم گڑھ، بستی، گورکھپور۔

حلقہ الٰہ آباد میں: ضلع الٰہ آباد

حلقہ رام پور میں: اضلاع بدایوں اور بجنور

حلقۂ کانپور میں: ضلع اُناؤ

ان تمام اضلاع کے متعدد دیہاتوں میں حسب موقع کوئی نہ کوئی اصلاحی پروگرام چل رہا ہے۔ قریب قریب ان تمام گاؤں میں چوپالوں، پرائیویٹ بیٹھکوں اور نجی مکانوں میں کہیں تعلیم بالغان کا سلسلہ جاری ہے، کہیں تعلیم اطفال پر توجہ صرف کی جارہی ہے، کہیں چوپالوں میں آسان لٹریچر پڑھ کر سنایا جاتا ہے، کہیں اجتماعی مطالعہ کا نظم قائم ہے، کسی کسی گاؤں میں بحیثیت مجموعی یہ تمام پروگرام ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور کسی میں صرف ایک اور کسی میں ایک سے زیادہ۔

غرض کہ ہر طرف ہمارے ہمدرد اور متاثر رفقا جزوی اور غیر مفید مباحث سے اپنا دامن بچا کر تعمیری اور اصلاحی کاموں میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے۔

محنت پیشہ عوام اور ان کی انجمنیں

یوں تو دوسرے نیم خواندہ اور ناخواندہ لوگوں کی طرح محنت پیشہ عوام کو عام حالات میں بھی اسلامی تعلیمات سے روشناس کرنا ضروری ہے لیکن ملک کے بدلتے ہوئے حالات اور نئے تغیرات کے اعتبار سے مزدوروں اور محنت پیشہ عوام میں صحیح تعلیمات کی اشاعت اور اصلاحی کام کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے، اس لیے اس طرف مزید توجہ کی ضرورت ہوئی اور جہاں جہاں ہمارے کارکنوں کو موقع ملا انھوں نے ان لوگوں میں دعوت پہنچائی۔

مالا بار میں بہت سے رفقا بیڑی کے مختلف کارخانوں میں کام کرتے ہیں، اس لیے وہاں

اللہ کے فضل سے بہت اچھا کام ہو رہا ہے۔ یہاں ایک دلچسپ اور مفید طریقہ یہ نکالا گیا ہے کہ کوئی ایک رفیق لٹریچر پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور دوسرے رفقا اور عام مزدور اپنے کام کے ساتھ ساتھ لٹریچر سنتے اور تبادلۂ خیالات کرتے جاتے ہیں۔ اس طرح خدا کے فضل سے مالابار میں محنت پیشہ اصحاب کی ایک کثیر تعداد ہماری دعوت سے متاثر ہے اور ان میں کئی ارکان اور بہت سے ہمدرد بھی ہیں۔

بمبئی کے حلقہ میں کمیونزم کا کافی غلغلہ ہے اور بھیمڑی کا مزدور طبقہ بہت زیادہ متاثر ہے، ہمارے رفقا نے بمبئی، مالیگاؤں اور کلیان میں متعدد پبلک اجتماعات کیے جن میں اسلام اور کمیونزم کے فرق کو واضح کیا گیا اور وہاں کچھ لٹریچر بھی پہنچایا گیا، جس کے نتیجے میں اب وہاں آسان دعوتی لٹریچر کی طلب روز بہ روز بڑھ رہی ہے۔

رام پور رضا ٹیکسٹائل مل میں ہمارے ارکان، ہمدردان اور متاثرین موجود ہیں اور مختلف طریقوں سے اس کے لیے کوشاں ہیں کہ وہاں کے مزدور زیادہ سے زیادہ دعوتِ اسلامی سے مستفید ہوں، اگرچہ اس دوران میں ارکان کی تعداد میں تو کوئی اضافہ نہیں ہوا مگر متاثرین اور متعارفین میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

بھوپال میں ایک ہمدرد خود مزدوروں کی طرح کام کرتے ہیں اور دعوت وتبلیغ کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں، پچھلے دنوں ان کی کوششوں سے ادارۂ الحسنات کی کافی کتابیں اُن کے حلقہ میں پہنچیں اور الحمد للہ انہوں نے اپنے مفید اثرات بھی دکھائے، اجین کا پورا حلقۂ ہمدردان مزدوروں میں ہی کام کرنے والا ہے، جس کے اثرات بہت اچھے مرتب ہو رہے ہیں۔

بہار میں دربھنگہ اور اس کے دیہات میں مزدوروں اور محنت پیشہ عوام میں کام کرنے کا منصوبہ بنالیا گیا ہے، توقع ہے بہت جلد وہاں یہ کام شروع ہو جائے گا۔ یہاں دراصل جمشید پور ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں محنت پیشہ اصحاب زیادہ تعداد میں موجود ہیں اور ہمارے ہمدردوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔ مگر اس دوران میں یہاں کام کم ہوا ہے۔

کان پور مل مزدوروں میں کام کرنے کے لیے مختلف ملوں میں جو متاثرین ہیں انھیں دو گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، ان کے علیحدہ علیحدہ ہفتہ وار اجتماعات ہوتے ہیں، مطالعہ کے

لیے اسلامی لٹریچر کا انتظام کیا گیا ہے، اللہ کے فضل سے اب یہاں اچھا کام ہونے لگا ہے۔

راجستھان کے ٹونک میں محنت پیشہ لوگوں کا ایک طبقہ دعوتِ اسلامی سے متاثر ہے اور اپنے حلقۂ اثر میں کافی محنت اور دل سوزی سے کام کر رہا ہے، اچھے نتائج کی توقع ہے۔

میسور میں کچھ رفقا مزدوروں میں کام کرتے رہے ہیں، ملیالم کے رسالہ پر بودھنم اور ملیالم زبان میں جماعت کے شائع شدہ لٹریچر کی اشاعت بھی ہوتی رہی لیکن کچھ عرصہ سے اب یہ سلسلہ باقی نہیں رہا، کیوں کہ جو ملباری حضرات یہاں کام کرتے تھے وہ یہاں سے چلے گئے ہیں۔

حلقہ حیدر آباد میں چیتا پور کے بیڑی کے کارخانوں میں مزدوروں میں ہمارا دعوتی اور اسلامی پروگرام متعارف ہے، کارخانہ میں ہمارے کارکن موجود ہیں۔ اس کے علاوہ شاہ آباد سمنٹ فیکٹری میں بھی اسلامی تعلیمات سے وہاں کے مزدوروں کو روشناس کیا جا رہا ہے۔

کلکتہ کے کئی ملوں میں ایسے افراد موجود ہیں جو تحریک اسلامی سے کم و بیش متعارف ہیں ان کا تاثر بڑھ رہا ہے، یہاں کے رفقا ان لوگوں کو تعلیم بالغان کے تحت تعلیم دینے کی کوشش کر رہے ہیں، رفقا نے اگر مزید توجہ اس طرف مبذول کی تو یہاں اس طبقہ میں دعوت کے کام کے لیے جو وسیع میدان ہے، اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے رفقا کو جہاں جہاں اس طبقہ میں نفوذ کا موقع میسر آئے اس سے پورا فائدہ اٹھایا جائے اور متاثرین کی تعلیم و تربیت کا جہاں تک وسائل ساتھ دیں مناسب اور معقول بندوبست کیا جائے۔ اس طبقہ میں کام کرنے کی جو کوششیں کی جاتی رہی ہیں ابھی تک ان کی نوعیت زیادہ تر انفرادی رہی ہے، مزدوروں اور محنت پیشہ اصحاب کی انجمنوں کے رخ کو موڑنے کی کوششیں بھی ہونی چاہئیں۔ اگر ہمارے پختہ کار رفقا ابتدا میں ان انجمنوں کے سربراہ کاروں کو تحریک سے متعارف کرائیں اور حکمت و دانائی کے ساتھ انہیں متاثر کریں، ان کے حالات کا صحیح صحیح جائزہ لے کر ان کو مناسب حال مفید مشورے دیں، تعلیم بالغان اور دیگر مفید طریقوں سے اصلاح حال کی طرف ان کو متوجہ کریں اور حسب استطاعت ان کے ضروری کاموں میں اپنا تعاون پیش کریں تو خدا کی ذات سے امید ہے کہ اگر چند مقامات پر بھی یہ کام عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ کر لیا گیا تو دوسرے مقامات کے رفقا ان تجربات سے فائدہ اٹھا کر بہت کچھ کر سکیں گے۔

غیر مسلموں میں ہماری جدوجہد

حاضرین کرام! یہاں تک تو ہم نے ان کوششوں کا جائزہ لیا ہے جو مسلمانوں کو اپنی دعوت سے روشناس کرنے کے سلسلے میں ہم نے کی ہیں لیکن چوں کہ ہماری اس جدوجہد کا تعلق مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں سے ہے اور مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں پر بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ قومی اور مادّی بنیادوں پر جدوجہد کے نتائج کس قدر مہلک ہوتے ہیں اور اُن کے بجائے وحدتِ الٰہ اور وحدت بنی آدم جیسی حقیقی بنیادوں پر زندگی کی عمارت تعمیر کرنے میں کس طرح ملک اور عالم انسانی کی فلاح اور اُن کے مسائل کا حل مضمر ہے، اس لیے ہمیں ان کوششوں کا بھی جائزہ لینا ہے جو غیر مسلم اصحاب تک پہنچنے میں ہم نے کی ہیں۔ بدقسمتی سے گزشتہ قومی کشمکش ہمارے رفقا کے لیے ان غیر مسلموں تک پہنچنے اور ان سے تبادلۂ خیالات کرنے میں حائل رہی ہے تاہم جو کچھ ہوسکا ہے اس سے بخوبی واضح ہے کہ اگر یہ قومی کشمکش ختم ہوجائے یا بڑی حد تک کم ہوجائے تو ایک اصولی دعوت کے فروغ اور ایک صالح نظام زندگی کے قیام کے لیے دیکھتے دیکھتے کس طرح فضا سازگار ہوسکتی ہے۔

غیر مسلموں میں تعارف کے طریقے

غیر مسلم حضرات کو وحدتِ الٰہ اور وحدتِ بنی آدم جیسے حقائق سے روشناس کرانے کے سلسلے میں مختلف حلقوں اور علاقوں کے حالات کے اعتبار سے مختلف طریقے اختیار کیے گئے۔

الف: مثلاً ان میں سے ایسے افراد کا انتخاب کیا گیا جو ان اخلاقیات کے نسبتاً زیادہ حامل تھے، جنھیں بنیادی انسانی اخلاقیات کہا جاتا ہے۔ نیز جن کے بارے میں یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ اصولی دعوت کو سمجھنے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور سماجی اصلاح کے لیے اپنی کوششیں صرف کرنے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ ایسے اصحاب سے مسلسل ملاقاتیں کی گئیں اور کوشش کی گئی کہ ان سے اچھی طرح روابط قائم ہوجائیں۔

ب: موجودہ اخلاقی، معاشرتی اور معاشی خرابیوں، اور ان کے اسباب پر ان حضرات سے

تبادلۂ خیالات کیا گیا اور ملک کے اُن اداروں کے طریق کار کی خامیوں کی نشان دہی کی گئی جو سیاسی، معاشرتی یا معاشی اصلاح کے مدعی ہیں۔ نیز ان کے اندر اصلاح حال کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔

ج: اس کے بعد اسلام کی صحیح تعلیمات بتدریج اُن کے سامنے پیش کی گئیں اور اس دعوتِ حق سے متعارف کرانے کی سعی کی گئی جو وحدتِ انسانیت اور وحدتِ الٰہ کی بنیاد پر اسلام پیش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہونے لگا کہ یہ باتیں تو درست ہیں لیکن ایسے آدمی کہاں سے لائے جائیں جو ان تعلیمات کے حامل ہوں۔ اس موقع پر یہ بات ان پر واضح کی گئی کہ اگر مختلف سوسائٹیوں میں سے اچھی قسم کے لوگوں کو چھانٹ کر اس طرف برابر توجہ دلائی جاتی رہے تو یہ بعید نہیں ہے کہ لوگ صحیح تعلیمات کو اختیار کرلیں اور ان کے علم بردار بھی بن جائیں۔

د: رفتہ رفتہ جماعتِ اسلامی کا اجمالی تعارف کرایا گیا تاکہ ایسے افراد ان کے علم میں آجائیں جو ان کے اس جدید احساس کے مطابق سوسائٹی کی اصلاح کا داعیہ رکھتے ہوں اور عملاً جدوجہد بھی کررہے ہوں۔

ذ: اردو، ہندی، انگریزی، تیلگو، مرہٹی، ملیالم اور تمل وغیرہ زبانوں میں حسبِ ضرورت جماعتی لٹریچر اور اخبارات رسائل مناسب ترتیب و تدریج کے ساتھ مطالعہ کے لیے دیے گئے تاکہ انہیں اسلام کے مختلف شعبوں کے بارے میں واضح اور اصولی معلومات ہوسکیں اور اس کے بارے میں ان کی جو رائے بھی ہو وہ علم و تحقیق کی بنیاد پر ہو۔

س: جہاں موقع ملا خدمتِ خلق کے کاموں میں اُن کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی گئی اور خود اپنا تعاون پیش کیا گیا تاکہ اس طرح باہمی تعلقات میں زیادہ سے زیادہ خوشگواری پیدا ہو، نیز مل جل کر اصلاحی کاموں کے کرنے کا طریقہ آئے اور اس کی عادت ہو۔

ص: بعض مقامات پر مختلف سیاسی جماعتوں اور معاشرتی اصلاح کی انجمنوں کے اجتماعات کے سلسلے میں بک اسٹال لگانے کا موقع ملا جہاں سے غیر مسلم حضرات نے کچھ لٹریچر بھی خریدا اور ان سے ہمارے رفقا نے تبادلۂ خیالات بھی کیا۔ مثلاً اندور میں کانگریس کے آل انڈیا کنونشن کے موقع پر وہاں کے رفقا نے ایک بک اسٹال لگایا جس کے بارے میں حلقۂ بھوپال کے قائم مقام قیم

اپنی ماہانہ رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اندور میں کانگریس کے آل انڈیا کنونشن کے سلسلے میں کچھ کام کرنے کا موقع ملا، اس کام سے جو تجربہ ہم کو حاصل ہوا وہ بڑا قیمتی تھا۔ مجھے امید ہے کہ ہم سے ربط رکھنے والے بہت سے لوگوں کے حجابات دور ہوئے، حوصلے بلند ہوئے، حقیقت اور انسانیت کی قدریں محسوس ہوئیں اور ہمیں یقین ہوگیا کہ دنیا کو حق کی روشنی دکھانے والے مل جائیں تو یہ دنیا ابھی اتنی اندھی نہیں ہوئی ہے کہ وہ باطل کی ظلمت سے نکل کر حق کی روشنی میں نہ آنا چاہے۔ خدا سے بس یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں سچا حق پرست بنادے۔''

غیر مسلم متعارفین اور متاثرین کی تعداد

اس ڈیڑھ سال کی مدت میں ساڑھے بارہ سو غیر مسلم حضرات تک دعوت پہنچائی جاسکی، جن میں سے تقریباً ڈھائی سو افراد ہمارے نقطۂ نظر کو قابل لحاظ حد تک سمجھ سکے۔ ان ڈھائی سو متعارفین میں ایک چوتھائی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنھوں نے کچھ نہ کچھ تاثر بھی قبول کیا۔

۳- ذہنی طاقت کی فراہمی و تنظیم

جیسا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے ہمارے پروگرام کا تیسرا جزو ذہنی طاقت فراہم کرنا اور اس کو تحریک کی فکری و عملی رہ نمائی کے لیے تیار کرنا ہے، لہٰذا اوّلاً (جیسا کہ جزو دوم کی بعض تفصیلات میں ذکر کیا جاچکا ہے) حاصل شدہ وسائل سے کام لے کر ذہین اور باصلاحیت افراد کو تحریک سے روشناس کیا گیا اور انجام کار جب وہ ہمارے کارکنوں میں شامل ہوگئے تو ادبی حلقوں، اسٹڈی سرکلس اور علمی مجلسوں کے ذریعے اُن کی فکری صلاحیتوں اور تنظیمی واجتماعی سرگرمیوں اور قابلیتوں کا جائزہ لے کر مناسبِ حال تربیت کی کوشش کی گئی۔

فکری تیاری

اس ضمن میں حسب ذیل کام کیے گئے:

تحقیق ومطالعہ

الف: قدیم وجدید (اسلامی ومغربی) علوم کے مطالعے کے لیے ضروری وسائل فراہم کیے گئے۔
ب: اسلامک ریسرچ سرکل کا قیام عمل میں لایا گیا۔
ج: علمی ومذاکراتی مجالس کے انعقاد کا نظم قائم کیا گیا۔

کتب خانوں کا قیام

ویسے تو علوم اسلامی سے متعلق تھوڑی بہت کتابیں تشکیل جدید کے فوراً بعد ہی مرکزی کتب خانے میں عطیہ کی صورت میں پہنچنے لگی تھیں لیکن وہ ہماری ضرورتوں کے لیے ناکافی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اسی سال کے دوران میں ایک صاحبِ علم وفضل بزرگ نے اپنی ایک ذاتی لائبریری جس میں ہماری ضرورت کا خاصا سامان تھا اور بعض کم یاب کتابیں بھی تھیں بحق جماعت وقف فرمادیں، توقع ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں یوماً فیوماً اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔

علوم اسلامی کی کتابوں کے سلسلے میں تو ایک حد تک ہماری ضرورت رفع ہوتی جا رہی ہے لیکن علوم مغربی میں ان کتابوں کے علاوہ جو اپنے محدود وسائل وذرائع کے تحت ہم خود فراہم کر سکے ہیں اور جو بہت ہی قلیل اور ناکافی ہیں۔ ابھی کارآمد اور اونچی کتابوں کا کوئی ذخیرہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ مرکزی کتب خانے کے علاوہ حلقہ جات دہلی، بہار اور حیدر آباد میں بھی کچھ ضروری کتابیں فراہم ہوئی ہیں مگر ضرورت کی حد تک نہیں۔ امید ہے کہ رفتہ رفتہ دوسرے حلقوں میں بھی ایسے کتب خانوں کا قیام عمل میں آجائے گا اور ہماری ضروریات پوری ہونے لگیں گی۔

اسلامک ریسرچ سرکل

اسلامک ریسرچ سرکل گزشتہ کل ہند اجتماع منعقدہ اپریل ۱۹۵۱ء کے موقع پر سابق ''اسلامک اسٹڈی سرکل'' کی تجدید کرتے ہوئے وجود میں لایا گیا تھا۔ اس سرکل نے طلبہ کو اسلامی نقطۂ نظر سے علوم جدیدہ میں سوچنے اور انگریزی زبان میں لکھنے کی دعوت دی اور اپنے آرگن کے طور پر ایک بلیٹن شائع کرنا شروع کیا تھا۔ اجتماعِ رام پور کے موقع پر اس سلسلے میں

دلچسپی لینے والے طلبہ کی باقاعدہ مجالس نے سرکل کے اغراض ومقاصد اور اس کے آئندہ پروگرام پر غور کرتے ہوئے کچھ باتیں طے کیں۔ نئے نظم کے تحت اس ادارہ کا نام ''اسلامک ریسرچ سرکل'' طے پایا، جس کے تحت ''اسلامک ریسرچ سرکل بلیٹن'' شائع ہو رہا ہے۔ اس بلیٹن کو اسلامی ذوق رکھنے والے طلبہ کی تحریروں کو شائع کر کے دوسرے طلبہ اور ہمدرد اساتذہ کے سامنے تنقید و تبصرہ کے لیے لانے کا ذریعہ بنایا گیا۔ پھر اسی کو دوسرے لوگوں کو لکھنے پر اکسانے کا واسطہ بھی بنایا گیا۔ الحمد للہ کہ بلیٹن ان دونوں کاموں کے لیے مفید ثابت ہوا۔ ہمارا خیال ہے کہ اس کے ذریعے کسی حد تک اس جمود کو توڑا جا سکتا ہے جو اسلامی تعلیمات اور علم کے سلسلے میں طلبہ میں پایا جاتا ہے۔ بعض موانع کے باعث اس عرصہ میں صرف آٹھ بلیٹن شائع ہو سکے۔ کل ۱۳ مقالات موصول ہوئے جن میں سے اب تک ۱۰ شائع کیے جا چکے ہیں۔ اس عرصہ میں کل ۱۸ تنقیدی نوٹ شائع ہوئے۔ ان کے علاوہ ادارہ کی طرف سے مختلف اشاعتوں میں ادارتی کالم میں مقصد اور پروگرام کی وضاحت کی جاتی رہی۔ اس عرصہ میں لکھنے والوں کی تعداد ۲۰ رہی جن میں سے مقالات لکھنے والوں کی تعداد ۹ ہے۔ بقیہ ۱۱ حضرات نے صرف تنقید کر کے ہاتھ بٹایا ہے۔ آج کل بلیٹن کی ڈیڑھ سو سے زائد کاپیاں شائع ہوتی ہیں۔ بلیٹن کی کوئی قیمت نہیں رکھی گئی ہے بلکہ ایک محدود تعداد رفقا کے رضا کارانہ تعاون پر ہی سرکل کے اخراجات کا انحصار رہا ہے۔ اور مالیات کی کمزوری کام پر اثر انداز ہوتی رہی ہے۔

اس وقت جو کام ہو رہا ہے علمی اور تحقیقی کام کے لیے اس سے کہیں بہتر اور نتیجہ خیز صورتیں نکل سکتی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ ان کا انحصار وسائل اور ذرائع پر ہے اور جیسے جیسے مزید ذرائع اور وسائل حاصل ہوتے جائیں گے ان شاء اللہ دوسری صورتیں اختیار کی جاتی رہیں گی۔

ادبی حلقے

دہلی، میرٹھ، لکھنؤ، پٹنہ، مظفر پور، دھنباد، ڈالٹین گنج، حیدر آباد، گلبرگہ، عمر آباد، رام پور، بدایوں، گورکھپور میں باقاعدہ ادبی حلقے قائم ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد اور بھی ایسے مقامات ہیں جہاں اگرچہ ادبی حلقہ کا باضابطہ قیام تو عمل میں نہیں آیا مگر ادبی نشستیں باقاعدہ منعقد ہوتی رہتی

ہیں۔ اور وہاں کے اسلامی ادیب وشعرا اپنی ادبی صلاحیتوں کونشو ونما دینے کے ساتھ ساتھ تعمیری ادب کی تخلیقات میں بھی اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے حلقوں میں متعدد حلقہ ہائے ادب کا قیام دوران سال ہی میں عمل میں آیا ہے اور مزید متعدد مقامات پر مستقبل قریب میں حلقہ ہائے ادب کے قیام کی توقعات ہیں۔

گزشتہ اجتماع سے اب تک غزلیں، نظمیں، ناول، افسانے، ڈرامے، خاکے، جائزے، مقالے، سینکڑوں کی تعداد میں مختلف ادبی رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں اور جو منثور ومنظوم مشقی تحریریں اشاعت سے رہ گئی ہیں، ان کی تعداد تو شائع شدہ تخلیقات سے کئی گنا زیادہ ہے۔

فن کاروں اور شعرا میں جو قابل لحاظ حد تک اپنی ادبی تخلیقات کا رُخ مطلوبہ تعمیری مقاصد کی طرف موڑ چکے ہیں ان کی مجموعی تعداد ۱۳۵ ہے۔ ان میں سے کئی فن کاروں نے ماشاء اللہ نمایاں ترقی کی ہے، جن کی ادبی کاوشوں اور تخلیقات کے دو تین مجموعے بھی مرتب ہو چکے ہیں، جو ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب کتابی صورت میں سامنے آنے والے ہیں۔

اس قسم کا ادبی کام اردو کے علاوہ دو تین مقامات پر انگریزی اور ہندی میں بھی ہو رہا ہے، رہیں ملک کی دوسری علاقائی اور مقامی زبانیں ان میں اس سلسلہ میں کوئی قابل ذکر کام ابھی نہیں ہوسکا ہے۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ مستقبل میں اِن زبانوں میں بھی ادبی سرگرمیاں شروع ہو جائیں گی۔

اخبارات ورسائل

ہمارے زیر تربیت تحریری صلاحیتیں رکھنے والے رفقا کی تحریریں ملک کے مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوتی رہی ہیں لیکن ہمارے مقاصد کی اشاعت میں پیش پیش رہنے والے قابل ذکر اخبار ورسائل درج ذیل ہیں:

۱- ماہ نامہ زندگی: یہ رسالہ مرکز کی نگرانی میں رام پور سے شائع ہو رہا ہے اور خدا کے فضل سے تدریجی ترقی کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں تحریک اسلامی کی ذہنی وفکری نمائندگی کا حق ادا کرنے میں زیادہ سے زیادہ کامیاب ثابت ہو رہا ہے۔

۲- ایک ماہ نامہ پرچہ اذان بھی ہے جو سری نگر کشمیر سے شائع ہوتا ہے اور ایک سال سے

جاری ہے۔

۳- سہ روزہ الانصاف۔ یہ اخبار بھی تحریک اسلامی کا داعی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل پر موثر انداز میں بحث کرتا ہے، جس سے ناظرین کا ذہن تحریک کے حق میں صاف ہوتا ہے۔

۴- حیدر آباد سے اردو میں پندرہ روزہ 'حیات نو' شائع ہوتا ہے۔

۵- پربودھنم ۔ ملیالم زبان کا پندرہ روزہ اخبار ہے، جو ایڈے یور (مالابار) سے شائع ہوتا ہے۔ حلقہ مالابار میں تحریک کا جو کچھ کام ہو رہا ہے اس میں اس اخبار کی زبردست خدمات ہیں۔ یہ اخبار اس حلقے میں بہت مقبول ہے، عام لوگ اور بالخصوص تحریک سے دلچسپی رکھنے والے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے اور شوق ودلچسپی سے پڑھتے ہیں۔

۶- ماہنامہ 'معیار' حلقہ دہلی میں میرٹھ سے شائع ہوتا ہے۔ یہ ایک ادبی رسالہ ہے اور ہمارے ادبی مقاصد کی تکمیل کے لیے ہی اس کا اجرا عمل میں آیا ہے۔ تھوڑی سی مدت میں اچھی خاصی ترقی کرلی ہے۔ نومشق اسلامی ادیبوں کی ہمت افزائی میں خاصہ حصہ لیا ہے۔ ملک میں غیر اسلامی نظریہ ادب کے نمائندہ حلقوں کو بھی اس نوخیز ادبی ماہ نامہ کی امتیازی حیثیت کا احساس پیدا ہونے لگا ہے۔

عام اجتماعات اور جلسے

رفقائے مرکز کی تقریروں اور مقالوں کے علاوہ حلقہ جات حیدر آباد، دہلی، بہار اس طرح کے اجتماعات کے سلسلے میں خاص طور سے قابل ذکر ہیں، تاہم یہ کام جس قدر توجہ کا مستحق ہے اتنی توجہ اس طرف نہیں دی جاسکی۔

شعبۂ تصنیف وتالیف

مرکزی شعبۂ تصنیف وتالیف جو تحریک اسلامی کی فکری راہنمائی کی خدمت انجام دے رہا ہے نے ۸ کتابیں شائع کیں، جن میں سے سات اسی سال میں تیار ہوئیں۔ ایک کتاب کا مسودہ

موجود تھا، جس پر نظر ثانی کے بعد ترمیم و اضافہ کیا گیا۔ تصنیف و تالیف کے علاوہ تراجم کا کام بھی ہوتا رہا۔ جہاں تک تقریری پہلو کا تعلق ہے اس سلسلے میں مرکز اور حلقہ جات میں ذمہ دار لوگوں کی نگرانی میں تقریریں کرائی گئیں اور اجتماعات منعقد کیے گئے جو خصوصی طور پر اس مقصد کی تکمیل کے لیے تھے۔ تقریر و تحریر میں کسی حد تک استعداد و مہارت پیدا کر لینے والوں کی مجموعی تعداد ۱۱۲ ہے۔

حضرات! اس طبقہ میں ہمارا یہ کام بہت کم ہوا ہے۔ اس کام کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسی لیے ہم ہمیشہ رفقا کو اس طرف متوجہ کرتے رہے ہیں اور اب بھی توجہ دلاتے ہیں امید ہے آئندہ سال اسی سے زیادہ کام ہو سکے گا۔

۴۔ ہندی اور ملک کی مختلف علاقائی زبانوں میں دعوت کی اشاعت

ہمارے کام کا ایک نہایت اہم جز ملک کی مختلف علاقائی نیز سرکاری زبان میں اپنی دعوت کی اشاعت کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام خوبی اور عمدگی کے ساتھ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ ہمارے رفقا ان زبانوں میں مشق و مہارت بہم پہنچا کر تقریر و تحریر کی استعداد پیدا کریں اور دعوتی لٹریچر تیار کیا جائے۔ یہ کام وقت، محنت اور توجہ سبھی کا متقاضی بھی ہے اور مستحق بھی۔ لیکن اس سلسلے میں جب ہم کام کا جائزہ لیتے ہیں اور پھر اس کام کی اہمیت پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس طرف ابھی وہ توجہ مبذول نہیں کی گئی جو در اصل کی جانی چاہیے تھی لیکن اس کے باوجود اس ضمن میں جو کچھ ہو سکا ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔

ہندی

اس دوران میں دو جدید پمفلٹوں کا ترجمہ اسلام پر بودھن (یعنی رسالہ دینیات)، اسلام اور اگیان (اسلام اور جاہلیت) کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ اسلام کے نظام حیات کا بھی ترجمہ ہو چکا ہے جو زیر طبع ہے۔ قرآن پاک کے ہندی ترجمہ کے سلسلہ میں پہلے پارہ کی طباعت کا جو اعلان کیا گیا تھا اب خدا کے فضل سے اس کے انتظامات بڑی حد تک ہو چکے ہیں۔

ملیالم

ملیالم دار الاشاعت نے انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل اور خطبات اول کے تراجم شائع کیے ہیں۔ رسالۂ دینیات اور دیگر پانچ مختلف پمفلٹوں کے ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں، علاوہ ازیں مختلف قسم کے گیارہ پوسٹر بھی شائع کیے گئے۔ اس سال رفقائے مالا بار نے ایک پریس بھی خرید لیا ہے توقع ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے کافی سہولت پیدا ہو جائے گی۔ اس علاقے میں اسی زبان میں دعوتی کام ہوسکتا ہے اس لیے اس زبان میں زیادہ سے زیادہ لٹریچر کی تیاری کی ضرورت ہے۔

تمل اور گجراتی دار الاشاعت اس سال معطل رہے ہیں اور سابقہ لٹریچر میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

تیلگو

اس زبان میں بھی لٹریچر کی تیاری کا کام جاری ہے۔ اس دوران میں انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل کے ترجمے کیے جا چکے ہیں اور اسلام کا نظامِ حیات زیر ترجمہ ہے۔

مرہٹی

اس زبان میں ایک دعوتی مضمون ترتیب دیا گیا ہے اس کی طباعت کا ان شاء اللہ تعالیٰ جلد انتظام کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اسلام اور جاہلیت، سرور عالمؐ، دین حق، نیا نظام تعلیم، شہادتِ حق، اسلام کا نظریہ سیاسی، اسلامی نظام کس طرح قائم ہوتا ہے، ان کتابوں کے تراجم ہو چکے ہیں، نظرِ ثانی بھی ہو چکی ہے، طباعت ابھی باقی ہے۔

انگریزی

اس زبان کی اہمیت ظاہر ہے، اس لیے اس کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے۔ اس دوران میں الحاد کے بعد کیا (After Secularism What?) اور دور جدید کی بیمار قومیں (Sick Nations of modern age) کے نام سے دو کتابوں کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ دین حق،

اسلام اور جاہلیت، سرمایہ داری اور اشتراکیت اور جماعت اسلامی کی دعوت (جدید ترجمہ) ان چار پمفلٹوں کے تراجم ہو چکے ہیں، جن پر نظر ثانی باقی ہے۔

علاقائی زبانوں میں جو جرائد جاری ہیں ان کا تذکرہ لائحہ عمل کے جز و دوم کی تفصیلات میں آ چکا ہے۔

حضرات! سابقہ پنج سالہ لائحہ عمل کی چہار گانہ دفعات کی روشنی میں اب تک ہم نے جو کچھ کیا ہے اس کی رپورٹ پیش کی جا چکی ہے، جس سے یہ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ہم نے کیا کچھ کیا اور کس طرح کیا۔ لیکن آئندہ ہمارا پروگرام کیا ہوگا اور کس طرح بروے کار لایا جائے گا۔ اگر اس موقع پر اس کی بھی مختصراً وضاحت کر دی جائے تو بے محل نہ ہوگا۔

بدلتے ہوئے حالات اور ان سے پیدا ہونے والے مقتضیات کے پیش نظر مجلس شوریٰ منعقدہ مئی ۱۹۵۲ء نے لائحہ عمل میں جو تبدیلی اور اضافہ کیا ہے اور جس کی کارروائی ماہ نامہ زندگی بابت ماہ جون ۱۹۵۲ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اسے اچھی طرح ذہن نشیں کر لینا نہایت ضروری ہے کیوں کہ اصولی طور پر ہمارا آئندہ کا پروگرام شوریٰ کے فیصلے کے مطابق ہی ہونا چاہیے چناں چہ مجلس شوریٰ نے لائحہ عمل میں جو ترمیمات کی ہیں انہیں کس طرح بروئے کار لایا جائے، اس کا سرسری خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ طبقہ واری کشمکش کے انسداد کے سلسلے میں ہمارے رفقا مختلف مقامات پر اب تک کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہے ہیں، جس کی رپورٹ آپ کے سامنے آ چکی ہے مگر چوں کہ اب فرقہ وارانہ کشمکش کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ طبقہ وارانہ کشمکش کا انسداد، ضابطہ کی صورت میں دفعہ اول میں بڑھایا گیا ہے، اس لیے اس دفعہ کے نئے جز کے متعلق ہی یہاں چند خاص خاص باتیں ذہن نشیں کر لینا نہایت ضروری ہیں کیوں کہ اس کے جزء اول یعنی فرقہ وارانہ کشمکش کو دور کرنے کے سلسلے میں عملی تفصیلات آپ کے سامنے پہلے ہی سے ہیں اور ان پر عمل درآمد بھی ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔

طبقہ واری کشمکش کے خاتمہ اور انسداد کی عملی صورتیں

طبقہ واری کشمکش کے انسداد کی عملی تفصیلات میں جانے سے قبل اس کشمکش کے اسباب کا

تعین نہایت ضروری ہے۔اس کے خاص اسباب درج ذیل ہیں:

۱- تعلیم یافتہ لوگوں کا ذہنی طور پر فلسفہ اشتراکیت کے مطالعہ سے اس کی موافقت میں متاثر ہونا اور کمیونسٹ نظام کے بہترین معاشی نظام ہونے کے غلط پروپیگنڈے کا شکار ہونا۔

۲- سرمایہ کی غیر منصفانہ تقسیم جس سے سوسائٹی عملاً دو طبقوں میں بٹ گئی ہے۔

۳- (جو دراصل نتیجہ ہے پہلے دو اسباب کا) مزدوروں اور محنت پیشہ عوام کا منتقمانہ جذبات کے اشتعال کے ماتحت غلط خطوط پر جدوجہد کرنا، جس سے مزدوروں اور سرمایہ داروں دونوں میں منافرت کی ایک بہت بڑی خلیج حائل ہوگئی ہے۔

پہلے سبب کے تحت ہمارا اصل کام

تعلیم یافتہ لوگوں کو اشتراکی فلسفۂ حیات سے متاثر ہونے سے محفوظ رکھنا اور ان کے اس تصور کو مٹانا کہ کمیونسٹ نظام بہترین معاشی نظام ہے۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل کام مرکز اور حلقوں کی نگرانی میں کیے جاسکتے ہیں۔

۱- ایسے ذہین اور تعلیم یافتہ افراد کا انتخاب کیا جائے جو ایک طرف فلسفۂ اشتراکیت، اس کی تاریخ، کمیونسٹ پارٹی کی قائم کردہ جدید (روسی وچینی) وغیرہ حکومتوں کے طرزِ عمل اور اُن کے سیاسی، معاشی و معاشرتی نظاموں کا عمیق مطالعہ کریں اور اس کے فلسفہ اور نظامات خصوصاً معاشی نظام کی خامیوں اور کوتاہیوں کو واضح کرتے ہوئے عام فہم تنقیدی لٹریچر تیار کریں اور دوسری طرف ایجابی طور پر اسلامی فلسفۂ حیات اور اسلامی معاشی نظام کی حقیقی خوبیوں اور برکتوں کو سلجھے انداز میں پیش کریں اور موجودہ معاشی مسئلہ کا حل اسلام کے اصول معیشت کی روشنی میں پیش کریں۔ تاکہ لوگوں کے دماغ اس فلسفے کے زہریلے اثرات سے نجات پائیں اور اسلامی فلسفۂ حیات اور نظامِ زندگی کو بہ آسانی قبول کرسکیں۔

۲- اس قسم کے آسان لٹریچر کی تیاری اور فراہمی بھی ہو، جس سے معمولی لکھے پڑھے لوگ بھی کمیونزم کی تباہ کاریوں اور خطرناکیوں سے واقف اور آگاہ ہوسکیں۔

۳- عام طور سے رسائل واخبارات میں عام فہم اور سادہ انداز میں مضامین شائع کیے جائیں۔

۴- تعلیم یافتہ طبقہ سے تبادلۂ خیالات کر کے لٹریچر کا مطالعہ کرایا جائے، خصوصی خطابات کی

صورت میں کمیونزم کے نقصانات واضح کیے جائیں اور مسائل زندگی کے صحیح حل کی طرف توجہ دلائی جائے۔ غرض کہ یہ اور وہ تمام صورتیں اختیار کی جائیں جو تعلیم یافتہ طبقہ میں کام کرنے کے سلسلے میں رپورٹ میں پیش کی جاچکی ہیں۔

دوسرے سبب کے تحت ہمارا کام

سرمایہ داروں میں اخلاقی حس پیدا کرنا اور طبقہ واری کشمکش کے نتائج بد سے آگاہ کرنا اور اُن صورتوں کو اختیار کرنے پر آمادہ کرنا ہے جو دونوں میں سے کسی کے لیے بھی ناقابل برداشت نہ ہوں اور یہ فضول قسم کی کھینچ تان ختم ہوسکے۔

اس ضمن میں بھی وہی عملی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں جو پہلے سبب کے تحت نمبر چار میں بتائی جاچکی ہیں۔

تیسرے سبب کے تحت ہمارا کام

محنت پیشہ عوام کے منتقمانہ مشتعل جذبات کو فرو کرنا اور سرمایہ داروں کے پنجۂ ظلم سے محفوظ رہنے کی صحیح صورتوں کی نشان دہی کرنا۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل عملی تدابیر مفید ہوسکتی ہیں:

۱- مزدوروں کی انجمنوں کے سربراہ کاروں، لیڈروں اور دیگر نمایاں حیثیت رکھنے والے لوگوں سے ملاقاتیں کرکے روابط پیدا کرنا۔

۲- ان کی دلچسپی کے مسائل پر تبادلۂ خیالات کے ذریعہ ان کے طریقۂ کار کی خامیاں اور مضرتیں واضح کرنا۔

۳- حسبِ حال وحسب استعداد لٹریچر کا مطالعہ کرانا۔

۴- عام مزدوروں کو بھی مناسب ذرائع سے مذکورہ خطرات سے آگاہ کرنا اور تعلیم وتربیت کا انتظام کرکے صحیح رجحانات پیدا کرنا اور اخلاقی حس بیدار کرنا، اسباب کشمکش کے ازالے اور مذکورہ بالا کوششوں میں حسب کامیابی ساتھ ساتھ مزدور لیڈروں اور سرمایہ داروں کی مشترکہ کمیٹی کی تشکیل کرنا اور ان شرائط پر باہمی سمجھوتہ کی کوشش کرنا جو اخلاقی حدود میں بھی

ہوں اور دونوں میں سے کسی کے لیے غیر مفید یا نقصان دہ بھی نہ ہوں۔

دفعہ دوم: اس دفعہ میں شوریٰ نے کوئی تبدیلی اور ترمیم نہیں کی ہے بلکہ علیٰ حالہٖ باقی رکھ کر مزید سرگرمی اور جدوجہد کے لیے توجہ دلائی ہے۔ اس کی عملی تفصیلات رفقا کے پاس پہلے سے موجود ہیں اس لیے یہاں کسی مزید تفصیل وتوضیح کی کوئی ضرورت نہیں۔

دفعہ سوم: لائحہ عمل کی دفعہ اول کی طرح دفعہ سوم میں بھی مجلس شوریٰ نے اضافہ کیا ہے اور یہ دفعہ بھی دو اجزا پر مشتمل ہوگئی ہے لیکن اس وقت جس جزء کی عملی تفصیلات متعین کرنی ہیں وہ اِس دفعہ کا جز ودوم ہے یعنی غیر مسلم ذہین طبقہ کی طرف خصوصی توجہ اور خدا پرستانہ اخلاقی انقلاب کے لیے اُن کے اشتراک وتعاون کا حصول، یہ تو ہے ہمارا اصل کام لیکن اسے انجام دینے کے لیے اس کی عملی تفصیلات جو تدابیر کے طور پر اختیار کی جاسکتی ہیں درج ذیل ہیں۔

سب سے پہلے ایسے تعلیم یافتہ اور ذہین کارکن منتخب کیے جائیں اور اُن کے لیے ضروری سہولتیں مہیا کی جائیں جو مندرجہ ذیل تصریحات کے مطابق علمی اور تحقیقی کام انجام دے سکتے ہوں۔

الف: اسلامی نظریات کے گہرے اور تحقیقی مطالعہ کے ساتھ ساتھ مغربی نظریات کا مطالعہ

ب: ہندو فلاسفی اور اُن کے قدیم تہذیب وکلچر کا تحقیقی جائزہ

ج: ہندوؤں کے قدیم نظریات پر مغربی نظریات نے مخلوط ہوکر کیا اثرات ڈالے اور اُن اثرات کی نوعیت اور اسباب کی تعیین۔

د: اس فکری، تحقیقی اور علمی کام کے نتائج کی روشنی میں اس قسم کا لٹریچر تیار کیا جائے جو ایک طرف تو انھیں غیر خدا پرستانہ مادّی تحریکات کا شکار ہونے سے محفوظ رکھے اور دوسری طرف اسلامی نظریات کو سمجھنے اور اپنانے کے لیے اُن کے ذہنوں کو صاف اور ہموار کرتا چلا جائے۔

ھ: ایک انگریزی رسالہ کا اجراء عمل میں لایا جائے اور اس میں اس قسم کے مضامین شائع ہوں جو مذکورہ بالا مقاصد میں معین ومددگار ثابت ہوسکیں۔

(ا) غیر متعصب، وسیع النظر اور غیر فرقہ وارانہ ذہنیت رکھنے والے ذہین اور تعلیم یافتہ غیر مسلم حضرات کا انتخاب کیا جائے اور ان میں سے صحافیوں، ادیبوں، مصنفوں، شاعروں اور دیگر علمی اور ادبی اداروں میں کام کرنے والوں کو خصوصی توجہ کا مستحق سمجھا جائے۔

(۲) انفرادی ملاقاتوں میں عام مسائل پر تبادلۂ خیالات کے ذریعے روابط قائم کیے جائیں۔
(۳) اپنے ادبی اجتماعات میں شرکت کی دعوت دی جائے۔
(۴) خود ان کے علمی و ادبی اجتماعات میں شرکت کی جائے۔
(۵) انھیں اسٹڈی سرکلس میں شریک کیا جائے۔
(۶) تیار شدہ لٹریچر کا مطالعہ کرایا جائے۔
(۷) علمی اور اصلاحی کام کرنے والے اداروں میں اثر ورسوخ پیدا کیا جائے۔
(۸) اس مقصد کے لیے خصوصی اجتماعات منعقد کیے جائیں۔
(۹) تعمیری نقطۂ نظر سے مقبول عام عنوانات پر مضامین لکھ کر ان کے اخبارات و رسائل میں شائع کرائے جائیں۔
(۱۰) تعمیری اور عام پسند عنوانات پر اپنے اجتماعات میں انھیں بھی مضامین پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔

حسبِ ضرورت اردو، ہندی، انگریزی اور ملک کی دوسری مختلف مقامی و علاقائی زبانوں میں یہ کام ہونا چاہیے۔ لیکن اس کے لیے موزوں اور مناسب کارکنوں کا انتخاب اور مناسب تربیت کی اہمیت بھی پیش نظر رہنی چاہیے۔

دفعہ چہارم: اس ضمن میں خود مجلس شوریٰ کے فیصلے میں ہی کافی واضح ہدایات موجود ہیں، ان کی روشنی میں کارکنوں کا مناسب انتظام کیا جائے نیز ان کی صلاحیتوں کے نشوونما اور عملی مشق کے لیے ضروری وسائل مہیا کیے جائیں۔

مرکزی کاموں کا جائزہ

حضرات! یہ ہے ہمارے کاموں کی روداد جو آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ یہ تمام کام مرکز کے جن مختلف شعبوں سے متعلق ہیں ان کا سرسری تذکرہ کر دینا بھی ضروری ہے۔

مرکزی ابتدائی درس گاہ

درس گاہ کے قیام کو خدا کے فضل سے اب چار سال ہو رہے ہیں۔ اس دوران میں ہمیں مختلف قسم

کے نشیب و فراز سے گزرنا پڑا۔ بیس طلبہ اور دو اساتذہ سے یہ کام شروع کیا گیا تھا، اب ۱۳۵
طلبہ، دس معلمین اور تین نگراں ہیں، جن میں سے دو معلّمین کے علاوہ باقی ہمہ وقتی ہیں۔ گزشتہ
سال نسبتاً زیادہ مشکلات تھیں اس لیے جب ساتویں درجہ کا اضافہ ہوا تو بادلِ نخواستہ درجہ اول کو
توڑنا بھی پڑا تھا۔ اس سال بفضلہٖ تمام درجات قائم ہیں اول درجہ سے آٹھویں درجہ تک نصاب
تعلیم کے مطابق تعلیم ہو رہی ہے۔

گزشتہ تجربات کی روشنی میں نصاب تعلیم پر بھی نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی،
چناں چہ اس کام کے لیے ایک سب کمیٹی بنا دی گئی، جس نے بعض ضروری ترمیمات کیں جنہیں
نصابِ تعلیم کے نئے ایڈیشن میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

توسیع

وسائل کی کمی اور جگہ کی قلت کے سبب پچھلے سال تک درس گاہ میں نئے داخلے ممکن نہ تھے۔
رفقا اور متاثرین کے پیہم تقاضے ہو رہے تھے، چناں چہ رفقا کے تقاضے اور اس کام کی اہمیت کے
پیش نظر ہم نے درس گاہ کی موجودہ عمارت کی چھت پر چھپر ڈال کر کچھ گنجائش نکالی، جس میں مختلف
درجات کی تعلیم کا انتظام کیا اور دار الاقامہ کے لیے درس گاہ کی موجودہ عمارت کے علاوہ ایک
عمارت کرائے پر لی۔ چھ نئے اساتذہ اور دو نئے نگراں کا تقرر عمل میں آیا۔ اس طرح جگہ کی قلت
اور اسٹاف کی کمی پوری کر کے ایک حد تک توسیع پر قدرت حاصل کی۔

کام کی رفتار

گزشتہ سال کل ہند اجتماع کی رپورٹ میں طلبہ کے معمولات، تعلیم و تربیت کے پروگرام اور
اخلاقی، جسمانی اور تعلیمی ترقی کے لیے جو خاکہ ہم نے پیش کیا تھا اس سال بھی ہم اسی خاکے کے
مطابق کام کر رہے ہیں۔ وسائل اور ذرائع پر ایک حد تک قابو حاصل کر لینے کے بعد اب تعلیم و تربیت
کا کام زیادہ باقاعدگی سے ہونے لگا ہے۔ ہر درجے کے لیے علیحدہ معلم ہیں۔ مخصوص مضامین اور
فنون کے لیے موزوں و معقول انتظام ہے، بحمد للہ باقاعدگی سے تعلیم و تربیت کا کام ہو رہا ہے۔ بچوں
کی تربیت اور پرورش کا بھی معقول انتظام ہے، کھیل میں بھی بہت کچھ باقاعدگی آ گئی ہے۔ شہر

کے دوسرے اسکولوں، کالجوں اور کلبوں سے بچے کھیل میں مقابلہ بھی کرتے ہیں اور اچھے کھیل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔تحریر و تقریر کی باقاعدہ مشق کرائی جاتی ہے۔گزشتہ سال اسکولوں کے تقریری مقابلے میں درس گاہ کے بچوں نے بھی دعوت پر شرکت کی اور انعام حاصل کیا۔ دار المطالعہ، قلمی رسالہ، لائبریری، اجتماعات، معمولی دست کاریوں میں مہارت وغیرہ کی طرف بھی خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔غیر اقامتی طلبہ کا بھی بیش تر وقت درس گاہ ہی میں گزرتا ہے۔خارجی اوقات میں ان کی تربیت کی ذمہ داری سرپرستوں پر ہے، جن سے ایک مجوزہ خاکے کے مطابق ماہوار رپورٹ طلب کی جاتی ہے اور حسب ضرورت ان کی تربیت کی خامی دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ثانوی تعلیم

تحریک اسلامی جس فکری انقلاب کی داعی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کے ذہنوں کو باطل افکار و نظریات سے صاف کر کے ان کے سامنے اسلامی افکار و نظریات پیش کیے جائیں اور پھر اس فکری انقلاب کی کامیابی کا تصور اس وقت تک نہیں کیا جاسکتا، جب تک کہ تعلیم یافتہ اور ذہین طبقہ کے دل و دماغ پر اسلام کے پیش کردہ افکار و نظریات کی برتری ثابت نہ کر دی جائے۔

ہم نے اب تک اس مقصد کے پیش نظر جو کچھ کیا ہے اس نے طلبہ اور تعلیم یافتہ اصحاب پر اپنا گہرا اثر چھوڑا ہے۔لیکن مغرب کے افکار و نظریات اور علوم و فنون ذہنوں پر کچھ اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ ہماری موجودہ کوشش اس کے مقابلے کے لیے کافی نہیں ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ علوم کے ہر شعبہ میں اسلامی خطوط پر اس طرح کا تحقیقی کام کیا جائے جس کے نتیجے میں غلط نظریات و افکار پر صحیح تنقید ہو کر ان کی باطل صورت سامنے آجائے اور اسی کے ساتھ اسلامی نظریات و افکار اور اسلامی نظامِ حیات کی صحیح صحیح تصویر کشی ہو سکے۔

اللہ کا بڑا شکر ہے کہ اس مقصد کے پیش نظر ہمارے مرکز میں جو ثانوی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے اس کے سلسلے میں سماجی علوم، تاریخ، سیاسیات، معاشیات، عمرانیات اور فلسفہ میں تحقیقی کام کرنے کے لیے ہمیں کچھ طلبہ مل گئے ہیں۔اس کے علاوہ سائنس کے وہ نظریات جن کا اثر سماجی علوم پر بہت گہرا ہے مثلاً نفسیات، حیاتیات اور خصوصاً ڈارون ازم پر کام کرنے کے لیے بھی کچھ

طلبہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ طلبہ انگریزی کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ہیں۔ظاہر ہے کہ اسلامی خطوط پر کسی تحقیقی کام کرنے کے لیے اسلامی نظریات و افکار کو اُن کے بنیادی ماخذ کتاب و سنت سے براہِ راست سمجھنے کی ضرورت ہے۔اس کا انتظام تو ثانوی تعلیم کے لیے جو ادارہ قائم کیا گیا ہے اس میں ہو گیا ہے البتہ اس کام کے لیے علوم جدیدہ میں جس بصیرت کی ضرورت ہے اس کے معقول انتظام کے لیے ہمارے وسائل و ذرائع ابھی اجازت نہیں دیتے۔ فی الحال طلبہ اپنے طور پر ان علوم کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ عربی علوم سے فارغ ہونے کے بعد طلبہ کے لیے علوم جدیدہ کے حصول کے لیے جن ناگزیر وسائل و ذرائع کی ضرورت ہے وہ بھی رفتہ رفتہ فراہم ہو جائیں گے۔

ادارہ ثانوی تعلیم

جولائی ۱۹۵۱ء میں ثانوی تعلیم کے طلبہ کی تعداد آٹھ تھی۔ پچھلے سال کے نصاب میں تجربہ اور مختلف اہل علم حضرات کے مشوروں کے بعد اضافہ و ترمیم کر کے نیا نصاب بنا دیا گیا۔حدیث و فقہ کے لیے ایک نئے استاد کا تقرر بھی عمل میں آیا۔ رواں تعلیمی سال کے آغاز یعنی جولائی ۱۹۵۲ء میں چھے نئے طلبہ کا اضافہ ہوا۔اب مجموعی تعداد ۱۴ ہے۔ یہ نصابِ تعلیم چار سالوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی دو سالوں میں صرف عربی زبان و ادب کی تعلیم ہوگی اور بعد کے دو سالوں میں قرآن مجید و حدیث و فقہ کی تعلیم ہوگی۔ یہ نصاب زندگی ماہ صفر ۱۳۷۲ھ میں شائع کر دیا گیا ہے،اس نصاب کے تحت انشاء اللہ اس سال ۳ طلبہ کا ایک گروپ فارغ ہو جائے گا۔

اپنے مافی الضمیر کے اظہار کی مشق کے لیے طلبہ کی عربی میں ماہانہ نشستیں ہوتی رہتی ہیں،جن میں وہ اپنی تحریریں پیش کرتے ہیں،عربی میں تقریری صلاحیتوں کو ترقی دینے کے لیے ماہانہ یا پندرہ روزہ اجتماعات میں تقریریں بھی کرتے ہیں۔

علوم جدیدہ

مختلف علوم سیاسیات، تاریخ، عمرانیات و معاشیات میں ابتدائی مطالعہ کے لیے کچھ کتابیں

جمع کرلی گئی ہیں۔ عام مطالعہ کی کتابیں یعنی (جنرل لٹریچر) بھی موجود ہے۔ گزشتہ دوسالوں تک علوم جدیدہ میں طلبہ کے صرف دوگروپ تھے۔ ایک وہ جس نے معاشیات کو اپنا مضمون بنایا ہے۔ اس میں اس وقت چار طلبہ ہیں۔ دوسرے گروپ نے سیاسیات، تاریخ وعمرانیات اپنے لیے منتخب کیا ہے، اس میں بھی چار طلبہ ہیں۔ اس سال فی الحال ایک طالب علم نے فلسفہ کا انتخاب کیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ وہ ان شاء اللہ اس میدان میں زیادہ دن تک اکیلے نہیں رہیں گے۔ علومِ جدیدہ کے مطالعہ میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں انھیں طلبہ ایک دوسرے کی مدد سے رفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپس میں باقاعدہ مباحثے او رمذاکرے کرتے ہیں اور مختلف موضوعات پر (Tutorial Essays) لکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مقامی اہل علم صاحبان سے جس حدتک ممکن تھا استفادہ کی کوشش کی گئی۔ مختلف مقامات کے اساتذۂ فن سے مل کر مشورے حاصل کیے گئے ہیں اور ان سب کی روشنی میں مضامین کے ابتدائی مطالعہ کا ایک خاکہ مرتب کرلیا گیا ہے، اس طرح گوناگوں دقتوں کے باوجود علوم جدیدہ کے سلسلے میں بھی بحمد اللہ ایک حدتک کامیابی حاصل ہوگئی ہے۔

یہاں تعلیمی زندگی ایک منظّم اور باقاعدہ منصوبے کے تحت گزاری جاتی ہے۔ ہر ماہ کے آغاز میں طلبہ اجتماعی طور پر اپنے گزشتہ مطالعہ کا جائزہ لیتے ہیں اور آئندہ ماہ کے مطالعہ کا منصوبہ تیار کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے جہاں آپس کے تنقید ومشورہ سے پچھلی خامیوں اور کوتاہیوں کی اصلاح ہوتی ہے وہاں یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ مطالعہ میں انتشار ذہنی نہیں ہو پاتا۔

اپنے مطالعہ میں طلبہ پورے طور پر مستعد رہتے ہیں۔ انھیں جو کچھ بھی دینی اور اسلامی بصیرت فی الوقت حاصل ہے اسی کی بنیاد پر غور وفکر کرتے ہیں اور اس غور وفکر کے نتیجے میں جو باتیں سامنے آتی ہیں انھیں اپنی مختلف (علمی تیاری کی) مجلسوں میں، تقریروں اور مقالوں کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور اس طرح انھیں مرکز کے اہل علم حضرات کے خیالات سے استفادہ کا موقع ملتا ہے۔ اس سلسلے میں اگر مناسب سمجھا جاتا ہے تو ان مقالات کو اسلامک ریسرچ سرکل بلیٹن کے ذریعے باہر کے طلبہ اور اساتذہ اور ہل علم حضرات کے سامنے لایا جاتا ہے۔ اسلامک ریسرچ سرکل بلیٹن کی اشاعت اور ترتیب کے سلسلے میں ثانوی تعلیم کے طلبہ ہی پیش پیش ہیں، جدید علوم سے اپنے وسائل کے مطابق استفادہ کے لیے اچھے طلبہ اور اساتذہ کی تقریروں اور

لکچروں کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔صحت کی بقاو ترقی کے لیے مختلف قسم کے کھیلوں اور تفریحات کے پروگرام پر بھی عمل ہوتا ہے۔

عام زندگی

عام زندگی بہتر بنانے اور اسلامی معیار سے قریب تر کرنے کے لیے ثانوی تعلیم کے ان طلبہ کا ایک اپنا نظم ہے جو مختلف پہلوؤں پر توجہ رکھتا ہے، اجتماعی اخلاق کو بہتر بنانے کے لیے اور باہمی تعاون، استفادہ اور افادہ کے لیے بہتر ماحول پیدا کرتا رہتا ہے۔ پھر ایک جگہ رہ کر ایک مقصد کے تحت مختلف افراد کس طرح اپنے ماحول سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ان سب کی طرف طلبہ خصوصی توجہ دیتے ہیں۔

مشکلات

اس مختصر روداد سے آپ کو یہ اندازہ ہوگیا ہوگا کہ جو بھی وسائل وذرائع حاصل ہیں ان سے بیش از بیش فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کچھ ایسی مشکلات بھی ہیں، جن پر قابو پانے میں ابھی ہمیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ ایک تو کتابوں کا معاملہ ہے۔ طلبہ کو مختلف موضوعات پر حوالہ کی کتابوں (Reference Books) کی ضرورت ہوتی ہے۔مثلاً انسائیکلو پیڈیا اور دوسری بہترین لغات وغیرہ۔انھیں اپنے مضامین اور جنرل اسٹڈی، عربی ادب اور عربی علوم کے سلسلہ میں کافی کتابیں درکار ہیں۔اس میں شک نہیں کہ بعض حضرات نے کتابوں کے سلسلے میں ہمارا کچھ ہاتھ بٹایا ہے اور ہم ان کا شکریہ تہِ دل سے ادا کرتے ہیں لیکن ابھی بڑی حد تک ضرورت باقی ہے۔ہمیں امید ہے کہ اس کی بھی کوئی نہ کوئی صورت اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا۔اکثر طلبہ کو اپنی ضروریات زندگی خود ہی پوری کرنی ہوتی ہیں، اس کے لیے ان کے عزیز وقت کا ایک حصہ ٹیوشنوں میں نکل جاتا ہے۔ بہرحال ہم اس کا ہزار ہزار شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ایسے حالات میں اتنے بڑے کام کی ہمیں توفیق عطا فرمائی۔

تربیت گاہ

ارکان جماعت کی تربیت جماعت کے پروگراموں میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ اس

غرض کے لیے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ذی قعدہ ۱۹۶۹ء سے مرکز جماعت میں تربیت کا باقاعدہ پروگرام شروع ہوا تھا۔ یہ پروگرام ایک ماہ کی مدت پر مشتمل ہوتا تھا اور اس میں ہر ماہ ہندوستان کے اطراف و اکناف سے وہ رفقا شریک ہوتے تھے جو فرصت نکال سکتے اور مصارف کا بار برداشت کر سکتے تھے۔ گزشتہ سالانہ اجتماع منعقدہ رام پور کے بعد یہ پروگرام دو ماہ تک مزید جاری رہا۔ ان دو ماہ میں چالیس اصحاب نے اس میں شرکت کی، لیکن بعد ازاں تربیت کا یہ سلسلہ عملاً مسدود ہو گیا، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ عام رفقائے جماعت اس ضمن کے مصارف برداشت نہ کر سکتے تھے اور اس لیے مرکزی تربیت گاہ میں آنے سے مجبور تھے۔

بالآخر مجلس شوریٰ نے اپنے اجتماع منعقدہ یکم تا ۶ رمئی ۱۹۵۲ء میں طے کیا کہ تربیت کے لیے مرکزی تربیت گاہ کے علاوہ ذیلی مراکز قائم کیے جائیں اور اس سلسلے میں اُن مقامات کا تعین بھی کر دیا گیا جہاں یہ ذیلی مراکز قائم ہونے چاہئیں۔ نیز یہ بھی طے ہوا کہ ان مراکز میں تربیت کی ذمہ داریوں کا بار اٹھانے والے معاونین تربیت کی تربیت کا پہلے انتظام کیا جائے اور یہ خصوصی پروگرام مرکز میں رمضان المبارک کے بعد ہو۔

تربیت کا یہ خصوصی پروگرام ۲۴ رذی قعدہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۶ راگست ۱۹۵۲ء سے شروع ہوسکا اور ۲۵ روز تک جاری رہا۔ لیکن اس پروگرام میں شرکت کے لیے صرف شمالی ہند کے معاونین تربیت کو مدعو کیا گیا۔ جنوبی ہند کے رفقا کو اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا کیوں کہ ان کے لیے سہولت اسی میں تھی کہ اس اجتماع کل ہند کے فوراً بعد جنوبی ہند ہی میں ان کی تربیت کا انتظام ہو۔

مرکز کے اس تربیتی پروگرام میں بہار، یوپی اور کشمیر کے گیارہ اصحاب شرکت کر سکے۔ پروگرام کے اہم اجزا یہ تھے: مطالعۂ قرآن و حدیث، مطالعۂ لٹریچر، دعوتِ اسلامی، لائحہ عمل، نظم، مسائل حاضرہ اور تربیت سے متعلق مذاکرات۔

ان شاء اللہ اس اجتماع کے بعد جنوبی ہند کے معاونین تربیت کی، تربیت کا پروگرام ۲ ردسمبر ۱۹۵۲ء سے حیدر آباد میں شروع ہوسکے گا اور ایک ماہ جاری رہے گا۔ اس پروگرام میں وسط ہند، بمبئی، حیدر آباد، میسور، مالا بار اور جنوبی ہند کے دوسرے علاقے کے رفقا کی شرکت متوقع ہے۔

اشاعتِ کتب

پچھلے کل ہند اجتماع رام پور کے بعد سے ہم نے کل اکسٹھ کتابوں کے ایک لاکھ اناسی ہزار نسخے شائع کیے ہیں، جن میں تحریک کے لٹریچر کی ۳۸ کتابوں کے ۶۲۰۰۰ نسخے اور بچوں کی درسی کتابوں کے ۱۱۷۰۰۰ نسخے شامل ہیں۔ لٹریچر کی ۳۸ شائع شدہ کتابوں میں سے ۲۴ ایسی ہیں جو تقسیم ہند کے بعد ہمارے مکتبہ سے پہلی بار شائع ہوئیں۔ ان میں دو انگریزی (آفٹر سیکولرزم وہاٹ وکانوکیشن اڈریس) اور دو ہندی اسلام پر بھودنی و اسلام اور اگیان شامل ہیں۔ باقی ۱۴ کتب ایسی ہیں جن کا دوسرا یا تیسرا ایڈیشن شائع کیا گیا ہے۔

ماہ نامہ زندگی

یہ ماہ نامہ ہندوستان میں تحریک اسلامی کا علمی ترجمان اور تحریک سے متعلق افراد کی ذمہ دارانہ راہ نمائی کرنے والا جریدہ ہے، جو مرکز کی زیرِ نگرانی ہر ماہ رام پور سے شائع ہوتا ہے۔ گزشتہ کل ہند اجتماع کے وقت اس کی اشاعت تقریباً بارہ سوتھی اور اب تقریباً ۱۵ سو کی تعداد میں طبع ہوتا ہے۔

حضرات! یہ تھی جماعت کی کارگزاریوں کی روداد جو پیش کی گئی، اب میں آپ کو مختصراً یہ بتاؤں گا کہ ان کارگزاریوں کے نتیجہ میں جماعت کی قوت (Strength) اور اس کے دائرۂ اثر میں کس قدر اضافہ ہوا ہے، متوسلین جماعت اور مقامی جماعتوں کی پہلے کیا تعداد تھی اور اب کیا ہے؟

جماعت کی قوت اور اس کا دائرۂ اثر

خدا کے فضل وکرم سے اب ملک کا کوئی صوبہ ایسا نہیں ہے جہاں ہماری آواز نہ پہنچ چکی ہو بلکہ آسام اور اڑیسہ کے علاوہ باقی تمام صوبوں میں تو مقامی جماعتیں اور حلقہ ہائے ہمدردان قائم ہیں، اس لیے دعوت کی توسیع، فروغ اور تنظیمی سہولتوں کے پیش نظر ملک کو اٹھارہ حلقہ جات میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہر حلقہ ایک قیم کی زیرنگرانی ہے اور حسب ضرورت حلقوں کی ذیلی اور ضلعی تقسیم بھی کر دی گئی ہے۔ چناں چہ پورے ملک میں ۵۷ مقامی جماعتیں اور ۱۰۷ حلقہ ہائے

ہمدردان قائم ہیں جب کہ گزشتہ اجتماع کے وقت مقامی جماعتوں کی تعداد ٦٦ اور حلقہ ہائے ہمدردان کی تعداد تقریباً ٧٠ تھی۔ اس وقت ارکان ۴٠١، اور امیدوار رکنیت ٢٠١ ہیں، ہمدردان جماعت کی تعداد ١٢۴۵ ہے اور متاثرین کی تعداد ۳٨٢، ١۳۔ متاثرین میں ٧۴٠، ٢ کا تاثر گہرا ہے اور ۳۳۵، ١١ کا معمولی۔ اس طرح پورے ملک میں متوسلین جماعت کی تعداد ٢٢٩، ١۵ ہے۔ رہے متعارفین اور ایسے لوگ جو جماعت اسلامی سے حسن ظن رکھتے ہیں تو ان کا صحیح شمار دشوار ہے۔ گزشتہ اجتماع کے موقع پر ارکان کی تعداد ۳٨٩ تھی۔ اس دوران میں اضافہ تو خاصہ ہوا ہے لیکن چوں کہ کچھ ارکان مختلف مجبوریوں کی وجہ سے انتقالِ مکانی کر گئے اور کچھ جماعت کے مطلوبہ معیار پر برقرار نہ رہنے کی وجہ سے خارج کر دیے گئے اور کچھ وفات پا گئے (اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں ان کو جگہ دے) اس لیے اب ارکان کی مجموعی تعداد صرف ۴٠١ ہے۔

مولانا جلیل احسن ندوی

داعیانِ حق کے اوصاف

[یہ وہ مقالہ ہے جو جماعت اسلامی کے سالانہ اجتماعِ حیدر آباد کے موقعے پر مولانا سید حامد علی نے پڑھ کرسنایا۔]

راہِ حق کے ساتھیو! اشباح وقوالب اور خارجی اشکال ومظاہر کے اعتبار سے اگرچہ بہت سے دین اور نظام ہائے حیات زمین پر قائم ہوتے رہے ہیں اور آج بھی وہ بہت سی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ لیکن روح اور نتائج کے اعتبار سے حقیقتاً صرف دو ہی قسم کے نظام قائم ہوئے ہیں اور آج بھی وہی دونوں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک نظام زندگی تو وہ ہے، جو کائنات کے خالق کو انسان کی اجتماعی زندگی کا رب نہیں مانتا۔ وہ چاہے زبان سے کچھ بھی کہتا ہو لیکن اس کے عمل کا فتویٰ یہی ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے ہدایت نامہ پر اپنی تعمیر نہیں کرتا بلکہ وہ انسانوں کو اس بات کا حق دیتا ہے کہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق اپنے علم وتجربے کی روشنی میں اپنے لیے جیسا چاہیں دستور وقانون بنائیں۔ یہ اس نظام کی اولین اساس ہے، جس پر یہ قائم ہوتا ہے۔ اور اس کی دوسری اساس جو دراصل پہلی اساس کا منطقی نتیجہ ہے۔ یہ ہے کہ جو کچھ سوچا جائے اور جو کچھ کیا جائے، اسی دنیا کو اور اس کے مادّی مفادات کو سامنے رکھ کر سوچا جائے اور کیا جائے۔ اور کسی بھی مرحلے پر موت کے بعد کی زندگی اور اس کے محاسبے کا اور وہاں کی ابدی کام یابی اور دائمی ناکامی کا سوال قطعاً زیر بحث نہ آئے۔ یہ دو بنیادیں ہیں جن پر یہ نظام قائم ہوتا ہے۔ ہمیشہ سے اس کی یہی بنیادیں رہی ہیں اور ہمارے زمانے کا مقبول عام نظام جسے سیکولرزم کہتے ہیں، یہ بھی انھیں دو بنیادوں پر قائم ہوا ہے، جس کی تشریح اور تعبیر اس طرح کی گئی ہے:

''دنیوی زندگی کے تعلقات و معاملات کو پیش نظر رکھنا اور آنے والی زندگی کو نظر انداز کر دینا۔''

یعنی سیکولرزم کے بنیادی عناصر دو ہیں: پہلا یہ کہ آخرت کو قطعاً نظر انداز کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ صرف دنیوی زندگی کے تعلقات و معاملات پیش نظر رکھے جائیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کی تعبیر یوں ہوسکتی ہے کہ یہ عقیدۂ الوہیت اور عقیدۂ آخرت کے انکار پر قائم ہوتا ہے۔ پھر جو لوگ اس نظام کو مانتے ہیں ان کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: ''جو مذہبی اعتقادات و عبادات کو مسترد کرتے ہوئے اپنے کو بالکلیہ اس دنیا کے مسائل میں لگا دے۔'' اور بعض دوسرے شارحین نے اس نظام کے مومنین کی تعریف اس طرح کی ہے: ''جو تمام مذہبی نظام اور طریقۂ عبادت کو رد کر کے موجودہ زندگی کے مسائل اور تقاضوں کا ہو رہتا ہے۔'' اور تیسری تعریف ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے: ''جو انسان کے روحانی تقاضوں سے صرفِ نظر کر کے اپنی اور اوروں کی مادّی خوش حالی میں اعتقاد رکھتا ہے۔'' اور اس نظام کے ماننے والوں کی یہ علامت بھی بتائی گئی ہے:

''جو یقین رکھتا ہو اس بات میں کہ مذہب کو پبلک تعلیم اور امور عامہ کے انصرام اور انتظام میں قطعاً دخل نہ دینا چاہیے۔''

یہ ہے وہ پہلا نظام جو مذکورہ بالا دونوں بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے یہ اپنی روح اور نتائج کے اعتبار سے بہت قدیم نظام ہے اگرچہ مختلف اَدوار میں مختلف قالبوں اور نئے نئے ناموں کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا رہا ہے۔

اس کے بالمقابل دوسرا نظام وہ ہے، جو خالق کائنات کی ربوبیت اور عقیدۂ آخرت کی اساس پر قائم ہوتا ہے۔ یہ نظام زندگی قطعی طور پر اس بات پر اعتقاد رکھتا ہے کہ کائنات کے خالق ہی کا یہ حق ہے کہ وہ انسانی زندگی کے لیے دستور بنائے اور انسانی زندگی کی سب سے بڑی غلطی اور نادانی یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق جیسا چاہے اپنے لیے ہدایت نامہ وضع کرے۔ یہ نادانی ہے اور اس کا انجام مکمل تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر یہ نظام مادی زندگی اور اس کے مسائل کو مقصود نہیں بناتا بلکہ آخرت کو مقصود بنا کر اس کی روشنی میں مادی مسائل کو حل کرتا ہے۔

یہ ہے دونوں قسم کے نظام ہائے زندگی کا نہایت مختصر تعارف۔ اور افسوس ہے ان پر جو الحادی نظام پر اعتقاد رکھتے اور عملاً اسے اختیار کرتے ہیں اور مبارک ہیں وہ لوگ جو آسمانی

بادشاہت میں داخل ہوئے۔

میرے ساتھیو! خدا کی حمد بیان کرو کہ مادی الحاد کی اس عالم گیر اندھیاری میں اس نے تمھارے ہاتھ میں یہ چراغ دیا۔

ہم میں کا ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی نظام ہو، اپنا ایک مخصوص مزاج رکھتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو ایک خاص طرز کی تربیت دیتا اور ایک مخصوص قالب میں ڈھالتا ہے۔ ہم آپ جس دین اور نظام پر ایمان لائے ہیں اور جسے لے کر اٹھنے کی توفیق پائی ہے، اس کا بھی اپنا ایک مخصوص مزاج ہے، وہ اپنے ماننے والوں کو ایک مخصوص قالب میں ڈھالنا چاہتا ہے اور ان سے ایک مخصوص طرز کی سیرت کا مطالبہ کرتا ہے۔ پس جب کہ اللہ نے ہم کو دعوت الی الحق اور قیام بالدین کی نعمت سے نوازا ہے تو ہمارا اولین فرض ہے کہ ہمارے دل اس کی حمد وشکر سے سرشار ہوں تا کہ کرمِ مزید کے مستحق قرار پائیں۔ خدا کی سنت جاریہ یہ ہے کہ جب کوئی ایک نعمت پا کر اس کی حمد کرتا ہے تو اسے دوسری بڑی نعمت کی طرف بڑھنے اور اس پر شکر کرنے کی استعداد عنایت کرتا ہے۔ پس اس پہلی نعمت پر ہم کو اس کے سامنے جھک جانا چاہیے اور آگے کی مزید نعمتوں کے ملنے کا استحقاق پیدا کرنے میں لگ جانا چاہیے اور معلوم کرنا چاہیے کہ اللہ رب العالمین کن لوگوں کے ہاتھوں اپنی اطاعت کا نظام قائم کراتا ہے اور وہ کیسے اور کن صفات کے لوگ ہوتے ہیں اور کب وہ موقع آتا ہے جب وہ اپنی امانت کبریٰ ان کے ہاتھ میں دیتا ہے تا کہ نا مطلوب صفات وملکات کو دبانے کی راہ سہل ہو اور مطلوب صفات جلد سے جلد راسخ اور نمو پذیر ہوں۔ اگر ہم اس موقف میں، موقف کے مناسب تطہیر وتزکیہ میں سرگرم نہ ہوں گے تو بہ ہر حال خدا سے ہمارا کوئی مخصوص رشتہ نہیں ہے۔ اس کا جو قانون ہمیشہ سے بندوں پر نافذ ہوتا رہا ہے، ہمارے اوپر بھی نافذ ہوگا۔ اور وہ نہایت خوف ناک قانون ہے، جو قرآن مجید میں صاف صاف مختلف طریقوں سے بیان ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی نعمت پا کر اس پر حمد وشکر ادا کرنے میں لگ جاتا ہے تو خدا اس کے قلب پر اپنی رحمت کی بارش کرتا ہے، جس کی وجہ سے قلب کی زمین مزید نرم ہو جاتی ہے اور شکر کی راہ پر پہلے سے زیادہ تیزی سے دوڑنے لگتا ہے یہاں تک کہ یہ شخص پہلی نعمت سے بڑی نعمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ایک پیسہ کی امانت مالک کی طرف سے اسی کے سپرد کی جاتی ہے جو ایک کوڑی

میں اپنا امین ہونا ثابت کر دے۔

قانون کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو شخص نعمت پا کر اس پر حمد و شکر نہیں کرتا تو خدا اس کے قلب کی زمین پر رحمت کی بارش نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ آگے کی بڑی نعمت کی طرف بڑھنے کی استعداد و صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ پہلی نعمت کا جو مقام اسے حاصل تھا اس سے بھی گرا دیا جاتا ہے اور وہ نعمت اس سے چھن جاتی ہے جو ایک پیسہ کی امانت میں کھرا ثابت نہ ہو، تو مالک اس کی امانت میں اپنی کوڑی بھی نہیں رہنے دیتا۔ قرآنی تاریخ میں اس قانونی فیصلے کے بہت سے نظائر ہیں۔ اور کیا ابھی ماضی قریب میں اپنے ملک میں آپ نے نہیں دیکھا کہ کچھ لوگوں کو اللہ نے محض اپنے فضل سے داعی کے موقف پر کھڑا کیا اور ان کو دعوت الی اللہ کی نعمت سے نوازا لیکن شاید انھوں نے دماغ و قلب پر قناعت کی اور قلب کی زمین کی آب یاری نہ کی تو کس طرح خدا کا قانون عدل و حکمت نافذ ہوا۔ آج وہ کہاں ہیں؟ انھیں اپنے موقف پر آج آپ پاتے ہیں؟

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ (آلِ عمران: ۱۳)

''بے شک اس میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔''

تعلق باللہ

یقین کیجیے کہ ہمارا یہ چراغ دنیا کو راستہ نہیں دکھا سکتا جب تک اس کا روغن شامی زیتون کے مانند صاف نہ ہو اور ہمارا یہ درخت کبھی وہ شجرۂ طیبہ نہیں بن سکتا، جس کے سایے میں آفتاب کے جھلسے اور تھکے ماندے قافلے آرام لیتے ہیں جب تک کہ ہم آپ مل کر اپنی روح کو دعوت کا آشیانہ نہیں بناتے اور جب تک ہمارے قلوب پر یادِ آخرت کی پیہم بارش نہیں ہوتی۔ اور جب تک وہ غمِ عشق نہیں ابھرتا جو غم روزگار کو بالکل ہی بھلا دیتا ہے اور یہ غم کس طرح ابھرتا ہے؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ ہے تعلق باللہ۔

ہم کو ہمیشہ اسی بات کی ہدایت کی جاتی رہی ہے کہ یہ کام جس کے لیے ہم اٹھے ہیں سراسر تعلق باللہ ہی کے بل پر چل سکتا ہے۔ یہ اتنا ہی مضبوط ہوگا جتنا اللہ کے ساتھ ہمارا تعلق مضبوط ہوگا اور یہ اتنا ہی کم زور ہوگا جتنا خدانخواستہ اللہ سے ہمارا تعلق کم زور ہوگا۔ جب ہماری زندگی کا

نصب العین اس کو راضی کرنا قرار پایا تو کھلی ہوئی بات ہے کہ جب اللہ ہی سے ہمارا تعلق گہرا اور مضبوط نہ ہو تو ہمارا یہ کام کس طرح چل سکتا ہے؟ اور اس میں سرگرمی کس طرح پیدا ہو سکتی ہے؟

رفیقانِ راہ! میں پہلے کہہ چکا ہوں اور یہاں پھر یاد دلانے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اس عالم گیر اور ہمہ گیر تاریکی کے زمانے میں اللہ ربّ العٰلمین نے ہم پر رحم فرمایا اور ایک بڑی نعمت بخشی اور وہ دعوت الی اللہ اور اقامت دین کی توفیق ہے۔ یہ حقیقتاً ایک بڑی نعمت اور نہایت باکرامت موقف ہے۔ اس کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ سے اپنا تعلق بڑھائیں۔ اس کے بڑھنے کے دو ہی طریقے ہیں: ایک فکری طریقہ اور دوسرا عملی طریقہ۔ فکری طریقہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے ذریعے ان نسبتوں کو تفصیل کے ساتھ جانیں، جو ہمارے اور خدا کے درمیان فطرتاً ہیں اور بالفعل ہونی چاہئیں۔ پھر ان نسبتوں کا استحضار ہو اور برابر جائزہ لیتے رہیں کہ ان نسبتوں کے لحاظ سے ہم کس مقام پر ہیں۔ اور استحضار و محاسبے کو نشو ونما دینے کی صحیح تدبیر یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کو اور پھر حدیث کو سمجھ کر بار بار پڑھتے رہیں۔ لیکن مجرد یہ نظری طریقہ ہم کو کہیں نہیں پہنچا سکتا اور نہ یہ دیرپا ثابت ہوتا ہے جب تک عملی طریقہ نہ برتا جائے۔ اور عملی طریقہ کا مطلب یہ ہے کہ علم صحیح کے مطابق احکامِ الٰہی کی مخلصانہ بجا آوری میں لگ جائیں۔ اور یہ جیسا کہ سب کو معلوم ہے، ایک نہایت دشوار گزار گھاٹی ہے، جس پر چڑھنے کے لیے بڑی طاقت درکار ہے اور قرآن کریم ہم کو بتاتا ہے کہ اس طاقت کا منبع نماز ہے۔ نماز کا دین میں کیا مقام ہے اور داعیانِ حق کے لیے وہ کیا کچھ ہے؟ اس کو جاننے کے لیے مولانا امین احسن اصلاحی کا رسالہ 'حقیقت نماز' اور مولانا حمید الدین فراہیؒ کی تفسیر سورۂ کوثر کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ میں یہاں صرف اتنی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ داعی گروہ کی نماز کیسی ہوتی ہے؟ اور اقامت دین کا کام کرنے والے گزشتہ ادوار تاریخ میں اس کا کس درجہ اہتمام کرتے رہے ہیں؟ اس لحاظ سے جب ہم اپنے آپ کو دیکھتے ہیں تو سخت بے چینی محسوس کرتے ہیں۔ کیا ہم نے اجتماعی طور پر دعوت کے اس پہلے مرحلے میں اپنی نمازوں کو ٹھیک کر لیا ہے۔ یہ بات تو قابلِ اطمینان ہے کہ دعوت سے وابستگی رکھنے والوں میں بحمد اللہ کوئی تارکِ صلوٰۃ نہیں ہے۔ لیکن یہ بات تشویش ناک ہے کہ ہم میں اب بھی کچھ ایسے لوگ ہیں جو نماز باجماعت کے ٹھیک ٹھیک پابند نہیں ہیں حالاں کہ نماز بلا جماعت داعیانِ حق

کی نماز نہیں ہے۔ پھر ہم اجتماعی طور پر نماز کا ٹھیک ٹھیک داعیانہ اہتمام بھی نہیں کر سکے ہیں، جس کے نتیجے میں ٹھیک وقت پر نہیں پہنچتے اور آج بھی ہمارے بہت سے سجدے نقرُ الدِّیک (جیسے مرغ چونچ مارتا ہے) کی مثال پیش کرتے ہیں اور ہمارے بہت سے تاجروں، صنّاعوں اور کسانوں کو جو نہایت مشغولیت کا کام کرتے ہیں نماز باجماعت اور اس کے اندر پوری طرح مشغول نہیں کر سکی ہے۔ اسی طرح ہمارے بعض معلّمین، متعلّمین اور مطالعہ کرنے والے اذان سنتے ہی اپنا کام چھوڑ کر دوڑ نہیں پڑتے۔ پھر ہمارے یہ سجدے، رکوع اور قیام وقعود کی حالتیں دل کی پگھلاہٹ (خشوع) کا پتہ کم دیتی ہیں۔

ہم کو یہ بات گرہ کر لینی چاہیے اور کسی وقت فراموش نہ کرنا چاہیے کہ ہم داعی گروہ کے موقف میں ہیں، جس کے لیے نماز کے سوا اور کوئی غذا نہیں۔ اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اقامت دین ممکن نہیں ہے جب تک کہ ہم نماز نہ قائم کر لیں۔ یہ زمین ہمارے ہاتھوں نہیں سنواری جاسکتی جب تک کہ ہم اپنی نمازوں کو نہ سنوار لیں۔

قرآن کریم کی دوسری سورہ، سورۂ بقرہ میں یہ اسلوب کہ ابتدا میں اقامت صلوٰۃ کا ذکر اور آخر میں محافظت صلوٰۃ کی تاکید اور بیچ میں احکام وشرائع کی بنیاد کا بیان، یہ اسلوب صاف صاف بتاتا ہے کہ نماز تمام شرائع واحکام کی بنیاد اور نماز کے قیام پر ان کا قیام و بقا منحصر ہے۔ نیز یہ اسلوب اس بات کی طرف صاف اشارہ کرتا ہے کہ ہمارے ہاتھوں کچھ نہیں ہوسکتا اگر ہم نماز میں کچھ نہ ہوئے اور ہمارے کم زور ہاتھوں سے سنوار کا بہت کچھ کام ہوگا اگر ہماری نمازیں مطلوب حد تک سنور جائیں۔ یہی بات ہے جسے حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے ایک بلیغ اسلوب میں اس طرح فرمایا ہے:

انّ اهم امورکم عندی الصلوٰة من حفظها و حافظ علیها حفظ دینه و من ضیّعها فهو لما سواها اضیع۔ (مؤطا امام مالک، باب الوقوت)

''تمھارے معاملات میں میرے نزدیک اہم و اقدم نماز ہے۔ جو اس کی حفاظت ونگہ داشت کرے گا وہ اپنے پورے دین کی نگہ داشت کرے گا اور جو اس کو ضائع کر دے گا وہ بقیہ امور کو بہ درجہ اولیٰ ضائع کرے گا۔''

اس ارشاد سے جو واضح ہدایت ہم کو ملتی ہے وہ یہ ہے کہ جس نسبت سے ہماری نمازیں ڈھیلی اور کمزور رہیں گی، اسی نسبت سے ہمارے پورے جماعتی نظام میں اور تمام امور میں ڈھیلا پن محسوس ہوگا۔

پس اولیں ممتاز صفت جو کسی داعیِ حق گروہ کی ہوتی ہے اور ہمیشہ سے رہی ہے اور آج بھی ہونی چاہیے وہ یہی اقامت صلوٰۃ کی صفت ہے اور اس میں وہ آخری نقطہ اور غایت جہاں ہمیں پہنچنا ہے اس کی نشان دہی نبی اکرم ﷺ نے فرمادی ہے۔ جب نماز کا وقت آتا تو آپ حضرت بلالؓ سے یوں فرماتے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ یا بلال اَرِحْنَابِها

"اے بلال نماز قائم کرنے کا بندوبست کروتا کہ ہم راحت وسرور کے منبع ومصدر یعنی نماز میں داخل ہوں۔"

اسی طرح آپؐ نے ارشاد فرمایا:

جُعِلَتْ قرۃُ عینی فی الصلٰوۃ۔ (نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء)

"نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھ دی گئی ہے۔"

ان دونوں ارشادات سے معلوم ہوا کہ ہمیں جہاں بہ ہر حال پہنچنا ہے وہ یہ ہے کہ نماز ہماری بھوک پیاس بن جائے، نماز ہماری غذا بن جائے، نماز ہمارے لیے راحت وسکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے۔

یہ ہے وہ پہلی صفت، بلکہ تمام اوصاف وحسنات کا سرچشمہ۔ اگر یہ صفت نہ ہو تو پھر کوئی داعیانہ صفت کسی دوسرے طریقے سے نہ کبھی پیدا ہوئی ہے اور نہ آئندہ کبھی پیدا ہونے کا امکان ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ

نماز کے بعد دوسری ممتاز صفت جو کسی داعی گروہ میں ہونی چاہیے، وہ 'انفاق فی سبیل اللہ' کی صفت ہے۔ یہ ایک نہایت جامع لفظ ہے، جو انفاقِ مفروض یعنی زکوٰۃ، عام صدقات اور ہر طرح کے ایثار پر مشتمل ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ انفاق تزکیۂ نفس کے ان اہم ترین ذرائع میں سے ہے جو خدا اور رسول نے بتائے ہیں۔ دوسری بات یہ اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اصل چیز مال کی وہ مقدار نہیں ہے جو آدمی خدا کی راہ میں دیتا ہے بلکہ وہ قربانی ہے جو اللہ کی خاطر

آدمی کرتا ہے۔ جس طرح وہ دو روزہ دار اجر میں برابر نہیں ہو سکتے جن میں سے ایک ٹھنڈے کمرے میں بیٹھ کر آرام سے دن گزارتا ہے اور دوسرا جھلس دینے والی لو میں سارے دن اپنے کھیت کو پانی دیتا ہے۔ اسی طرح وہ دو خرچ کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے جن میں سے ایک دولت مند ہے، اپنی آسائشوں کا دسواں یا بیسواں حصہ قربان کر کے ایک ہزار روپے دیتا ہے اور دوسرا ایک غریب آدمی ہے جو اپنا پیٹ کاٹ کر خدا کی راہ میں صرف ایک پیسہ دیتا ہے ـــــ یقیناً یہ ایک پیسہ اللہ کے ہاں دولت مند کے ایک ہزار روپے سے زیادہ قیمتی ہے۔ تیسری بات یہ سمجھ لیجیے کہ انفاق کے بعض مواقع بعض سے اہم اور اقدم ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اہم مواقع پر خرچ نہیں کرتا اور ان مواقع پر خرچ کرتا ہے جن کی اس ہنگامی حالت میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تو ایسے انفاق کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بلکہ اسے انفاق کہنا ہی صحیح نہیں ہے۔ اور اس سے آدمی کے اندر وہ بھلائی نہیں پیدا ہوتی جو انفاق سے پیدا ہوا کرتی ہے۔

چوتھی چیز جس سے بالعموم ہم غافل ہیں۔ وہ یہ حقیقت ہے کہ جس طرح پودے کی جڑ کو خشک ہوتے ہوئے دیکھنا اور بڑی بڑی شاخوں اور پتّوں کو پانی دینا، پودے کے لیے کچھ بھی مفید نہیں کیوں کہ پتّوں اور شاخوں کی زندگی تو جڑ اور تنہ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ اگر جڑ خشک ہو گئی تو پتوں اور شاخوں پر پانی کا سیلاب بہا دینے سے بھی انھیں زندگی نہیں مل سکتی اور پتوں کو سیراب کرنا ایسی صورت میں کوئی قابلِ قدر کام نہیں تصور کیا جا سکتا۔ بالکل یہی مقام دعوت کی تاریخ میں مرکزی ادارہ اور جماعت کا ہے۔ اگر کسی موقعے پر صورتِ حال یہ ہو جائے کہ دعوت کے اہم ترین شعبے مرجھا رہے ہوں اور ہم جزئی شعبوں میں انفاق کو ترجیح دے رہے ہوں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور یہ یقین قرآن و حدیث کے تھوڑے سے مطالعے سے پیدا ہوا ہے کہ یہ ایک خطرناک حالت ہے جس میں کوئی داعیِ حق گروہ مبتلا ہو سکتا ہے۔ چاہے یہ جماعت اس عہد کی جماعت ہو، چاہے ہم آپ ہوں، چاہے وہ لوگ ہوں جو ہمارے بعد آئیں گے اور کسی بھی ملک میں جماعت بن کر کام کریں گے۔ یہ صورتِ حال ہمیشہ سے خطرناک رہی ہے، اس لیے اس معاملے میں بہت زیادہ ہوشیار رہنا چاہیے کہ ہم کن مواقع پر خرچ کر رہے ہیں اور ان میں سے اہمیت کسے حاصل ہے؟ جس طرح اور معاملات میں اصل کو فروع بنا دینا یا فروع کو اصل کی اہمیت

دینا ناجائز ہے اسی طرح اس معاملے میں بھی افراط وتفریط غیر دینی ہے۔

پس نماز کے بعد دوسری چیز جس کی فکر ہونی چاہیے، وہ یہی انفاق ہے اور ان لوگوں کو زیادہ فکر ہونی چاہیے جو کچھ زیادہ خوش حال نہیں ہیں اور ہم میں کم ہی خوش حال ہیں۔ کیوں کہ جس اجرِ عظیم کی بشارت تنگی کی حالت میں انفاق پر دی گئی ہے وہ ہمارے اس حقیر مال سے کہیں زیادہ ہے جو ہم خدا کے کام پر خرچ کریں گے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضَاعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗۤ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ۝ یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ بِاَیْمَانِھِمْ بُشْرٰکُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا (الحدید:۱۱، ۱۲)

''ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اس کو اضعاف ومضاعف کردے اور اس کے لیے باعزت اجر ہے۔ اس دن جب تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے چلتا ہے۔ بشارت ہے تمھارے لیے آج۔ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جو سدا بہار ہیں۔''

اور اس باب میں جس غایت تک پہنچنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے اولوالامر ہمیں اس بات کی تلقین کرنے لگیں، جس کی تلقین ان آیات میں کی گئی ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَ کَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ۝ (الفرقان:۶۷)

''وہ لوگ جو جب انفاق کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان کا رویہ اعتدال کا ہوتا ہے۔''

اور

وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْھَا کُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۲۹)

''اپنے ہاتھ کو نہ تو (بخل سے) گلے کا طوق بنالو اور نہ اسے بالکل کھول دو کہ نتیجتاً تم بخل کی وجہ سے لوگوں کی ملامت کے مستحق ہو جاؤ، یا انتہائی فیاضی کی وجہ سے عاجز و درماندہ۔''

اس راہ میں صحابہ کرام اتنی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو انھیں اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت دینی پڑی۔ اس کی تفصیل طولانی ہے اور آپ کے لیے اشارہ کافی ہے۔

یہ صفت جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے ہمارے اندر اسی نسبت سے ابھرے گی، جس نسبت سے ہمارے اندر صحیح اقامت صلوٰۃ کی صفت ابھرے گی۔ آدمی کا ہاتھ اس کی اپنی جیب میں کبھی نہیں جا سکتا جب تک کہ حرص و بخل اور مادیت نہیں دبتی اور جب تک فقر و فاقہ کا اندیشہ باقی رہتا ہے اور مادیت کو دبانے اور اندیشۂ فقر کی جڑ اکھاڑنے کا صرف ایک ہی طریقہ اللہ نے بتایا اور وہ نماز ہے۔ یہ صرف نماز ہی کی خاصیت ہے، جو آدمی کے دل کو شکر کے جذبے سے معمور کرتی اور حرص و بخل کی جڑ اکھاڑتی ہے۔

صبر

تیسری صفت جو داعیان حق میں پائی جانی چاہیے وہ صبر کی صفت ہے۔ جس کے لغوی معنی استقلال اور جماؤ کے ہیں اور اس کے بے شمار پہلو ہیں۔ سب سے اہم اور اقدم پہلو یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس سے لڑائی کر کے اسے طاعت رب پر جمائے، یہ صبر کا پہلا مقام ہے، اور اس کی اہمیت یہ ہے کہ یہ بقیہ تمام مقامات صبر میں جمنے کی استعداد پیدا کرتا ہے۔ اور ایک پہلو یہ ہے کہ دعوت کی راہ میں پہلا قدم رکھتے ہی اندر اور باہر کے لوگ، اپنے اور بیگانے اور اپنے سب سے پہلے پھبتیوں اور فقرے بازیوں سے اس کی ہمت توڑ دینا چاہتے ہیں۔ ایسے موقعے پر ان پھبتیوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر لے جانا یہ صبر کا ایک پہلو ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ دعوت کی راہ پر چلنے کے نتیجے میں جو معاشی صدمے اٹھانے پڑیں، انھیں صحیح جذبے کے ساتھ انگیز کیا جائے۔ اور اس کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ دنیا کے باطل معاشی آسانیوں کے طریقے اس کے سامنے آئیں لیکن ادھر سے آنکھیں پھیر لی جائیں اور کان بہرے کر لیے جائیں۔ اور اس کا سب سے زیادہ جاں کاہ اور جاں گسل پہلو یہ ہے کہ داعی کو دور دور تک کہیں بھی اپنی ظاہری کامیابی کی کوئی روشنی نظر نہ آتی ہو لیکن پھر بھی اطمینان و سکون سے وہ اپنا کام کیے جائے۔ بغیر اس کے کہ اس کے اندر جلد بازی کا کوئی جذبہ پیدا ہو اور بغیر اس کے کہ مایوسی کا کوئی شیطانی حملہ ہو۔

دعوت کی تاریخ میں ایسے بہت سے مراحل آتے ہیں، جو سختی اور شدت کے لحاظ سے ایک

دوسرے سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی لحاظ سے مختلف مراحل میں صبر کے اجر میں بھی تفاوت ہوگا۔ اس کی توضیح کے لیے ایک حدیث کا سننا نافع ہوگا۔ مدنی زندگی کے اواخر میں جب اسلام نے جڑ پکڑ لی اور ایک نظام کی حیثیت سے قائم ہوگیا تو اسی دور میں آپؐ نے ایک دن ارشاد فرمایا: ''میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھوں۔'' صحابہ نے عرض کیا ''کیا ہم آپ کے اخوان نہیں ہیں؟'' آپ نے فرمایا ''نہیں، تم میرے ساتھی اور رفیق ہو، میرے بھائی تو وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے، میری امامت کے تحت اپنی زندگی گزاریں گے، حالاں کہ انھوں نے مجھ کو نہیں دیکھا اور میرا زمانہ نہیں پایا۔ وہ جن سخت حالات سے دوچار ہوں گے ان حالات میں ان میں سے ہر ایک کو پچاس آدمیوں کے برابر اجر ملے گا۔'' صحابہ نے عرض کیا کہ ان میں سے پچاس آدمیوں کے برابر؟ آپ نے فرمایا ''نہیں، تم میں سے پچاس آدمیوں کے برابر اور یہ اس لیے کہ تمھاری راہ سے کانٹے ہٹ گئے ہیں، تمھاری راہ آسان اور فراخ ہوچکی ہے اور اس پر چلنا آسان ہوگیا ہے، پھر تمھارے اعوان و انصار بہت ہیں۔ اور ان کی راہیں رندھی ہوئی ہوں گی اور راہ حق کے ساتھی اور مددگار نہ پا رہے ہوں گے۔''

یہ کتاب الفتن کی ایک حدیث ہے جو بہ اختلاف الفاظ چند طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جتنا نامساعد اور حالات جتنے ہی ناموافق ہوں گے، دین کا کام کرنے پر مالک کی طرف سے اتنی زیادہ مزدوری ملے گی اور جو جتنا کھوئے گا، اس سے زیادہ پائے گا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۖۗ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ (العنکبوت: ۵۸، ۵۹)

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح کیے ان کو ہم جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور بہترین ہے یہ عمل کرنے والوں کا اجر، جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔''

سمع وطاعت

چوتھی صفت جو داعی گروہ میں ہونی چاہیے وہ سمع و طاعت اور نظم جماعت کی پابندی ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے دعوتی سرمایہ میں بہت کچھ اور نہایت عمدہ اسلوب سے بتایا جاچکا ہے لیکن

اس کے باوجود ہم ضرورت محسوس کرتے ہیں اور آپ بھی یقیناً محسوس کرتے ہوں گے کہ اس کی طرف بار بار توجہ دلائی جائے۔اس لیے یہاں پر ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

''اسلامی نقطۂ نظر سے اقامت دین کی سعی کرنے والی ایک جماعت میں جماعت کے اولی الامر کی اطاعت فی المعروف دراصل اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا ایک جز ہے۔جو شخص اللہ کا کام سمجھ کر یہ کام کر رہا ہے اور اللہ ہی کے کام کی خاطر جس نے کسی کو اپنا امیر مانا ہے، وہ اس کے جائز احکام کی اطاعت کر کے دراصل اس کی نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔جس قدر اللہ سے اور اس کے دین سے آدمی کا تعلق زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ سمع وطاعت میں بڑھا ہوا ہوگا اور جتنی اس تعلق میں کمی ہوگی اتنی ہی سمع وطاعت میں بھی کمی ہوگی۔اس سے بڑی قابل قدر قربانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس شخص کا آپ پر کوئی زور نہیں ہے اور جسے محض خدا کے کام کے لیے آپ نے امیر مانا ہے، اس کا حکم آپ ایک وفادار ماتحت کی طرح مانیں۔اور اپنی خواہش اور پسند اور مفاد کے خلاف اس کے ناگوار احکام تک کی بسر وچشم تعمیل کرتے چلے جائیں۔یہ قربانی چوں کہ اللہ کے لیے ہے، اس لیے اس کا اجر بھی اللہ کے ہاں بہت بڑا ہے۔اس کے برعکس جو شخص اس کام میں شریک ہونے کے بعد بھی کسی حال میں چھوٹا بننے پر راضی نہ ہو اور اطاعت کو اپنے مرتبے سے گری ہوئی چیز سمجھے یا حکم کی چوٹ اپنے نفس کی گہرائیوں میں محسوس کرے اور تلخی کے ساتھ اس پر تلملائے یا اپنی خواہش اور مفاد کے خلاف احکام کو ماننے میں ہچکچائے وہ دراصل اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ ابھی اس کے نفس نے اللہ کے آگے پوری طرح سر اطاعت خم نہیں کیا ہے۔اور ابھی اس کی انانیت اپنے دعووں سے دست بردار نہیں ہوئی ہے۔''

(کارکنان تحریک اسلامی کے لیے اہم ہدایتیں، ص:۲۸)

یہ ایک اہم اقتباس ہے جو اوپر نقل ہوا ہے اور آخری جملے اس لائق ہیں کہ ان پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔ کیوں کہ اس سلسلے میں ہم لوگوں سے بالعموم کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں۔ رہی وہ ذمہ داری جو اس سلسلے میں اولی الامر پر عائد ہوتی ہے تو اگرچہ وہ بڑی اہم ہے لیکن اس کے بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔

اصلاح ذات البین

یہ وصف بھی اقامت دین کا کام کرنے والی جماعت کے لیے نہایت ضروری ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جماعت کے افراد کو ایک دوسرے کا مددگار، ہمدرد اور غم خوار ہونا چاہیے۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ دوسرے کو سہارا دے کر خدا کی راہ میں آگے بڑھانے کی کوشش کرے۔ میں گرتا ہوا نظر آؤں تو آپ دوڑ کر مجھے سنبھالیں اور آپ لغزش کھا رہے ہوں تو میں بڑھ کر آپ کا ہاتھ تھام لوں۔ میرے دامن پر کوئی دھبّہ نظر آئے تو آپ اسے صاف کریں اور آپ کا دامن آلودہ ہو رہا ہو تو میں اسے پاک کروں۔ میری بہتری جس چیز میں آپ سمجھتے ہوں اسے آپ مجھ تک پہنچائیں، اور میں جس چیز میں آپ کی بھلائی دیکھوں اسے آپ تک پہنچاؤں۔ اسلام میں اجتماعی تزکیہ کا یہی طریقہ ہے۔ لیکن ہم میں یہ خوبی ہر جگہ پوری طرح نہیں ابھری ہے اور ان مقامات پر بسا اوقات ہمارے ساتھیوں میں اچھی خاصی تلخی پیدا ہو جاتی ہے جہاں فروعی مسائل پر اس طرح جم کر مباحثے ہوتے ہیں جیسے کہ یہ دین کی اساسیات ہیں۔ اس معاملے میں اگر ایسا ہو کہ فقہی مسالک کے ماننے والے اپنی حد تک عمل کرنے میں چاہے جتنی مضبوطی دکھائیں لیکن دوسروں سے مجادلہ و مباحثہ نہ کریں، تو یہ وصف تیزی کے ساتھ ہمارے اندر ابھر سکتا ہے، جس کی موجودہ حالت میں نہایت ضرورت ہے اور آگے کے مراحل میں اس کی ضرورت شدید تر ہو جائے گی۔ اس موقعے پر میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس زمانے کی ایک اہم ہدایت نقل کردوں جب کہ جماعت میں پہلا اور شدید فتنہ رونما ہوا تھا اور جس کے نتیجے میں چند اصحاب جماعت سے علیٰحدہ ہو گئے۔ وہ اقتباس یہ ہے:

> ’’اسی سلسلے کی ایک اور خرابی یہ ہے کہ وہ مختلف عناصر جن سے اس جماعت کی تشکیل ہوئی ہے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لیے بہ مشکل آمادہ

ہوتے ہیں۔ نہ ان میں اتنا صبر ہے کہ ہم دردی کے ساتھ ایک دوسرے کو سمجھیں اور بہ تدریج ایک دوسرے کی اصلاح وتربیت کریں، نہ اتنا انصاف ہے کہ اپنی خوبیوں کے ساتھ اپنی کم زوریوں کا اور دوسروں کی کم زوریوں کے ساتھ ان کی خوبیوں کا بھی احساس واعتراف کریں، نہ اتنی لچک ہے کہ کسر وانکسار سے ایک متحد المزاج معجون بننے کے لیے تیار ہوں، نہ اتنا حسنِ ظن ہے کہ جو لوگ انھیں کی طرح ایک دعوت حق پر لبیک کہتے ہوئے آئے ہیں ان کے عمل میں اگر کچھ کوتاہی پائیں تو اس کو ارادی فجور وعصیان یا قصدی غلط کاری کے سوا کسی اور سبب پر بھی محمول کر سکیں۔ ہر ایک جس طبقہ سے آیا ہے اور جس رنگِ زندگی سے اب تک مانوس رہا ہے اسی میں پوری جماعت کو رنگا ہوا دیکھنا چاہتا ہے اور اس سے مختلف رنگ دیکھ کر دل برداشتہ ہونے لگتا ہے۔ حالاں کہ یہ ذہنیت اس جماعت کے مزاج کے بالکل خلاف ہے اور اس کا نتیجہ پھر یہی ہو سکتا ہے کہ ایک ایک طبقے اور ایک ایک رنگ کے لوگ الگ گروہ بن جائیں اور ہر ایک گروہ اپنی خوبیوں کے ساتھ اپنی ان کم زوریوں اور خامیوں کا بھی حامل رہے جن کی بہ دولت اب تک ہمارا کوئی گروہ اقامتِ دین کے لیے کوئی قابل ذکر سعی نہیں کر سکا ہے۔ ہماری اس جماعت کی خوبی یہ تھی کہ اس نے ایک کلمہ اور ایک نصب العین کی کشش سے تمام مختلف طبقات کے لوگوں کو کھینچ کر یک جا کر لیا ہے۔ ان میں وہ نئے طبقہ کے لوگ بھی ہیں جو جاہلیتِ جدیدہ میں غرق ہو چکے تھے اور اب اللہ نے ان کی آنکھیں کھول کر راہ راست انھیں دکھا دی۔ ان میں وہ متوسط طبقے کے لوگ بھی ہیں جو نئے اور پرانے رنگ کی مخلوط سوسائٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں وہ پرانے رنگ کے لوگ بھی ہیں جن میں کچھ شرعی صورت کی تقالید اور کچھ دور انحطاط کے قدامت پرستانہ تعصّبات ملے جلے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک طبقہ

اپنے اندر کچھ خوبیاں رکھتا ہے جو دوسرے طبقہ میں نہیں ہیں اور کچھ خرابیاں ہیں جن سے دوسرا طبقہ محفوظ ہے۔ ہماری اس جماعت کی کام یابی کا انحصار اس پر ہے کہ یہ سب مل کر باہمی رفاقت، صحبت اور تعاون سے بہ تدریج ایک دوسرے کی خرابیوں کو دور کرنے اور ایک دوسرے کی خوبیاں جذب کرنے کی کوشش کریں۔ اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب کہ ان میں تحمل ہو، صبر ہو، ہمدردی ہو، انصاف ہو، لچک ہو، حسن ظن ہو، لیکن افسوس ہے کہ اب تک یہ اسپرٹ بہت کم پیدا ہوئی ہے۔ خصوصاً پرانے طرز کا طبقہ، اس معاملے میں دوسرے طبقوں کی بہ نسبت زیادہ شدت پسند ثابت ہو رہا ہے۔ یہ لوگ اپنی خوبیوں کا مبالغہ آمیز تصور رکھتے ہیں اور اپنی کم زوریوں کو سمجھنے سے گریز کرتے ہیں، دوسروں کی خوبیوں کا اندازہ ہمیشہ کم لگاتے ہیں اور انھیں جذب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔"

یہ ایک نہایت اہم ہدایت ہے، جس کی روشنی میں ہم تمام دل پھاڑنے والے طرزِ عمل سے اجتناب کر سکتے ہیں۔ اگر ہمیں واقعتاً اقامتِ دین کا یہ کام عزیز ہے۔

صاحبو! یہ ہیں وہ چند بنیادی صفات، جن کی دعوت کے اس مرحلے میں فکر کرنی ضروری ہے۔ اور آخر میں، میں زور دے کر عرض کرتا ہوں کہ آدمی کی تربیت کے لیے روئے زمین پر صرف ایک ہی کتاب پائی جاتی ہے اور دوسری کوئی کتاب اس موضوع پر نہیں لکھی گئی۔ وہ کتاب، اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے جو بار بار پڑھنے کے لیے، سمجھ کر پڑھنے کے لیے اتاری گئی ہے۔ یہ پڑھنا باہر بھی ہو اور خصوصیت کے ساتھ نماز کے اندر ہو اور صلاح پذیری کی نیت سے ہو۔ اور مشورتاً یہ عرض ہے کہ دعوت کے موجودہ مرحلے میں مسبّحات کی تدریس و تلاوت اور خصوصیت کے ساتھ نماز فجر میں ان کی قرأت ان شاء اللہ ہمارے لیے بہت نافع ہوگی۔ مسبحات سے میری مراد قرآن مجید کا وہ حصہ ہے، جو سورۂ حدید سے شروع ہوتا ہے اور سورۂ تحریم پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں ہمارے لیے شفا و موعظت اور ہدایت و رحمت ہے۔

امیر جماعت کی اختتامی تقریر

محترم رفقا! یہ ہمارے اجتماع کی آخری کارروائی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس کے فضل وکرم سے تمام کارروائیاں خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہورہی ہیں۔ میں نے گزشتہ سالانہ اجتماع کی آخری تقریر میں اشارہ کیا تھا کہ اس اجتماع کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے جو ہم پر فضل وکرم کیا ہے اس کے نتیجہ میں ہمیں کچھ مشکلات اور آزمائشوں سے بھی دوچار ہونا پڑے گا۔ کیوں کہ سنت الٰہی یہی ہے چناں چہ ہماری تحریک اور دعوت کی مخالفت تو پہلے ہی ہورہی تھی لیکن اس اجتماع کے فوراً بعد اس میں غیر معمولی طور سے اضافہ ہوگیا، گورنمنٹ کا رویہ جہاں تک اندازہ ہے سخت سے سخت تر ہوگیا اور اسی کے ساتھ ہماری مخالفت میں مذہبی گروہ نے بھی شدت اختیار کرلی جس کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔ ان حالات میں اندیشہ محسوس کیا جارہا تھا کہ ہمارے مخالفین کی مخالفتوں کا کوئی اثر شاید اس اجتماع پر بھی مرتب ہو لیکن اللہ کا شکر ہے کہ یہ اندیشہ غلط نکلا بلکہ اس سال اجتماع کو جو غیر معمولی اور توقع سے کہیں زیادہ کامیابی ہوئی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس میں ان مخالفتوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے، کسی شر کو خیر کا ذریعہ بنادینا یہ اللہ کی قدرت سے بعید نہیں ہے اور اکثر اس کے نمونے مشاہدے میں آتے ہی رہتے ہیں۔ چناں چہ اس کو بھی ہم اسی کا نمونہ سمجھتے ہیں اور اس کے لیے ہم اللہ کے خاص طور سے شکر گزار ہیں۔

اجتماع کی کارروائیوں کے بارے میں جہاں تک میں اندازہ کرسکا ہوں توقع سے بڑھ چڑھ کر نہایت اچھے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ان شاء اللہ عمومی طور سے پورے ملک میں اس کے خوش گوار نتائج مرتب ہوں گے۔ اور جہاں تک حیدرآباد اور اس کے اطراف کا تعلق ہے

غالباً آپ نے بھی محسوس کیا ہوگا کہ اس اجتماع نے ہمارے کام کے لیے بڑے اچھے مواقع پیدا کر دیے ہیں۔ بلا امتیاز مذہب وملت ہر طبقہ وگروہ کے تعلیم یافتہ اور سنجیدہ حضرات نے جس ذوق و شوق کے ساتھ اجتماع میں حصہ لیا ہے وہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ ان کے کان ہماری دعوت کو سننے کے لیے کھل چکے ہیں، ایسی حالت میں نہ صرف ہمیں اپنے بنیادی فریضہ کے احساس کے ساتھ بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس خاص انعام کے شکر کے طور پر بھی اس موقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اجتماعات دراصل بہ جائے خود مقصود نہیں ہیں بلکہ مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ووسیلہ ہیں اس لیے ہمارا اصل کام درحقیقت یہ ہے کہ اس اجتماع نے جو مناسب حالات پیدا کر دیے ہیں ان کو زیادہ سے زیادہ دعوت کے لیے مفید بنانے کی کوشش کریں۔ عام طور سے سبھی رفقا کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حلقوں میں اپنے اس فرض سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کریں، لیکن خصوصیت کے ساتھ حیدرآباد اور اس کے ملحقہ علاقوں میں رفقا کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں کیوں کہ قدرتی طور پر اجتماع کے فوری اور قوی اثرات یہیں پر مترتب ہوئے ہیں، یہ بات بھی آپ ذہن میں رکھیں کہ جو لوگ کسی غلط فہمی یا بدنیتی کی بنا پر ہماری مخالفت کرنا ضروری سمجھتے ہیں ان کے لیے یہ کامیابیاں غالباً قابل برداشت نہ ہوں گی۔ اور وہ نئی تیاریوں کے ساتھ مختلف طریقوں سے آپ کا راستہ روکنے کی کوشش کریں گے، اس لیے قبل اس کے کہ ایسا ہو آپ اپنا راستہ ہموار اور وسیع کرنے کی کوشش کریں تاکہ یہ مخالفین اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکیں۔ اس غرض کے لیے لوگوں سے زیادہ سے زیادہ ارتباط پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جو شکوک اور اعتراضات باقی رہ گئے ہوں ان کے ازالہ کی بھی کوشش کرنی چاہیے، یہاں تک کہ ان لوگوں کے شکوک واعتراضات کی بھی جو پہلے سے غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ یوں تو یہ کام ہمیشہ ہی ہمارے کرنے کا ہے لیکن جب کام کے لیے کوئی اچھا موقع میسر آجائے تو ذمہ داریاں اور بھی سخت ہو جاتی ہیں۔ کام کے سلسلہ میں بعض باتیں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں جن کو زیادہ سے زیادہ پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

پہلی چیز اتحاد و تنظیم ہے۔ اس کے بغیر نہ آج تک کوئی اجتماعی کام ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ منتشر افراد کے مجموعہ کا نام تنظیم نہیں ہے بلکہ تنظیم نام ہے ایسے افراد کے مجموعہ کا

جو وحدتِ فکر اور جذبۂ یگانگت کی بنیاد پر کسی مقصد کے لیے جمع ہوئے ہوں اور اس پہلو سے ابھی ہم میں بڑی کم زوریاں ہیں جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

دوسری چیز جس کی خاص طور سے ان حالات میں جن سے ہم گزر رہے ہیں ضرورت ہے وہ صبر ہے، صبر اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ نہ کہ اس مفہوم میں جس میں یہ لفظ اس وقت عام طور سے بولا جاتا ہے اور اس وسیع مفہوم سے آپ غالباً بہ خوبی واقف ہوں گے کیوں کہ بارہا اس کی تشریح کی جا چکی ہے۔

تیسری چیز جو ذکر میں تو آخری ہے لیکن اپنی اہمیت کے اعتبار سے سب سے مقدم ہے اور در حقیقت اس کی اہمیت کے پیش نظر ہی اس کا ذکر میں آخر میں کر رہا ہوں، وہ تعلق باللہ ہے۔ یہ ہماری انفرادی سیرت کی اصلاح وتعمیر کے لیے بھی بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور صحیح دینی واجتماعی زندگی کے لیے بھی۔ اس کے بغیر اتحاد وتنظیم اور صبر کی وہ صفات بھی ہم میں پیدا نہیں ہوسکتیں جن کی ضرورت کا اظہار کیا گیا ہے۔ بعض رفقا کے بارے میں جو ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کو خود آپس میں بھی شکایات ہیں اور ان کے دل ایک دوسرے سے صحیح طور پر جڑے ہوئے نہیں ہیں تو یہ اس بات کا نتیجہ ہے کی در حقیقت قلوب اللہ کے آگے جھکے ہوئے نہیں ہیں اور نہ اللہ کی رضا کے حصول کا جذبہ پوری اہمیت کے ساتھ ان کے اندر ابھر سکا ہے۔ اسی طرح ہمارے کاموں میں جو سستی اور کوتاہی نظر آرہی ہے وہ بھی تعلق باللہ کی کمی ہی کا نتیجہ ہے، غفلت ونسیان اللہ کے حقوق نہ پہچاننے کے نتیجہ میں طاری ہوتی ہے۔ ہمیں اپنا تعلق خدا کے ساتھ مضبوط کرنا چاہیے اور اس کی رضا وخوشی کو اپنی ہر خواہش، نفس اور مفاد پر مقدم رکھنا چاہیے، اس کے بغیر کسی کام یابی کی توقع نہیں کی جاسکتی، اس غرض کے لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ علم دین حاصل کرنے کی بھی ضرورت ہے، کیوں کہ خدا کی رضا اس کے اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

یہ چند بنیادی باتیں ہیں جن کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت تھی باقی رہیں تفصیلات تو ان کے بارے میں خود اس اجتماع میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لیے اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

اب میں مختصراً اپنے تاثرات، اجتماع سے متعلق ان شکایات اور ان کے جوابات کے

سلسلے میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو صبح کی نشست میں پیش ہوئے تھے۔ اس پروگرام کا منشا جیسا کہ واضح کر دیا گیا تھا یہی تھا کہ ہم اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا جائزہ لیں تا کہ آئندہ اپنی اصلاح کر سکیں۔ میں سمجھتا ہوں اس پہلو سے بھی یہ پروگرام مفید ہوا ہوگا اور مجھے اس بات پر مسرت ہے کہ عام طور سے شکایت کرنے والوں نے ان باتوں کا لحاظ کیا ہے جن کی طرف شروع ہی میں توجہ دلائی گئی تھی یعنی اگر ایک طرف نصح و خیر خواہی اور مفاد جماعت کا جذبہ غالب رہا ہے تو دوسری طرف تہذیب و شائستگی اور احترام کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے، اسی طرح جن لوگوں کے کاموں پر تنقیدیں کی گئیں انھوں نے بھی ان تنقیدوں کو بالعموم اسی نظر سے دیکھا ہے جس نظر سے انھیں دیکھنا چاہیے تھا۔ یہ یقیناً ایک اچھی علامت ہے، یہ میرا اپنا تاثر ہے لیکن اگر فی الواقع ان دونوں کے سلسلے میں میرے یہ تاثرات کچھ مبالغہ پر مبنی ہوں تو یہ ایک خطرناک علامت ہے جس کو دور کرنے کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ اجتماعی زندگی کی صحت وصفائی کے لیے تنقید و محاسبہ ناگزیر ہے لیکن تنقید کرنے اور سننے میں اگر مذکورہ باتوں کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ چیز بہ جائے مفید ہونے کے مضر ہو سکتی ہے۔

صبح کی نشست میں جو شکایات پیش ہوئی ہیں میرا اپنا تاثر یہ ہے کہ منتظمین کے جوابات کے بعد غالباً آپ حضرات نے بھی یہی محسوس کیا ہوگا کہ ان میں غلط فہمیوں اور مجبوریوں کو کتنا دخل ہے تاہم اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کچھ شکایات ایسی ہیں جو واقعی ہیں اور ان کے لیے مجبوریوں کا عذر صحیح نہیں ہو سکتا، اس لیے اس طرح کی شکایتوں پر ہمیں ضرور غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اس طرح کی شکایتوں میں اکثر تو ایسی ہیں جن کی ذمہ داری کسی خاص فرد یا شعبہ پر نہیں ڈالی جا سکتی، بلکہ ہم سب اس کی ذمہ داری میں شریک ہیں اور وہ در حقیقت ہماری اجتماعی غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ ہیں۔

بعض باتیں بہ ظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں اور وہ فی الواقع معمولی ہوتی بھی ہیں لیکن اگر ان کی طرف ضروری توجہ نہ کی جائے تو اس طرح کی بہت سی چیزیں جب مل کر سامنے آتی ہیں تو وہ بڑی ہی بھیانک بن جاتی ہیں۔ اس اجتماع کے انتظامات کے بارے میں اکثر شکایات کا یہی حال ہے۔ وہ بہ ظاہر تو کسی خاص شخص یا شعبہ سے متعلق معلوم ہو رہی ہیں کیوں کہ اس وقت ان

کے متعلقہ فرائض کے ضمن میں ہی ان کا اظہار ہوا ہے لیکن درحقیقت وہ ایسی کوتاہیوں کا نتیجہ ہیں جو پہلے سے چلی آرہی ہیں اور جن کے سلسلے میں ہم سب ہی کسی نہ کسی درجہ میں ذمہ دار ہیں۔ مثال کے طور پر نظم اور ڈسپلن سے متعلق جو شکایات پیدا ہوئی ہیں ان کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس اجتماع میں کتنے ایسے نئے لوگ شریک ہوئے جو اس سے پہلے نظم وڈسپلن سے شاید واقف بھی نہ رہے ہوں۔ جن علاقوں سے ایسے لوگ آئے ہیں وہاں کے رفقا کا یہ فرض تھا کہ وہ پہلے سے ان کو نظم وضبط کے آداب واصول سے آگاہ کرتے۔ اسی طرح جن لوگوں نے اپنے متعلقہ فرائض ٹھیک طور سے انجام نہیں دیے ہیں تو گو اس کا علم اس موقع پر ہوا ہے لیکن یہ اس کوتاہی کا نتیجہ ہے جو ان کی تربیت میں واقع ہوئی ہے۔ اس پہلو سے ہم سب کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ جو قابل شکایات باتیں ہوئی ہیں ان میں ہمارا کتنا حصہ ہے اور اس کے لحاظ سے اس کے تدارک واصلاح کی کوشش ہونی چاہیے۔

اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خاص اجتماع کے موقع پر ان قابل شکایات باتوں نے جو شکل اختیار کرلی ہے اس کی ذمہ داری سے بھی ہم خود کو الگ نہیں کر سکتے کیوں کہ اگر بحیثیت مجموعی ہم سب نظم اور ڈسپلن کے پوری طرح پابند ہوتے تو نئے لوگوں کی آمد اس میں اس طرح کا اختلال پیدا نہیں کرسکتی تھی۔ لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض کوتاہیاں ایسی بھی ہوئی ہیں جن کی ذمہ داری اصلاً منتظمین ہی پر عائد ہوتی ہے اور ان کے سلسلے میں ان کے جوابات پوری طرح اطمینان بخش نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے تو میں یہ اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ بعض رفقا کے بعض جوابات ہی سے مجھے رنج ہوا ہے یعنی توقع کے خلاف بعض رفقا نے بعض ان غلطیوں کی بھی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی ہے جن کو عموماً محسوس کیا جارہا ہے۔ اور صفائی پیش کرنے میں بھی یہ محسوس کیا گیا ہے کہ اپنی غلطی کا احساس واعتراف کرنے کے بہ جائے اس کا بار دوسروں پر ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر فرش کے ناکافی انتظام کا جو عذر پیش کیا گیا ہے وہ میرے نزدیک کچھ ایسے ہی جذبے کا ترجمان ہے۔ اگر اس کے انتظام میں مرکز کے بارے میں کوئی خاص اطلاع مانع تھی تو منتظم کار کا اولین فریضہ یہ تھا کہ اسٹیشن پر ملاقات کے وقت ہی سب سے پہلے یہ بات میرے علم میں لاتے، میں بروقت غلط فہمی کا ازالہ کردیتا اور اس کے بعد بھی موقع تھا کہ فرش کا حسب ضرورت انتظام کرلیا جاتا اور اگر انھوں نے اپنی ذمہ داری پر یہ انتظامات کئے

ہیں تو کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا کہ فرش پر کچھ اور خرچ کر لیا جاتا، اگر چہ ہم اپنے رفقا سے یہی توقع رکھتے ہیں کہ قیام گاہوں میں فرش کی کمی سے جو تکلیف انھیں محسوس ہوئی ہے اس کو انھوں نے بخوشی برداشت کیا ہوگا اور اس طرح کی تکالیف برداشت کرنے کے لیے انھیں تیار ہی رہنا چاہیے لیکن بلا ضرورت تکلیف کے امتحان میں مبتلا کرنا کوئی صحیح بات نہیں ہے اور بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس کا اثر اجتماع کی کارروائیوں پر بھی پڑنے والا ہو۔

اس کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بعض لوگوں کی صفائیاں بھی کم از کم میرے لیے اطمینان بخش نہیں ہوئی ہیں۔ مثلاً اس عذر کو عذر تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی رفیق کسی کام پر متعین کیا گیا ہو تو ضرورتاً بھی اگر کہیں جانا چاہے تو کسی غیر متعلق شخص کو اپنا قائم مقام بنا جائے حتیٰ الوسع اپنی ڈیوٹی پوری تن دہی سے ادا کرنی چاہیے اور کسی ناگزیر ضرورت پر جانا ہی ہو تو اپنے شعبہ کے ذمہ دار کے علم میں لا کر ڈیوٹی میں کوئی تبدیلی کرنی چاہیے۔ ہر کام کے لیے ہر شخص موزوں نہیں ہو سکتا اور اگر ہو بھی تو ذمہ دار کے علم کے بغیر تبدیلی بسا اوقات اختلال کا موجب ہوتی ہے۔ اسی طرح صفائی کا معقول انتظام نہ ہونے کے سلسلہ میں جو عذرات پیش کئے گئے ہیں وہ بھی کچھ وزن نہیں رکھتے۔ انتظام میں مالیات کو کم اور ذوق وسلیقہ کو زیادہ دخل ہو سکتا ہے لیکن افسوس ہے اس کا اچھا مظاہرہ نہیں کیا گیا اور میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ صفائی اور اسی طرح کے دوسرے معاملات کے ضمن میں عام رفقا سے بھی کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں اس لیے ان کو صرف منتظمین کی شکایت ہی پر اکتفا نہیں کر لینا چاہیے بلکہ اس ضمن میں خود اپنا بھی جائزہ لینا چاہیے اور شکایات کے سلسلے میں ایک اور بات یہ بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اتنے بڑے اجتماع کے انتظامات میں کچھ نہ کچھ قابل شکایت باتیں ہر طرح کی احتیاط کے باوجود بھی پیش آسکتی ہیں، اس لیے بہت چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت زیادہ اہمیت بھی نہیں دینی چاہیے۔

آخر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تنقید ومحاسبہ کا پروگرام حسن وخوبی کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔ مجھے توقع ہے کہ اس سے باہمی تعلقات کی خوشگواری میں کچھ اضافہ ہی ہوا ہوگا لیکن اگر خدا نا خواستہ اس کے کسی جز سے کسی کو رنج وتکدّر رہا ہو تو اسے متعلقہ لوگوں سے مل کر صفائی کر لینی چاہیے۔